معاویہ

جلد-۱

تألیف

آیت اللہ سید مرتضی مجتہدی سیستانی

ترجمہ

عرفان حیدر

کتاب :..........................معاویہ جلد-۱

مؤلف : .... آیت اللہ سید مرتضیٰ مجتہدی سیستانی

ترجمہ : .... عرفان حیدر

نظر ثانی:.........................سید ساجد رضوی ، زین العابدین علوی

کمپوزنگ : .... شاذان حیدر

ڈیزائین : .... شایان حیدر

طبع: .... اوّل

تاریخ طبع :......................... ستمبر ۲۰۱۳ء

تعداد:. ۲۰۰۰

قیمت: ۲۵۰

ناشر.................................. الماس قم

مؤلف کی ویب سائیٹ :www.almonji.com

ہم سے رابطہ:info@almonji.com

ایمیل:irfanhaider014@gmail.com

انتساب

میں اپنی یہ ناچیز کاوش وارث علم کردگار، حامل علم رسول مختار ۔ ناظر گردش لیل و نہار،

شیعیت کی محور و مدار، نور چشم صاحب ذوالفقار ، قائم آل محمد،

یوسف زہرا علیہا السلام، حضرت حجت عجل اللہ فرجہ الشریف کی پاک بارگاہ

میں پیش کر کے قبولیت کا متمنی ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرف مترجم

تاریخ میں ہمیشہ سے ایسی شخصیات رہی ہیں جن کی زندگی کا ہدف و مقصد انسان کو سعادت تک پہنچانا ہے اور ایسے افراد بھی ہوتے ہیں جو شیطان کی نیابت میں لوگوں کو ہلاک و گمراہ کرنے کا کام بطور احسن انجام دیتے ہیں۔

خداوندعالم کی طرف سے معین کئے ہوئے الٰہی نمائندے، پیغمبر اوراہلبیت اطہار علیہم السلام وہی شخصیات ہیں جنہوں نے اپنی بے مثال سیرت اور بے نظیر کردار کے ذریعہ انسانی معاشرہ کی دنیاوی و اخروی سعادت کی طرف ہدایت و راہنمائی کی۔

بیشک پیغمبراکرم(ص) ایک نور تھے جو انسانوں کے تاریک قلب ودماغ میں چمکیاور معاشرے کو تہذیب وتمدن کا ایسا تحفہ پیش کیا جو آج تک تمام انسانی قوانین میں سب سے بہترین ہے اور ہر شخص اس بات کی تصدیق کرتا ہے۔ اگر مسلمان ہی رسول خاتم(ص) کی تعلیمات پر عمل کرتے اور اختلاف، تفرقہ، تعصب اور خود غرضی سے پرہیز کرتے تو یقیناً چودہ سو سال گزرجانے کے بعد آج بھی اس تہذیب وتمدن کے مبارک درخت سے بہترین ثمر تناول کرتے،لیکن افسوس صد افسوس پیغمبر (ص) کی جانشین اور دردناک رحلت کے بعد ظاہراً اسلام قبول کرنے والے مسلمانوں پر خود غرضی اور مقام طلبیحاکم ہو گئی اور وہ رسول (ص) کے بتائے ہوئے خدا ساختہ راستہ کو چھوڑ کر خود ساختہ راستہ پر نکل پڑے اور آجتک الہٰی اور بالخصوص مسلمان ان کے اس گناہ عظیم کی سزا بھگت رہے ہیں۔

لیکن خدائے عظیم نے ان کریم ہستیوں کے ذریعہ ہر دور کے انسان کے لئے ہدایت کا سامان فراہم کیا ہے لیکن اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان تعصب و تنگ نظری اور اپنے آباو اجداد کی اندھی تقلید کو چھوڑ کر حقیقی معنوں میں منطقی طریقے سے تحقیق و جستجو کرے۔

ان معصوم ہستیوں کی سیرت و کردار صرف اسی دور کے مسلمانوں کے لئے ہی اسوہ نہیں تھی بلکہ ان کی احادیث اور پیشگوئیاں ہر دور کے مسلمان کے لئے ہدایت کا وسیلہ ہیں۔ رسول اکرم(ص) اور امیر کائنات علی علیہ السلام نے اپنی پیشگوئیوں کے ذریعہ مسلمانوں کو آئندہ کے واقعات و حادثات اور اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کو نیست و نابود کرنے والے شیطان کے نمائندوں خاص سے آگاہ فرمایا تاکہ لوگ ان ظاہری مسلمانوں کے شر سے محفوظ رہیں۔

یہ کتاب بھی راہ حق سے بھٹکے ہوئے سادہ لوح افراد کے لئے نایاب تحفہ ہے جن کے لئے یہ چراغ راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کتاب میں اسلام کے سب سے بڑے دشمن بنی امیہ اور بالخصوص معاویہ کے خبیث چہرے سے پیغمبر(ص) کی احادیث اور پیشگوئیوں کے ذریعہ نقاب کشائی کی گئی ہیں تاکہ ہمارے اہلسنت بھائی یہ جان لیں کہ وہ جسے اپنا خلیفہ مانتے ہیں وہ اسلام کے نام پر اسلام کو ہی مٹانے کے لئے کس حد تک کوشاں رہا۔

اور یہ اس کار خیر کو انجام دینا میرے اکیلے کے بس کی بات نہیں تھی لہذا میں اپنے والدین، اساتید، بھائیوں اور دوستوں کا شکر گذار ہوں جنہوں نے اس کام میں میرے راہنمائی کی اور اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ خدا ان کی توفیقات میں اضافہ فرمائے اور وقت کے ہادی، راہنما، یوسف زہرا، امام زمانہ (عجل اللہ تعالی فرجہ) کے ظہور میں تعجیل فرمائے۔

عرفان حیدر

قم المقدس (ایران)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش گفتار

ایک اہم نکتہ

یہود و نصاریٰ پر فریفتہ ہونے کے بارے میں رسول اکرم(ص) کا سخت رویہ

بے ایمانی، یہودیوں کے وحشی کردار کا راز

یہودیوں کے بارے میں "ہٹلر" کی رپورٹ

اس کتاب کے بارے میں

معاویہ بروز غدیر

ایک اہم نکتہ

محققین جس بارے میں بھی تحقیق کریں اور جس وضوع کے بارے میں تحقیق کا آغاز کریں انہیں اس نکتہ کی طرف توجہ کرنی چاہئے ۔ اس وضوع سے مربوط بہت سے تاریخی ،تفسیری اور فقہی حقائق مطالب پر دقّت اور غور وفکرکرنے سے ہی حاصل وتے ہیں ۔

مثال کے طور پر تاریخ ۔ تاریخ نگاری میں وسکتا ہے بعض مؤرخین نے تاریخی حقائق کو واضح و آشکار طور پر بیان نہ کیا واور ممکن ہے ۔ یہ ان حقائق سے لاعلمی کی دلیل ویا اس میںمؤرخین کے اغراض و مقاصدشامل وں ۔لیکن جو محققین اور اہل تحقیق تاریخ کے اوراق میں پوشیدہ حقائق ب کے آشکارکرنا چاہتے ہیں ،انہیں چاہئے ۔ ان مطالب کو عام سطحی نظر سے نہ دیکھیں بلکہ جو پڑھیں اس پر دقّت اور مکمل فہم و فرا ت سے غوروفکور ۔ تأمل کریں تا ۔ اس غور و فکر ور تدبّر کی وجہ سے ۔ تاریخ کے تاریک اور بیان نہ کئے گئے نکات کوواضح و روشن کرکے معاشرے کے لئے بیان کریں۔

اب ہم تاریخ کا ایک چھوٹا سا نکتہ بیان کرتے ہیں اور پھر ہم اس کی علت کے بارے میں جستجو کریں گے:

۔ تاریخ میں ذکر واہے :اسلام کی طرف مائل ونے والے یہودی اور عیسائی عثمان کے زمانے تک اسے خلیفہ مانتے تھے حتی جب عثمان کے گھر کا محا رہ کیا گیا تو ان میں سے نے تو جانفشانی کی ۔ تک عثمان کا دفاع کیا لیکن عثمان کے قتل کے بعد ان میں سے بہت سے معروف افراد نے نہ رف امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی اطاعت نہ کی بلکہ مدینہ کو چھوڑ کر شام میں معاویہ کے گرد جمع و گئے!

یہ ایک اہم حقیقت ہے جسے تاریخ نے بیان کیا ہے اور ایسے ہی نمونے ہم نے اسی کتاب میں ذکر کئے ہیں۔اب اس بارے میں غور و فکر کریں ۔ ظاہری طور پر مسلمان ونے والے یہ یہودی و عیسائی کیوں عثمان کی حمایت کرنے کے لئے تیار تھے؟اورانہوں نے کیوں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی حمایت نہ کی ؟اور کیوں انہوں نے شام جا کر معاویہ کی حمایت کی؟

کیا ان کے اس ل کو اس چیز کی دلیل نہیں سمجھا جاسکتا ۔ ۔ وہ اپنے اہداف و مقاصد کے پیش نظر ظاہری طور پر ۔مان وئے اور عثمان کے گرد جمع و گئے؟عثمان نے ان کے لئے ایسا کیا کیا ۔ مانوں نے اسے یہودیوں کے۔قبرستان میں دفن کیا؟کیوں انہوں نے خاندان وحی علیہم السلام کا دامن ۔ ۔ تھاما اور معاویہ کے پیچھے چل پڑے؟

ان ا ورپر غورکرنا اس حقیقت کو واضح کر دیتا ہے ۔ ظاہری طورپر مان ونے والے یہودیوں اور عیسائیوں کے ایک گروہ نے اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے معاویہ کو طاقت دی؟حتی انہوں نے عثمان کے قتل ونے سے پہلے ہی معاویہ کو خلیفہ کے عنوان سے واضح کر دیا تھا۔ان کے شام جانے کے بعد معاویہ نے انہیں قبول کر لیا اور ان میں سے بعض کو تو ۔مانوں کی سرپرستی کے لئے بھی منتخب کر لیا!!

ان کے مان ونے کے آثار میں سے ایک اسرائیلیات،خرافات اور جھوٹی حدیثیں گھڑنا تھا۔وہ ظاہری طور پر اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ان ا ور کی ترویج کرتے تھے اور اسلام کے لئےدل ۔ ۔ رکھنے والے خلفاء نے انہیں کھلی چھوٹ دے دی۔یہ ایسے افراد کے مان ونے کے عامل میں سے ایک ہے۔

جی ہاں!انہوں نے اصحاب پیغمبر (ص) کے نام پر دین پیغمبر کو نقصان پہنچایا اوریہ نکتہ بہت ہی قابل غور ہے ۔ مر کے بہت سے رشتہ دار ایسے ہی افراد کے دو ت اور ہم نشین تھے۔

کتاب"اسرائیلیات اور اس کے اثرات"میں لکھتے ہیں:

جو چیز اسرائیلیات اور اہل کتاب کے خرافاتی و جعلی قصوں کو پھیلانے میں مدد کرتی تھی وہ بعض یہودو نصارا علماء کا ظاہری اسلام لانا تھا ۔ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اور حتی ۔ اصحاب پیغمبر(ص) کا لبادہ اوڑھ کر وہ بڑی آسانی سے اپنے بہت سے خرافاتی عقائد اور فکری رسومات کو روایات اور احادیث کے قالب میں مان کے سپرد کرسکتے تھے اور اسلام کی شفاف فرہنگ کو اپنے مجعولات و توہمات سے آلودہ کر سکتے تھے۔

اہل کتاب میں سے اس مان نما گروہ کی اسرائیلیات کو قبول کرنے کے عوامل میں سے ایک یہ بھی تھا کہ اکثر مسلمان انہیں رسول خدا(ص) کے اصحاب کے برابر شان و مرتبہ دیتے تھے اور ان کے لئے عزت اور تقرب کے قائل تھے حلانکہ کہ وہ ان کی پست نیتوں سے بے خبر تھے۔امیر المؤمنین علی علیہ السلام اس مان نما گروہ سے جعل حدیث کے وضوع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"پیغمبر خدا(ص) سے حدیث نقل کرنے والا ایک گروہ ایسے منافقوں کا ہے کہ جو ظاہری طور پر تو اسلام لائے لیکن انہوں نے جان بوجھ کر پیغمبر اکرم (ص) کی طرف جھوٹی نسبت دی ۔اگر لوگ جان لیتے کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں تو ان کی حدیث کو قبول نہ کرتے، لیکن لوگ کہتے ہیں :یہ رسول خدا(ص) کے اصحاب ہیں ؛انہوں نے آنحضرت کو دیکھا ہے اور ان سے حدیث سنی ہے ،اس وجہ سے ان کی حدیث کو قبول کرتے ہیں ؛ حلانکہ خدا نے قرآن میں منافق صحابیوں کی صفات بیان کرکے ان کے جھوٹ کو بیان کیا ہے......یہ جھوٹے منافقین پیغمبر اکرم(ص) کے بعد بھی زندہ رہے اور اپنے جھوٹ اور بہتان کے ذریعہ گمراہ رہبروں کے مقرب بن گئے اور ان رہبروں نے انہیں حکومتی منصب عطا کئے اور انہیں لوگوں پر مسلط کردیا اور ان کے ذریعہ اپنی دنیاو کو آباد کیا ۔ لوگ اپنے حاکموں کے فرمانروا اور دنیا کے ساتھ ہیں،مگر ان حضرات کے علاوہ کہ جنہیں خدا محفوظ رکھے"[1]حضرت علی علیہ السلام کے اس فرمان کے لئے تاریخ اسلام میں متعدد اور واضح مثالیں وجود ہیں کہ جو مان کے اصحاب کی صف میں بیٹھنے والے ایسے ہی اہل کتاب سے خوش بینی پر مبنی ہیں ؛حتی کہ بعض تاریخی منابع میں یہاں تک ذکر ہوا ہے:معاذ بن جبل نے حالت احتضار میں اپنے اطرافیوں کو تاکید کی کہ چار افراد سے علم حاصل کریں: سلمان،ابن مسعود ،ابو درداء اور عبداللہ بن سلّام (جو یہودی تھا اورپھر اس نے اسلام قبول کیاتھا)؛ کیونکہ میں نے پیغمبر(ص) سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:وہ (یعنی عبداللہ بن سلّام) ان دس افراد میں سے ہے جو بہشت الٰہی میں جائیں گے![2] اس سے واضح اور صریح روایت ہے: ایک شخص نے کسی مسئلہ کے بارے میں عبداللہ بن عمر سے پوچھا۔ جب کہ عبداللہ کے پاس یوسف نام کا ایک یہودی بیٹھا ہوا تھا،عبداللہ نے اس سے کہا:

----

(۱):- نہج البلاغہ، خطبہ:۲۰۱،اصول کافی:ج ۱ص۱۰۶-(۲):- التفسیر المفسرون:ج۱ص۱۸۶،الصحیح من سیرۃ النبی الاعظم: ج۱ص۱۰۶

یوسف سے سوال پوچھو ۔ خدا نے ان کے بارے میں فرمایاہے:(فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لاٰ تَعْلَمُوْنَ)[1][2]اس واقعہ میں ایسے نکات ہیں جو قابل غور ہیں:

۱۔ معاذ بن جبل(عمر کا دوست) نے کیوں عبداللہ بن سلاّم (جو یہودی سے مسلمان ہوا تھا) کا نام لیا لیکن امیر المؤمنین علی علیہ السلام کا نام نہ لیا جب کہ آپ ہمیشہ پیغمبر اکرم(ص) کے ساتھ ہوتے تھے؟! کیا یہودی سے مسلمان ہونے والا عبد اللہ بن سلاّم دینی عقائد و مسائل امیر المؤمنین علی علیہ السلام (نعوذ باللہ)زیادہ جانتا تھا؟!یا اس کی وجہ یہ تھی کہ عبداللہ بن سلاّم دین کے نام پر دوسرے مطالب بھی نادان اور لا علم مسلمانوں کے حوالے کرتا تھا؟!

۲۔ جب کسی مسئلہ کے بارے میں عبداللہ بن عمر سے سوال کیا تو اس نے کیوں یوسف نام کے ایک یہودی کی طرف رجوع کرنے کو کہا؟

۳۔ کیوں عبداللہ بن عمر نے آیۂ شریفہ (فَاسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لاٰ تَعْلَمُوْنَ) کو یوسف اور اس جیسے دوسرے لوگوں پر تطبیق دی؟! حالانکہ شیعہ اور سنّی تفاسیر میں ہے کہ یہ آیت اہلبیت اطہار علیہم السلام کی شان میں ہے۔

۴۔ کیوں عبداللہ بن عمر ایک یہودی شخص کا ہم نشین تھا اور اس نے کیوں اسے اتنا سراہا؟!

۵۔عبد اللہ بن عمر نے یہودی سے ہم نشینی اور اسے سراہنا کس سے سیکھا؟کیا خود ہی اس کی ایسی عادت تھی؟کیا عمر کو اس کے اس عمل اور رویہ کا علم تھا؟اگر وہ اس سے آگاہ تھا تو کیوں اسے اس کام سے منع نہ کیا؟ اگر عمر اس کے اس کام سے آگاہ نہیں تھا تو جو مدینہ میں اپنے بیٹے کے کاموں سے آگاہ نہ ہو تو وہ کس طرح پورے ملک میں مسلمانوں کے امور سے باخبر ہو سکتاہے؟!! یہ واضح ہے کہ ان امور میںغور و فکر اور دقّت کرنے سے جستجو کرنے والوں کے لئے اہم مطالب آشکار ہوں گے۔

قابل توجہ ہے کہ رسول خدا(ص) نے تمام مسلمانوں کو اہل کتاب کی ہم نشینی سے منع فرمایا تھا۔

----

(۱):- سورہ انبیاء، آیت:۷" اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھو"، الصحیح من سیرة النبی الأعظم سے منقول: ج۱ص۱۰۶

(۲):- اسرائیلیات وتأثیر آن در داستان ہای انبیاء در تفاسیر قرآن:۴۷

یہود و نصاریٰ پر فریفتہ ہونے کے بارے میں رسول اکرم(ص) کا سخت رویّہ

پیغمبر اکرم(ص) نے مسلمانوں کو اہل کتاب کی طرف رجوع کرنے ،ان سے سوال پوچھنے اور ان کی مسخ شدہ فرہنگ و ثقافت کے سامنےجھکنے سے منع فرمایاہے ۔اور جو لوگ اہل کتاب اور ان کی تحریف شدہ کتابوں کو احترام وتقدّس کی نظر سے دیکھتے تھے آپ انہیں خبردار کرتے تھے ۔ ظہور اسلام کے زمانے میں اسلام کی حیات بخش اور شفاف تعلیمات کے ہوتے ہوئے ایسے عقائد کی کوئی جگہ باقی نہیں رہتی۔درج ذیل چند مثالیں آنحضرت(ص) کے موقف کو بیان کرتی ہیں:

تفسیر "درالمنثور" میں بیان ہوا ہے ۔ رسول اکرم (ص) کے بعض صحابی تورات میں سے کچھ چیزیں لکھتے تھے ،یہ خبر رسول اکرم(ص) تک پہنچی تو آپ نے فرمایا:

بیوقوفوں میں سب سے بڑے بیوقوف اور گمراہوں میں سب سے بڑےگمراہ وہ لوگ ہیں جو پیغمبروں پر نازل کی گئی خدا کی کتاب سے روگردانی کریں اور ایسی کتابوں کی طرف مائل ہوں ، جو خدا نے ان کے پیغمبر کے علاوہ کسی دوسرے پیغمبر پر نازل کی ہواور اس امت کے علاوہ کسی اور امت کے لئے بھیجی گئی ہو۔

اسی واقعہ کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

(أَوَلَمْ یَکْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ یُتْلَی عَلَیْهِمْ إِنَّ فِیْ ذَلِکَ لَرَحْمَةً وَذِکْرَی لِقَوْمٍ یُؤْمِنُونَ)[1][2]

کیا ان کے لئے یہ کافی نہیں ہے ، ہم نے آپ پر کتاب نازل کی ہے جس کی ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہے اوریقینا اس میں رحمت اور ایماندار قوم کے لئے یاددہانی کا سامان موجود ہے ۔

----

(۱):- سورہ عنکبوت، آیت:۵۱

(۲):- تفسیر الدر المنثور:ج ۵ص۱۴۸اور۱۴۹۔ نیز ملاحظہ فرمائیں: تفسیر المیزان:ج۱۶ص۲۲۵

اکثر مفسرین کا یہ عقیدہ ہے ۔ مذکورہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے ۔ جنہوں نے گذشتہ کتابوں سے خرافات کے ساتھ ملے جلے مطالب لکھے اور ان پر اعتماد کیا لہذا خدا نے انہیں بتا دیا ۔ ان کے لئے قرآن کافی ہے۔[1]

صاحب تفسیر "کشف الأسرار"اس آیت کا شان نزول عمر بن خطاب کو قرار دیتے ہیں ۔ جو پیغمبر اکرم(ص) کے سامنے توریت کے ایک حصہ کو پڑھنے میں مصروف تھا جس کی وجہ سے رسول خدا(ص) ناراض ہوئے اور اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔[2][3]

----

(۱):- دیکھئے: تفسیر التبیان:۲۱۸۸ اور تفسیر طبری:۲۱:۷

(۲):- تفسیر کشف الأسرار: ج۷ص۴۰۷ اور ۴۰۸

(۳):- اسرائیلیات تأثیر آن داستان های انبیاء در تفاسیر قرآن:۴۷

بے ایمانی، یہودیوں کے وحشی کردار کا راز

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسلام نے کیوں مسلمانوں کو یہودیوں سے تعلق و واسطہ رکھنے سے منع کیا ہے اور حکم دیا ہے کہ ان سے دوری اختیار کی جائے؟

اس سوال کے جواب میں ہم کہتے ہیں:انسان کا برے اور ناپسندیدہ کاموں سے بچنے کے اہم عوامل میں سے ایک خداوند کریم پر ایمان اور قیامت پر اعتقاد رکھنا ہے۔

اگر انسان خدا اور روز قیامت پر اعتقاد رکھتا ہو اور یہ جانتا ہو کہ انسان کے تمام اعمال ،کردار بلکہ کے تمام سوچ و افکار کے اثرات ہیں جو آئندہ اس کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے لہذا وہ کوشش کرے گا کہ اس کے اعمال،افکار اور کردار ایسے ہوں کہ جو اس کی ذاتی زندگی اور دوسروں کے لئے نقصان دہ اور منفی اثرات نہ رکھتے ہوں۔

گذشتہ لوگوں کی تاریخ کو ملاحظہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ تاریخ میں سب سے بڑے مجرم وہ لوگ ہیں کہ جو خدا اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے ۔اسی لئے انہوں نے تاریخ میں ایسے بے رحمانہ اور وحشیانہ کام انجام دیئے ہیں اور انہوں نے نہ صرف اپنی زندگی کو تباہ کیا ہے بلکہ دنیا کے بے شمار لوگوں بھی تباہ وبرباد کر دیا۔

یہودی اپنی منفی چالوں کے ذریعہ تاریخ کے واقعات پر اثرانداز ہوتے آئے ہیں اور اپنی مکاریوں سے لوگوں کی خواہشات کو پامال کرتے آئے ہیں ،یہ بھی ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اس سے مایوس ہیں ۔

یہودی چونکہ صرف مادی دنیا پر ایمان رکھتے ہیں اور وہ اپنی تمام توانائیاں مادی دنیا کے حصول پر ہی خرچ کرتے ہیں اور اپنی اصلی ذمہ داری سے غافل رہتے ہیں۔اسی لئے تاریخ میں ملتا ہے کہ انہوں نے اپنی دنیاوی خواہشات کے حصول کے لئے وحشیانہ ترین اعمال انجام دیئے ہیں اور یہ بات مسلّم ہے کہ اگر وہ موت کے بعد کی دنیا پر ایمان رکھتے تو کبھی بھی ایسے ناپسندیدہ اور برے اعمال انجام نہ دیتے۔

قرآن کریم بھی ان کے آخرت پر ایمان نہ رکھنے کی تائید کرتا ہوا فرماتا ہے:

(يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْماً غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْہِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ)[1]

اے ایمان والو! خبردار! اس قوم سے ہرگز دوستی نہ کرنا جس پر خدا نے غضب نازل کیا ہے ، وہ آخرت سے اسی طرح مایوس وں گے جس طرح کفارقبر والوں سے مایوس وجاتے ہیں۔

یعنی قوم یہود (جو عذاب کی مستحق ہے)کو دوست نہ رکھیں اور اس کی مدد نہ کریں کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو آخرت میں کسی ثواب کی خواہش نہیں رکھتے ،اوروہ کافروں اور بت پرستوں کی طرح عالم آخرت کے منکر ہیں،اور یہ مطلب اعجاز قرآن کو بیان کر رہا ہے۔کیونکہ ان کی مذہبی تعلیمات میں بھی یہ بات مشہور ہے اور یہودیوں کے ہاتھوں میں موجود آج کی تورات میں بھی موت کے بعد کی زندگی کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔[2]

یہودیوں کا آخرت پر ایمان نہ رکھنا اس قدر مشہور ہے ، اس بارے میں تحریر کرنے والے اکثر مورخین نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ان میں سے "ویل دورانت"لکھتے ہیں:

یہودی موت کے بعد کی دنیا پر ایمان نہیں رکھتے اور سزا و جزاء کو صرف اسی دنیا میں منحصر سمجھتے ہیں۔[3]

یہ واضح ہے ، ایسے عقیدہ کا نتیجہ فساد ،بے راہ روی ، ظلم و ستم ، تباہی،گمراہی اور دوسروں کے حقوق کو پامال کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا۔اس بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے :

بہت سی برائیاں اور خرابیاں قیامت پر ایمان نہ رکھنے کی وجہ سے ہی وجود میں آتی ہیں۔

----

[۱]۔ سورہ ممتحنہ، آیت:۱۳

[۲]۔ عفیف عبدالفتاح، الیہود فی القرآن:۷-۳۶

[۳]۔ ول ویریل دیورانت (منبع عربی):ج۲ص ۳۴۵

قیامت پر ایمان نہ رکھنے کی وجہ سے یہودیوں کا اصلی ہدف ومقصد دنیا اور مال و دولت کو جمع کرنا ہے اور یہ اپنے مقصد تک رسائی کے لئے کوئی بھی کام انجام دے سکتے ہیں۔ یہ مختلف چالوں کے ذریعہ ہزاروں بے گناہ لوگوں کو خطرے میں ڈال کر انہیں اخلاقی و معاشرتی برائیوں کی طرف دھکیلتے ہیں اور اس طرح وہ نفسیات پر حاوی ہو کر انسان کی پاکیزہ فطرت،غیرت،مردانگی اور جوانمردی کو کمزور کرتے ہیں اور ان کے اپنے سامنے قیام کرنے کے احتمال کو بھی ختم کر دیتے ہیں۔

مذکورہ بیان کی رو سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ یہودی سربراہ اپنی تمام تر حیوانی اور بری صفات کی وجہ سے روئے زمین پر سب سے زیادہ خطرناک مخلوق بن چکے ہیں![1]

یہودیوں کا خطرہ اس قدر سنگین ہے کہ جس سے اکثر صاحب نظر اور فن کے ماہرین کو خدشہ لاحق ہے یہاں تک کہ انگلینڈ کے ایک اخبار میں لکھا تھا:

دنیا کی تمام سیاسی اور مالی مشکلات اور جنگوں کے اخراجات یہودیوں نے فراہم کئے ہیں۔[2][3]

----

[۱]۔ پرتکل ھای دانشروان صھیون ،دنیا بازیچہ یہود، السیرۃ النبویہ و.....۔

[۲]۔ ژرژ لامبلن، اسرار سازمان یھود،بےروزنامہ "Morning Post" سے اقتباس

[۳]۔ تحلیلی بر عملکرد یہود در عصر نبوی: ۱۲۶

یہودیوں کے بارے میں "ہٹلر" کی رپورٹ

"آدولف ہٹلر" لکھتا ہے:

اپنی تحقیق کے دوران مجھے یہودیوں کے ایسے بہت سے امور کا پتہ چلا جو گندے اور آلودہ مواد بنانے کے کارخانوں میں دخل رکھتے ہیں۔ اکثر نشہ آور گولیاں، نقلی ادویات حتیٰ زہریلے کھانے بھی انہی کے ہاتھوں وجود میں آتے ہیں۔

اس تحقیق کا نتیجہ توقع سے بڑھ کر پریشان کن تھا۔ اس کے بعد جب میں مزید متوجہ ہوا تو پتہ چلا کہ یہودیوں سے کارخانوں سے بننے والی اکثر اجناس گندی، غلیظ یا کم سے کم نقلی اور نقصان دہ ہیں۔ یقینی طور پر 95% ادبی گندگی (جو نوجوانوں میں اخلاقی برائیوں، نفرت پستی اور غیر اخلاقی نمائش کا باعث ہے) کا نظام ایسے لوگوں کے ہاتھوں سے چلایا جا رہا ہے کہ جو ملک کی 1فیصد آبادی پر مشتمل ہیں اور کوئی بھی اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتا۔

ہر دن میرے لئے ایک نیا مسئلہ کشف ہوتا تھا جسے لکھنے کا نہ تو میں عادی تھا اور نہ ہی میں انہیں برداشت کر سکتا تھا اس لئے میں اپنے سامنے کے ان ظاہری طور پر سادہ مسائل کو سمجھنے کیلئے انہیں کئی بار پڑھنے پر مجبور تھا تا کہ اصلی مقصد کو کشف کر سکوں حلانکہ بیان ہونے والے یہ اکثر مسائل جھوٹے تھے.....

"دکھاوے کی تنقید اور وسیع پیمانے پر تعریف غالباً یہودیوں اور اس مشینری کو چلانے والوں کے مفاد میں ہوتی تھی"[1]

یہودیوں کے کام واضح طور پر یہ بیان کر رہے تھے کہ تخریب کاری کے سوا ان کے پاس کوئی کام نہیں ہے۔ یہ ایسے ہی تھا کہ جیسے وہ ایک مخصوص گروہ اورلوگوں کی طرف سے منفی طور پر مامور ہوئے ہوں کہ تمام سیاسی اور معاشرتی پہلوؤں میں تخریب کاری کریں۔[2][3]

----

[۱]۔ آدولف ہٹلر، نبرد من: ۴۱-۴۲

[۲]۔ آدولف ہٹلر، نبرد من: ۴۳

[۳]۔ تحلیلی بر عملکرد یہود در عصر نبوی: ۱۱۳

ہٹلر(جو خود بھی دنیا کے خونخوار افراد میں سے تھا)یہودیوں کے ظلم و ستم اور فساد سے اتنا تنگ آچکا تھا کہ اس نے کہا:تخریب کاری کے سوا یہودیوں کا کوئی دوسرا مقصد نہیں ہے!

یہودیوں نے کرۂ زمین پر جو تمام فساد،تباہی وبربادی،ظلم و ستم اور انحرافات انجام دیئے ہیں ،وہ صرف یہودیوں کی خود غرضی اور خودبینی اور آخرت پر ایمان ویقین نہ رکھنے کی وجہ سے ہے!

یہ واضح ہے کہ جب یہودیوں کا سب سے بڑے جرائم اور برے سے برے اعمال کو انجام دینے کا معیار ان کی خود بینی اور خود غرضی کی حس ہو تو اس سے ان کا اخروی دنیا پرسے ایمان ختم ہو جائے گا۔صرف ہمارے زمانے میں ہی نہیں بلکہ گزشتہ صدیوں میں بھی وہ جو جرم بھی کر سکتے تھے انہوں نے وہ جرم کیا۔

انہوں نے ابتدائے اسلام سے ہی نہیں بلکہ رسول خدا(ص) کے مبعوث ہونے سے پہلے ہی اسلام اور پیغمبر اکرم(ص) کے خلاف سازشوں کے جال بننا شروع کر دیئے تھے اور انہوں نے اس پر عمل بھی کیا جس کے لئے بنی امیہ نے ان کی مدد اور خدمت کی۔نیز یہ بھی واضح ہے کہ ظہور اسلام کے ساتھ ہی ان کی سازشوں میں وسعت آگئی اور اب جب کہ وہ یہ جان چکے ہیں کہ اسلام کی عالمی حکومت سے ان کی بے شرم حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا ،اس لئے وہ کسی بھی نئے خائن اور سازشی حربہ کو انجام دینے سے دریغ نہیں کریں گے۔

اس کتاب کے بارے میں

معاویہ اور بنی امیہ (جو ہزار مہینہ اقتدار کی کرسی پر قابض رہے) کے رہنماؤں کے تجزیہ و تحلیل اور ان کی تاریخ سے مکمل آشنائی کے لئے دسیوں جلد کتاب لکھنے کی ضرورت ہے۔ان کی حکومت میں ملک کی وسعت اور ان کے طولانی اقتدار نے ان کے رفتار و کردار کی فائل کو بہت وزنی بنا دیا ہے ۔ اس لئے حقیقت کے متلاشی اور واقعیت تک پہنچنے کی جستجو کرنے والا شخص بنی امیہ کے رہنماؤں سے بہت ہی اہم نکات اخذ کر سکتا ہے جس سے ان کے رفتار و کردار کی ماہیت و کیفیت بخوبی واضح ہو جائے گی۔

اب جب ۔ معاویہ کی حکومت اور ا وی خاندان کو کئی صدیاں بیت چکی ہیں اور کروڑوں اہلسنت مان ا وی حاکموں کو رسول اکرم(ص) کے جانشین اور اسلام کے ولی کے طور پر پہچانتے ہیں !لیکن کیا حقیقت میں یہ لوگ ا ویوں کی سیاہ کارروائیوں سے آگاہ ہیں؟!

کیاوہ جانتے ہیں ۔ معاویہ اور اس کے جانشینوں کا تاریخ اسلام کو بدلنے میں کتنا اہم کردار ہے اور انہوں نے اپنے اہداف کے حصول کے لئے کس قسم کی سازشیں کیں؟!

کیا وہ جانتے ہیں ۔ ا ویوں کی ہزار مہینہ پر مشتمل حکومت میں اسلامی معارف و عقائد کے ساتھ کیسا سلوک کیا گیا؟!

کیا وہ جانتے ہیں ۔ ابوسفیان،معاویہ اور ان کی حکومت کے بارے میں قرآن کی آیات نازل ہوئی ہیں؟

کیا وہ جانتے ہیں ۔ اہلسنت کے مشہور عماء و دانشوروں نے اپنی کتابوں میں ان کے بارے میں بہت سی اہم اور حقیقت کو واضح کرنے والی احادیث نقل کی ہیں؟!

کیا وہ جانتے ہیں ۔ تاریخ میں بنی امیہ کے کیسے کیسے شرمناک کام درج کئے گئے ہیں؟!

کیا وہ جانتے ہیں ۔ انہوں نے اسلام کے نام پر مانوں بلکہ انسانیت کی تاریخ کے راستے کو کیسے بدل دیا اور اسے انحراف کس طرف لے گئے؟!

یہ واضح ہے ۔ جواپنے لئے گذشتہ لوگوں کی تاریخ کے دریچہ کھول کر کتاب کے بغیر ہشیار اورخبردار کرنے والے نکات سے آگاہ ہیں،وہ جانتے ہیں ۔ ا ویوں نے اسلام کے نام پر خدا اور خاندان وحی علیہم السلام کے آئین کے خلاف کیسی جدوجہد کی۔

ہم نے کتاب ایسے افراد کی مزید آگاہی اور جوحضرات ان واقعات سے مطلع نہیں ہیں ، انہیں ان سے آشنا کرنے کے لئے تالیف کی ہے اور اسے عام لوگوں کے لئے پیش کیا ہے تا ۔ سب لوگ بنی امیہ کے شرمناک اہداف و مقاصد سے آشنا ہوں اور وہ یہ جان لیں ۔ بنی امیہ کس طرح خلافت کی کرسی پر قابض ہوئے اور انہوں نے کس طرح امت کی رہبری حاصل کی !اور اسلام کی جڑوں پر کیسی کیسی کاری ضربیں لگائیں!

اب شیعہ عقائد کے حقائق کی نورانیت سے دنیا کے بے شمار لوگوں نے اسلام کا رخ کیا ہے اور اب وہ یہ جاننا چاہتے ہیں اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے فرقوں میں کون سا فرقہ حقیقت پر مبنی ہے اور کون سا راستہ انحراف و گمراہی کی طرف لے کر جاتا ہے۔

یہ کتاب "معاویہ" مذہب حقہ کے انتخاب کے سلسلہ میں بخوبی ان کی راہنمائی کر سکتی ہے۔ نہ صرف معاویہ بلکہ اہلسنت کا بھی تعارف کروائے گی۔ جو معاویہ کی پیروی کرتے ہیں اور اسے اپنا رہبر و پیشوا سمجھتے ہیں۔

اسی طرح یہ کتاب بہت سے اہلسنت حضرات کی رہنمائی کے لئے بھی اہم ہے جو شیعہ عقائد سے آشنا ہوئے ہیں لیکن ابھی بھی شکوک و شبہات کا شکار ہیں کیونکہ یہ کتاب باطل راستے کا تعارف کراتی ہے جس کے نتیجہ میں راہ حق کو آشکار کرتی ہے۔

دین کے انحراف میں معاویہ کے کردار اور رسول خدا(ص) کے ساتھ اس کی مخالفت کی کوششوں کو جاننے کے لئے ہم یہ اہم رپورٹ پیش کرتے ہیں لیکن اسے پوری توجہ سے مطالعہ کریں:

معاویہ بروز غدیر

غدیر کے دن ایک لاکھ بیس ہزار مسلمانوں نے حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی بیعت کی اور خداوند متعال کے حکم کی اطاعت کی حتیٰ کہ امام علی علیہ السلام کے دشمنوں میں سے سب سے بڑے دشمن ابوبکر اور عمر نے بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اگرچہ انہوں نے ظاہری طورپر آنحضرت کی ولایت کو قبول کر لیا اور جیسا کہ اہلسنت علماء لکھتے ہیں: عمر نے کہا:"بخٍ بخٍ لک یا علی"۔عورتوں نے بھی بیعت کی اس تقریب میں شرکت کی اور پانی کے ایک ایسے برتن میں اپنا ہاتھ رکھکر آنحضرت کی بیعت کی جس میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کا دست مبارک تھا اور یوں انہوں نے آپ کی ولایت کو قبول کیا۔

اپنے وطن لوٹنے کے بعد مسلمانوں نے اپنی اقوام اور دوستوں سے غدیر کے دن کی بیعت کا واقعہ بیان کیا اور سب نے آنحضرت کی ولایت کو قبول کیا۔ حتیٰ کہ جو لوگ باطنی طور پرمخالفت تھے انہوں نے ظاہری طور پر رضامندی کا اظہار کیا اور پوری امت نے حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی ولایت کو قبول کرنے (اگرچہ ظاہری طور پر ہی سہی) کے لئے شرکت کی۔

اس بناء پر غدیر کی اوج ر عید کے دن تمام مانوں اور حق کے تمام منافقوں نے بھی رسول خدا(ص) کے بعد حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کو امت کی سرپرستی کے لئے ضروری سمجھا اور اسے تسلیم کیا۔

اس دوران رف ایک شخص مخالفت کے لئے اٹھا اور اس نے اسی دن اپنی مخالفت کا اظہار کرتے وئے پیغمبر اسلام(ص) کو جھٹلانا شروع کر دیا اور پوری امت کے سامنے اپنے کفر و نفاق کو واضح و ثابت کر دیا اور وہ شخص معاویہ کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا۔

اہلسنت عماء نے لکھا ہے کہ غدیر خم میں معاویہ تنہا ہی خدا ،رسول خدا(ص) ، ولی خدا ،حکم خدا اور پوری امت کے مقابلہ میں کھڑا وا اور اس نے رسول خدا(ص) کے فرمان کو نعوذ باللہ جھٹلایا اور اسے رد کیا۔

اس حقیقت کو اہلسنت کے چند عماء نے لکھا ہے اور یوں اس کے کفر کو ثابت کیا ہے۔

اگر سقیفہ میں بیٹھنے والوں نے رسول خدا(ص) کی شہادت کے ستر دن بعد واضح طور پر حکم خدا اور رسول (ص) کی وصیت کی مخالفت کی لیکن معاویہ نے پہلے دن ہی سے غدیر خم میں خدا،رسول خدا(ص)،ولی خدا اور حکم خدا کا انکار کیا۔

معاویہ نے اس پر اتنا زور دیا کہ اہلسنت مفسرین کے مطابق اس کے برے اور ناقابل معافی گناہ کے بارے میں کئی آیات نازل وئیں۔

اے کاش! دنیا کے مان ابتدائے اسلام سے ہی ان حقائق سے آشنا وتے جن کے نتیجہ میں انہیں معاویہ کی صحیح اور مکمل شناخت وتی۔لیکن افسوس کہ علم کی کمی اور اسلامی حقائق سے آشنا نہ ونے کی وجہ سے بہت سے مان گمراہی میں مبتلا رہے ، جیسے انہیں ضروری اور واضح حقائق کی بھی خبر نہ وجس کی وجہ سے وہ آب اور سراب میں تشخیص نہ دے کے۔

شیعہ اور اہلسنت مفسرین نے کہا ہے کہ سورہ القیامۃ کی چند آیات معاویہ کے برے اعمال کے بارے میں نازل وئی ہیں جو اس کے کفر کی واضح دلیل ہے۔خداوند کریم نے سورہ القیامۃ میں ارشاد فرمایا ہے:

(فَلاَ صَدَّقَ وَلَا صَلَّى وَلَكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلَّى. ثُمَّ ذَهَبَ لَى أَهْلِهِ يَتَمَطَّى)[1][2]

اس نے نہ کلام خدا کی تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی، بلکہ تکذیب کی اور منہ پھیر لیا، پھر اپنے اہل کی طرف اکڑتا ہوا گیا۔ اس اہم نکتہ پر توجہ کریں: تصدیق نہ کرنا، نماز نہ پڑھنا، جھٹلانا اور روگردانی کرنا یہ سب کفار کے کام ہیں ۔ لیکن ان سب کے باوجود معاویہ اپنی ان کفر آمیز کرتوتوں پر نہ ہی تو پشیمان اور شرمندہ تھا بلکہ وہ یہ کفر آمیز باتیں کہنے کے ساتھ ساتھ ان پر فخر بھی کرتا تھا ۔ اگر غدیر کے دن عمر، ابوبکر، مغیرہ وغیرہ میں رسول اکرم(ص) کی مخالفت کرنے کی گستاخی کی طاقت نہیں تھی لیکن معاویہ نے نہ صرف آنحضرت(ص) کی مخالفت کی بلکہ اس کے علاوہ بڑے متکبرانہ انداز میں فخر کرتے ہوئے انتہائی نازیبا کلمات کہے اور رسول اکرم(ص) اور مسلمانوں کے سامنے اسے کسی قسم کی شرم و حیا نہ آئی!!! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ انسان کے اعمال اور رویہ اس کی ذات اور خاندان کی عکاسی کرتے ہیں ۔ جس انسان کی ذات اور خاندان پاک ہو گا وہ برے اور ناپسندیدہ کام انجام نہیں دے گا اور جس کی ذات اور خاندان برا ہو، وہ برے اعمال و گفتار کا مرتکب ہو گا۔ معاویہ کی بھی ذات اور خاندان ناپاک تھا کیونکہ وہ جگر خور ہند کا بیٹا تھا اور اس کی ماں فاحشہ کے طور پر مشہور تھی۔ معاویہ نے برے اور نازیبا کلمات بھی کہے اور بڑے ناز سے فخر کرتے ہوئے خدا اور خدا کے رسول(ص) کو جھٹلایا۔ یہ واضح سی بات ہے کہ ایسے گستاخ شخصیت کے مالک انسان- حتی کہ جو خدا اور رسول خدا(ص) کے سامنے بھی گستاخی کرے- کے چہرے کو چند صفحات پر مشتمل ابحاث سے بے نقاب نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ ایسے شخص کے کرتوتوں سے مکمل آگاہی کے لئے اس کے خاندان اور حسب و نسب سے بھی آگاہ ہونا ضروری ہے۔ اسی لئے ہم نے اس کتاب میں خاندان بنی امیہ کے حسب و نسب کے بارے میں بھی بحث کی ہے تاکہ معاویہ کے ماضی اور اس کے بد کردار ہونے کے راز سے پردہ اٹھایا جا سکے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ قارئین کرام کسی بھی طرح کے تعصب کے بغیر اس کتاب کو غور و فکر اور دقت کے ساتھ پڑھیں گے تاکہ بہت سے حقائق کو جاننے کے لئے راستہ کھلے اور انہیں اہم اور مؤثر نکات سے آشنا کرے۔

وما توفیقی الا باللہ

سید مرتضیٰ مجتہدی سیستانی

----

[1]۔ سورہ القیامہ، آیت: ۳۱-۳۳

[2]۔ شواہد التنزیل: ۲:۳۹۰ اور ۳۹۱ روایت ۱۰۴۰ اور ۱۰۴۱۔ قرآن کریم میں معاویہ کے بارے میں نازل ہونے والی متعدد آیات ہیں جنہیں شیعہ و سنی مفسرین نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے ۔ ہم معاویہ کے بارے میں آیات کو "معاویہ، قرآن کی نظر میں" کی بحث میں بیان کریں گے۔

پہلاباب

بنی امیہ کے یہودیوں سے تعلقات

بنی امیہ کے یہودیوں سے تعلقات

یہودیوں کا مسلمانوں کے درمیان انحرافی افکار پھیلانا

اسلام کومٹانے کے لئے یہودیوں کی ایک اور سازش

یہودیوں کا اموبوں کی حمایت کرنا

"گلدزیہر"وغیرہ کے نظریات کا تجزیہ و تحلیل

حجاج؛ یہودی افکارپھیلانے والا

یہودیوں کی قوم پرستی

امویوں کی قوم پرستی

یہودیوں کی بے راہ روی اور ان کی اسلام سے دشمنی

پیغمبر اکرم(ص) کو زہر دینا

یہودی یا یہودی زادوں کے ہاتھوں اسلام کے بزرگونکی شہادت

یہودیوں کی سازش سے بنی امیہ کے ہاتھوں اسکندریہ کے مینار کی بربادی

مسلمانوں میں اختلاف ایجادکرنے کے لئے یہودیوں کی سازش

بنی امیہ کے یہودیوں سے تعلقات

یہودیوں کی ایک اور اہم سازش جو انہوں نے غیر مسلمانوں کو مسلمان ہونے سے روکنے اور مسلمانوں کے درمیان تفرقہ و اختلافات ایجاد کرنے کے لئے کی، وہ مسلمانوں کے صحیح عقائد میں شکوک و شبہات پیدا کرنا تھا۔

گذشتہ کئی صدیوں سے یہ یک جتنا ممکن ہو سکا انہوں نے اسلامی عقائد میں شکوک و شبہات پیدا کرکے لوگوںکو عالمی دین اسلام کی طرف راغب ہونے سے روکا ہے۔یہ وہی سازشیں ہیں جو دسیوں سالوں سے وہابیت نے اس پر عمل پیرا ہو کر اسلام میں نئی سازی و ترمیم کے نام پر غیر مسلمانوں کو اسلام کی طرف مائل ہونے سے روکا ہوا ہے۔یہ واضح ہے کہ مسلمانوں میں شکوک و شبہات پیدا کر کے یہودیوں نے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کو دین سے ناامید کیاہے بلکہ دوسروں کو اسلام کی طرف آنے سے روکا ہے جس کے نتیجہ میں انہوں نے اختلاف و تفرقہ پیدا کرکے اپنے ظالمانہ تسلط کو جاری رکھا ہوا ہے اور لوگوں پر حکومت کر رہے ہیں۔کتاب "تحلیلی بر عملکرد یہود در عصر نبوی"میں لکھتے ہیں:

یہودیوں کا مسلمانوں کے درمیان انحرافی افکار پھیلانا

یہودیوں کے جرائم کے بہت زیادہ اثرات و نتائج ہیں لیکن ان میں سے ایک اہم ترین اثر ثقافتی اور عقیدتی تخریب کاری ہے ۔ جس کا سبب مسلمانوں کے درمیان شبہات،بعض باطل افکار اور خرافات پھیلانا ہے۔

انہوں نے اس وقت رسول خدا(ص) کی مخالفت کی بنیاد رکھی اورتورات میں تحریف کے ذریعہ شکوک وشبہات پیدا کئے اور بعض جھوٹی روایات نقل کیں،پھر انہیں یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان ترویج دیا ۔ان کا یہی ناپسندیدہ عمل یہودی عوام حتی کہ بعض مسلمانوں کی گمراہی کا بھی باعث بنا اور انہیں دوراہے پر کھڑا کر دیا۔ اس بناء پر یہودی سربراہوں کی طرف سے شبہات اور انحرافی افکار پھیلانے سے ذہنوں پر بہت ہی تباہ کن اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ان شبہات کو لوگوں کے افکار سے آسانی سے ختم کرنا ممکن نہیں ہے۔

یہودیوں کی مخالف۔ کاروائیوں میں سے روایت میں اسرائیلیات کو داخل۔ کر۔ا ہے جب ۔ ان میں سے اکثر ج لی اور جھوٹی تھ۔یں اور اسلام کے خلاف ثقافتی اور عقیدتی سازشیں بھی اسی کا حصہ ہیں۔ا ۔ اس کے ذریعہ اسلام کی عظمت کو ک۔م کر س۔کیں اور ا سے انسانی معاشرے میں غیر م قبول شکل میں پیش کریں اور اس کی بڑھتی وئی ترقی کو روک سکیں۔

مگر افسوس ۔ وہ اس پس منظر میں دھو۔ اور فریب سے داخل و ئے اور حتی۔ا ۔و س۔کاانہوں نے کامی۔ابی سے ۔ل کی۔ا اور مخصوص افراد کے ذریعہ گمراہ کرنے والے افکار ،یہودی عوام حتی ۔ مانوں میں بھی پھ۔یلائے اور انہیں شبہات کے س۔مندر م۔یں غرق کیا۔

اس بن۔اء پر اگر رسول اکرم(ص) مانوں کو اہل۔ ۔تاب کی طرف رجوع کرنے اور ان کی ۔۔ابوں سے اس۔تف۔ادکرنے سے منع ک۔ریں[1] تو ی۔ق۔ی۔نا اس میں حکمت ہے اور یہودیوں کی طرف سے شامل کی گئی چیزیں اس کی واضح دلیل ہیں۔خاص طور پر جب مر بن خط۔اب نے یہودیوں کی ۔تاب سے استفادہ کیا تو رسول اکرم (ص) کا اس کے سات۔ خت رویہ اس بات کا شاہد ہے۔

----

[1]۔ تفسیر الق۔رآن ال۔عظیم،ابن کثیر): ج۲ص۴۶۷

مر بن خطاب کا اہل۔ ۔تاب سے رشتہ اور اس کے سات۔ رسول اکرم(ص) کےرو یہ کے بارے میں روایت نقل کرتے ہیں۔وہ کہت۔ا ہے:میں نے یہودی۔وں سے پ۔ مطالب پوچھے اور لکھے اور انہیں ایک جلد میں ر کر لایاتو رسول اکرم(ص) نے پوچھا:اے مر تمہارے ہات۔ میں کیا ہے؟

میں نے جواب دیا:اس میں ایک تحریر ہے جو میں نے یہودیوں سے اخذ کی ہے ت۔ا ۔ اپنی م لومات میں اضاف۔ کر سکوں!!

پیغمبر اکرم(ص) اس طرح ن۔اراض وئے ۔ آپ کا چہرا سرخ و گیا ،پھر آپ نے تمام مانوں کو جمع کیا اور فرمایا:

اے لوگو!تمہیں زندگی میں جن سائل،احکام اور اخلاق کی ضرورت تھی ،میں نے وہ ب خوبصورت اور مختصر شکل میں بغیر ک۔ی آزردگی کے تمہارے لئے بیان کئے جو ب واضح و روشن ہیں۔پس گمراہ ن۔ وجاؤ اور گناہ و م یت ن۔ کرو ،نیز کوئی پست اور گن۔اہگار انسان بھی تمہیں دھو۔ ن۔ دے۔

پس میں کھڑا وا اور میں نے کہا:میں را ن وں ۔ خداوند متعال میرارب ،اسلام میرا دین اور آپ میرے نبی وں!!

افسوس ہ یہودیوں کے ساتھ اس کے اسی رشتہ نے اپنے اثرات دکھائے اور پیغمبر اکرم(ص) کی حیات کے آخری دنوں میں اسلام اور اسلامی سرزمین کی وسعت کے باوجود مسلمانوں کے درمیان یہودیوں کی خرافات نے انتشار پیدا کر دیا اور کعب الاحبار، عبداللہ بن عمرو بن عاص اور ابوہریرہ جیسے افراد نے اس میں حصہ دار تھے۔جیسا ہ عمر بن خطاب نے بھی اس زمانے میں "تمیم بن اوس"کو اجازت دی ہ وہ منبر نبوی میں لوگوں کے سامنے برملا اپنے قصہ اور نتائج بیان کرے ،جب ہ وہ خود کعب الاحبار کے قصے سنا کرتا تھا۔[1]اس بناء پر عمر کی تائید سے اس دور میں قصہ گوئی رائج ہو گئی اور انہی قصہ کہانیوں کے ذریعہ لوگوں کے درمیان خرافات اور جھوٹ عام ہوا ۔

چونکہ عوام الناس کو حیرت انگیز چیزوں میں دلچسپی ہوتی ہے ،اس لئے وہ قصہ کہانیاں سنانے والوں کے اردگرد جمع ہو جاتے تھے اور ان کی جھوٹی باتیں سنتے تھے ،اس طرح سے انہوں نے لوگوں میں اسرائیلیات کو عام کر دیا۔

ڈاکٹر ابو شہبہ کہتے ہیں:قصہ گوئی کی بدعت عمر بن خطاب کے آخری زمانے میں شروع ہوئی اور پھر اسے ایک فن کے طور پر پیش کیا جانے لگااور اس میں ایسی چیزیں داخل ہو گئیں جو علم و اخلاق کے شایان شان نہیں ہیں۔[2]

اس بناء پرلوگوں میں اسرائیلیات اور انحرافی افکار کو پھیلانے میں یہودیوں کی سازشیں اور عمر بن خطاب کا ان کی حمایت کرنا اور قصہ گوئی کو عام کرنا(جب ہ وہ قصہ کہانیاں بھی مکمل طور پر اسرائیلیات اور خرافات میں سے تھیں) مسلمانوں کے درمیان انحرافی افکار اور گمراہ کن شبہات کو پھیلانے کا باعث بنا۔جس کی بدولت بہت سے غیر مناسب اثرات سامنے آئے ۔انہی کاموں کی وجہ سے بہت سے اہل کتاب اپنی گمراہی و ضلالت پر باقی رہے اور بہت کمزور ایمان والے مسلمان بھی راستہ سے بھٹک گئے۔اس رو سے ہر زمانے میں نامناسب اور گمراہ کرنے والے افکار کی ترویج کے اثرات نقصان دہ ہی ہوتے ہیں اور اس زمانے میں یہودی اس مسئلہ

----

[1]۔ التفسیر المفسرون فی ثوبۃ القشیب:ج۲ص۱۲۲

[2]۔ اسرائیلیات والموضوعات فی کتب التفسیر:۸۹ اور ۱۲۳

سے آگاہ تھے لہٰذا انہوں نے لوگوں میں شبہات پھیلانا شروع کر دیئے ،ان کے اس ناجائز کام کے بہت مضر اثرات تھے ۔ان میں سے ایک یہ تھا کہ پیغمبر اکرم(ص) نے اپنی زندگی کا زیادہ وقت ان شبہات کو رد کرنے میں صرف کیا۔[1]ایک انتہائی اہم نکتہ ہے جس کے بارے میں اہلسنت حضرات کو مکمل طور پر سوچنا چاہئے ۔جیسا کہ ان کے مشہور علماء نے بھی اپنی کتابوں میں لکھا ہے ۔ اوروہ نکتہ یہ ہے : عمر لوگوں کی پیغمبر اسلام(ص) کی احادیث لکھنے اور ان کے بارے میں گفتگو کرنے سے روکتا تھااور کہتا تھا:رسول خدا(ص) کی احادیث کو نقل کرنا،لوگوں کا خدا کی کتاب سے غفلت اور اسے اہمیت نہ دینے کا باعث بنے گا!

اگر عمر کا لوگوں کو احادیث نقل کرنے سے روکنے کا مقصد یہ تھا کہ لوگ قرآن کی طرف توجہ کریں تو پھر کیوں اس نے لوگوں کو قصہ گوئی اور اسرائیلیات بیان کرنے سے منع نہیں کیا؟بلکہ اس نے توتمیم بن اوس جیسے شخص کو اجازت دی کہ وہ منبر نبوی میں لوگوں کے سامنے اپنے قصہ بیان کرے!اور یہ صورت حال ایسے ہی جاری رہی یہاں تک کہ ڈاکٹر ابو شبہہ کے مطابق عمر کے آخری زمانے میں قصہ گوئی کا باقاعدہ آغاز ہوا اور پھر اسے بعض افراد نے ایک فن اور پیشہ کے طور پر اخذ کیا!

اگر رسول اکرم(ص) کے مطالب اور احادیث قرآن سے دوری کا باعث بنتی ہیں تو کیا عمر کا یہودیوں کے مطالب کو جمع کرنا ،قرآن کی طرف توجہ نہ کرنے،یا کم توجہ کرنے کا باعث نہیں تھا؟!!!

جی ہاں!راہ ہمیشہ واضح و روشن تھی اور ہے لہٰذا اہلسنت کو چاہئے کہ وہ جس راہ پر چل رہے ہیں اس پر غور کریں ،خاص طور پر ان کے جوانوں کوزیادہ تفکّرکرنا چاہئے جو کہ زیادہ روشن فکر ہیں تا کہ مکمل وشیاری کے ساتھ جس چیز کا یقین ہو جائے ،اسے حاصل کریں۔

----

[1]۔ تحلیلی بر عملکرد یہود در عصر نبوی:۱۴۸

اسلام کو مٹانے کے لئے یہودیوں کی ایک اور سازش

افسوس کہ پیغمبر اکرم(ص) کی احادیث کو تدوین کرنے سے منع کرنا اسی مرحلہ پر اختتام پذیر نہیں ہوا بلکہ یہودیوں نے اپنے ظاہری اور مخفی ہتھکنڈوں سے رسول خدا(ص) کی باقی بچنے والی حدیثوں کو جھٹلایا اور انہیں پیغمبر(ص) کی رحلت کے بعد کی صدیوں میں بناوٹی حدیثیں قرار دیا۔

یہودیوں کے کارندوں کا یہ دعویٰ مسلمانوں کا رسول اکرم(ص) کے فرمودات سے روگردانی کرنے کا باعث بنا ۔

اب اس رپورٹ پر مکمل غور کریں: بہت عرصہ پہلے ایک ہنگری نژاد یہودی محقق "ایگناز گلدزیہر" (Ignaz Gold Ziher) نے Muhammedanische Studien کے نام سے اپنی کتاب کی دوسری جلد لکھی اور اس میں ان اسلامی روایات و احادیث کا تجزیہ کیا جس کے بارے میں وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ کلام، عقائد اور پیغمبر اکرم(ص) کے شخصی کردار کے بارے میں ہیں۔وہ معتقد ہیں کہ مطلق طور پر ان احادیث کا پیغمبر (ص) کی حیات میں کوئی بنیادی کردار نہیں ہے بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ آٹھویں اور نویں صدی عیسوی میں وجود میں آئیں جو اسلام کی وسعت کے زمانے میں پیش آنے والے مسائل کی عکاسی کرتی ہیں یعنی پیغمبر اکرم(ص) کی رحلت کے بعد کی ایک صدی یا اس سے کچھ زیادہ مدت کے دوران۔

"گلدزیہر"کے نظریہ کی بناء پر جب بھی مسلمانوں کے درمیان کوئی سیاسی،مذہبی یا حقوقی اختلاف رونما ہوتا تو کئی حدیثیں وجود میں آجاتیں اور طرفین اپنے عقائد کا دفاع کرنے کے لئے پیغمبر اکرم(ص) سے نسبت دی گی احادیث کا دامن تھامتے۔انہوں نے اپنی مباحث میں پہلے اسناد کا تجزیہ کیا اور بنی امیہ کے طرفداروں اور ان کے مخالفوں کے نظریات کا جائزہ لیا۔

یہودیوں کا امویوں کی حمایت کرنا

انہوں نے یہ کہا:اس زمانے میں دوسری تبدیلی مسلمانوں کی روائی سنت کے خلاف تنقیدی رویہ تھا جو امویوں کی کامیابی کا مثبت طور پر تعین کرتا تھا۔

ولہاوزن کے مطابق امویوں کی کامیابی ایک سلطنت کے قیام کے لئے تھی اور اسے انتظامیہ کی مدد سے چلایا گیا۔ تحسین تھا۔"ہینری لامنز بلژکی" کی تحریروں میں یہ تحسین اور زیادہ نکھر جاتی ہے۔

"لامنز"(Lammens) امویوں کو شام میں عرب کی ملّی حکومت کا بانی سمجھتے ہیں اور اسے اسلام کے زیر تسلط نہ جانے کس وجہ سے ایک طاقتور اور کامیاب حکومت قرار دیتے ہیں۔ اپنے آبائی ملک سے عشق و محبت کی وجہ سے اس مہاجر مؤلف نے اپنے علم و دانش کو عربی منابع کے مطالعہ میں استعمال کیا اور اپنی چاہت کے مطابق اموی حکومت کا بہت ہی مناسب چہرا دکھایا۔(انہوں نے اپنی تحریر و تالیف کا زیادہ حصہ لبنان میں گذارا جو تاریخی اعتبار سے شامِ کبیر کا ایک حصہ شمار کیا جاتا تھا)۔حقیقت میں ان کا کام یہ تھا کہ مختلف منابع میں امویوں کے دفاع میں مطالب جمع کریں اور اسے اسلام کی روائی سنت کے خلاف چھپے ہوئے عوام تک ایک حربہ کے طور پر استعمال کریں۔مجموعی طور پر تقریباً پچاس عرصہ پہلے تک غربی محققین اسی طرح ان دو رویوں پر ہی تکیہ لگائے رہے اور گلدزیہر،ولہاوزن،لامنزاور ان کے ہم عصر معا رین جیسے "ک.ھ بکر"اس سے آگے نہیں بڑے۔

۱۹۴۰ء کی دہائی کے آخر میں امریکی محقق D.C Dennett نے طیارے کے حادثہ میں اپنی موت سے چند دن پہلے کہا تھا کہ ولہاوزن کے تجزیہ کے مطابق امویوں کے ٹیکس کے نظام پر اعتراض اور اشکال وارد ہوتا ہے اور جو عباسی انقلاب کی اصطلاح کے بارے میں تجزیہ پر دلالت کرتا ہے۔دوسرے محققین نے امویوں کے زوال کے بارے میں ولہاوزن کے نتائج پر تنقید کی ہے اور وہ معتقد ہیں کہ اس نے حد سے زیادہ عربوں کی حیثیت اورہاشمی تحریک میں ایرانی سربرا وں کے کردار پر زور دیا ہے۔اور اسی تاکید سے ایک برعکس تاکید وجود میں آئی کہ جو اسلامی تاریخ میں عربوں کی اہمیت کا بیان کرتی ہے ۔اس کی تائید کے لئے "م.آ.شبان" کے آثار بطور نمونہ پیش کیے۔ان سب تنقیدوں کے باوجود ولہاوزن نے اموی تاریخ میں جو عمارت تعمیر کی وہ وسیع بنیادوں پر آج بھی قائم ہے ۔لیکن پھر بھی اس کے منابع میں تجزیاتی روش کو ناکارہ بلکہ شبہہ آمیز سمجھا گیا ہے اور اسے قابل اعتراض قرار دیا گیا ہے۔ بعض دانشور کو اس بارے میں شک و شبہ ہے کہ کیا اموی دور کے بارے میں کوئی تفصیلی تاریخ لکھی جا سکتی ہے۔

اس سے پہلے ۱۹۵۰ء میں تاریخ صدر اسلام کے مرجع کے عنوان سے مانوں کی روائی سنت پر کلی شکلیت کی گئی جس پر گلدزیہر نے اپنے آثار میں رمو تائید ثبت کر دی اور بعد میں اس کے شاگرد "جی.شاخت" نے زیادہ شدت کے ساتھ اپنے تاد کے فکری سفر کو جاری رکھا۔

"شاخت" نے اسلامی شریعت کے مآخذ کے بارے میں تاریخی تحقیقات کے بعد دعو کیا ، اسے اپنے تاد کے نظریات کی تائید میں بہت سے شواہد ملے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے ، اسلامی روایات پیغمبر(ص) کی رحلت کے بعد کے زمانے میں وجود میں آئی ہیں اور ان ب سے بڑھ کران کی تشکیل پر قانونی تنازعہ اثرانداز تا ہے۔!!

پھر ایسے لوگ بھی پائے گئے جنہوں نے "شاخت" کی تحقیقات کی مدد سے سنت روائی میں تاریخ صدر اسلام کی تحقیقات پر حملہ کیا۔

۱۹۷۳ء میں "آ.نت" نے Untersuchungen Quellenkritische کے نام سے اپنی ایک تاب شائع کی جس میں اس نے منابع کا تجزیہ کرنے والی ولہاوزن کی بنیاد پر اعتراض کئے۔اس نے اس بات پر زور دیا ، تاریخی روایات کو جمع اور منتقل کرتے وقت انہیں پھر سے نئی طرز پر لکھا گیاحتی ، ابتدائے اسلام کے اخباریوں کا ابتدائی سنت روائی میں کوئی ل دخل نہیں تھا جب ، ان کی تحریروں کا خلاصہ ہمارے منابع میں وجود ہے۔بلکہ وہ بھی ان معلومات کو جمع و تدوین کرنے والے تھے ، ان تک رسائی سے پہلے یہ ابتدائی تشکیل کے مرحلہ تک ہی تھا۔

وہ معتقد تھا ، ہم تک پہنچنے والے منابع تک رسائی نہیں ہیں اور اسی طرح آٹھویں صدی عیسوی کے اخباریوں اور واضح و معین خصوصیات کے خاص مکاتب تک بھی رسائی ممکن نہیں ہے اور ان میں سے ہر کسی کی واقعیت اور جزوی حیثیت کو الگ الگ نہیں کر سکتے۔حقیقت میں ان میں سے ہر ایک کو متنوع معلومات اور نظریات سے منتقل کیا گیا ہے۔

پھر "نت" نے منابع پر اشکالات اور ان کی داخلی شکل کو علیحدہ کیا تا ، وہ یہ دکھا کے ، منابع رف "topoi" کا ایک مجموعہ ہے اور ، تاریخی اعتبار سے اس کی بنیاد پر سوال اٹھا ہے۔

مفصل صورت میںصدر اسلام کی تاریخ کی تعمیر نو کے لئے ان منابع سے استفادہ کرنا برا سمجھتا تھا۔ایسا لگتا ہے کہ "نت" یہ چاہتا تھا کہ اپنی کتاب کی تالیف سے ابتدائے اسلام کی تاریخ سے اپنی مرضی کے مطابق نتائج اخذ کرے لیکن اسے عملی جامہ نہ پہنانے میں کامیاب نہ ہو سکا ۔تمام مؤرخین نے کم و بیش راویوں کی تاریخ لکھنے میںولہاوزن کی تقلید کی اور منابع پر تنقید کے ذریعہ ان کا خیال تھا کہ صحیح تنقید سے راوی کی تاریخ کی تعمیر نومیں مدد مل سکتی ہے۔

جرمنی میں "ردوان سعید "اور "گرانٹ روٹر"جیسے دانشوروں کا نام لیا جاسکتا ہے جن کی کوشش تھی کہ ولہاوزن کے اسی طریقہ کار سے استفادہ کریں۔لیکن وہ بربید سماجی اور اقتصادی مفاہیم کے منابع سے زیادہ استفادہ کرتے تھے۔دریں اثنا امریکہ میں"ف.مک گراو دانر" (F.Mcgraw Fonner)نے فتوحات عرب کی تاریخ کو جدید انداز میں لکھا اور اس نے اپنی کتاب کی تالیف میں اپنی روش شناسی کی توجیہ کا وعدہ کیا۔لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اکثر ان بدعت آمیز تحقیقات میں پابندی اور تعطل کا احساس ہوتا ہے۔ "ورنراندہ"(Wener Ende) اور "ا.ل پترسون"(E.L Peterssen)ایسے مؤلفین کا واضح نمونہ ہیں۔

حالیہ دنوں میں'Slavesson Horseses'کے نام سے 'پیٹریسیاکرون' (Patricia Crone)کی تالیف میں کوشش کی گئی ہے کہ گلدزیہر،شاخت اور نت کے طریقہ کار کو قبول کرتے ہوئے اسلامی منابع میں ایک دوسری روش سے استفادہ کیا جائے۔ "پیٹریسیاکرون"کے مطابق یہ طریقہ کار زندگی نامہ یا انساب کے لئے موزوں ہے۔

اس کا کہنا ہے کہ اگر اسلامی منابع میں بنیادی معلومات(اسماء تاریخ خلفاء اور سربراہ وغیرہ) کا مستقل منابع (جیسے کے نوشتہ جات اور غیر اسلامی منابع)سے رجوع کرکے تجزیہ کیا جائے تو دو طرح کے یہ منابع ایک دوسرے کی باہمی تائیدسے ہماری مدد کر سکتے ہیں۔

اسی طرح اس کا خیال ہے کہ اگر اسلامی معلومات میں پوشیدہ تمام معلومات کوبعد کے زمانے کی جعلی یا topoiکے نوشتہ جات کا اقتباس کہہ کر کم اہمیت دی جائے تو یہ انصاف نہیں ہوگا۔

واضح ضمنی وارد جیسے کسی شخص کا سماجی مقام، کسی قبیلہ یا فرقہ کا تعلق، قبیلہ میں ازدواج، سماجی وسیاسی روابط سے بہتر اندراز میں حقیقت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جزئی دکھائی دینے والی معلومات جیسے کسی شخص کا مقام، کسی قبیلہ یا فرقہ کا تعلق، ازدواج کے اعتبار سے کسی شخص کے تعلقات، سماجی و سیاسی روابط حقیقت سے زیادہ نزدیک ہوتے ہیں اور مؤرخ کو ان معلومات کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے اور اس کے بعد دوسرے مراحل(جیسے قیام کرنے کے اسباب اور تاریخ کے بڑے واقعات کے بارے میں تاریخی رپورٹ) کو طے کرے۔

اس نظرئے کی رو سے "کرون" کی کتاب میں جو چیز قابل توجہ ہے وہ مشترک یکجہتی اور مفہومی باریک بینی ہے۔ اس نقطۂ نظر کے نتائج (کہ جنہیں اخذ کرنے میں دوسرے بھی حصہ دار ہیں، یا پھر پیش پیش ہیں) میں سے یہ ہے کہ یہ سادہ روایت اور واضح سیاسی واقعات سے دور ہوگئے اور مختلف ادروں اور سماجی و مذہبی تاریخ میں زیادہ دلچسپی دکھانے لگے۔

"م.ج. ورنی"(M.G Morony) کی کتاب ایک دوسرا نمونہ ہے کہ جس میں اس نقطۂ نظر کی پیروی کی گئی ہے کہ بربر اسلامی دنیا بالخصوص عربی دنیا میں اموی تاریخ بعض واقع (مثل آئینہ) آج کے مذہبی اور سیاسی خدشات کی عکاسی کرسکتی ہے۔ لیکن اس کا یہ معنی نہیں ہے کہ اموی تاریخ کے بارے میں لکھی گئی تمام نئی عربی و اسلامی کتابیں آج کے مسائل کا حل پیش کرسکتی ہیں، یا اگر کسی مؤلف کے مذہبی یا سیاسی رویہ کو پہلے ہی سے یہ پیشگوئی کرسکتے ہیں کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے۔ بلکہ اموی دور کی اہمیت مشرق وسطی کو اسلامی و عربی بنانا ہے۔!

اس معنی میں یہ واضح ہے کہ عرب یا مسلمان (جو آج کی جدید دنیا میں اپنی شناخت کے پیچھے ہیں) اموی سلسلہ کی تاریخ میں اپنی شناخت کی تلاش کر رہے ہیں اور خاص طور پر اسلام اور عربی قومیت کے درمیان کسی بھی طرح کی ممکنہ کشیدگی اموی تاریخ کے بارے میں نظریات پر اثرانداز ہوسکتی ہے۔

عربی قومیت کی نظر میں اموی سلسلہ کو پہلی عرب سلطنت قرار دیا جاسکتا ہے لیکن اسلامی روائی سنت میں امویوں کی عام طور مبہم تصویر پیش کی گئی ہے اور اگر شناخت کے مسئلہ میں اسلام کی طرف دیکھا جائے تو عرب اپنے مسائل حل کرسکتے ہیں۔

اگر شیعہ اپنی مخصوص شیعی نظر (یعنی تشیع کی روائی سنت سے اخذ کی جانے والی نظر) سے اموی تاریخ پر نگاہ کریں تو یہ ایک کلی کشیدگی اور شاید پوشیدہ و منفی کشیدگی بھی ہے اور اگر شامی قومیت اورعام عربی قومیت کو حاشیہ میں رکھیں تو دونوں صورتوں میں ممکن ہے یہ کشیدگی ظاہر ہو کر حقیقت کوزیادہ واضح طور پر بیان کرے۔[1]

"گلدزیہر"وغیرہ کے نظریات کا تجزیہ و تحلیل

اس رپورٹ میں" گلدزیہر"نے احادیث نبوی کا انکار کیا ہے اور انہیں پیغمبر اکرم(ص) کی رحلت کے ایک صدی یا اس سے بھی زیادہ مدت کے بعد کی اختراع قرار دیاہے ۔ وہ ایک یہودی کے طور پرپہچانا جاتا ہے جو رسول خدا(ص) کی احادیث کو آنحضرت(ص) کے بعد سیاسی جھڑپوں کا نتیجہ سمجھتا ہے۔

اس کے بعد "ولہاوزن "نے نہ صرف آنحضرت(ص) کی احادیث کا انکار کیا بلکہ اموی‎ں کی تعریف بھی کی اور اس کے بعد "لامنز"نے امویوں کی اور زیادہ تعریف و تحسین کی۔

جرمنی اور امریکہ میں بھی مورخین نے "ولہاوزن" کی اسی راہ و روش کو جاری رکھا اور وہ بھی بنی امیہ کی تعریف کرتے رہے۔

یہاں ایک اہم سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس کا جواب بہت سے بنیادی مسائل کو حل کرنے میں مدد گار ثابت ہو سکتا ہے اور وہ سوال یہ ہے:یہودی اور ان کے طرفدار مورخین جیسے "گلدزیہر" اور"ولہاوزن"نے پیغمبر اکرم(ص) کی احادیث کا انکارکیوں کیا اور انہیں آنحضرت(ص) کی رحلت کے بعد تشکیل دی جانے والی اختراع قرار دیا؟!!

ہم اس سوال کے جواب میں کہتے ہیں:اگرچہ مروان نے مسلمانوں کے درمیان حدیث کے عام ہونے اور تدوین حدیث کو روکنے کے لئے ہر ممکن کوشش کی لیکن ان سب کے باوجود ابتدائے اسلام ہی سے مسلمانوں نے رسول اکرم(ص) کے آثار یعنی احادیث کو لکھنے کی کوشش کی جس کی وجہ سے رسول اکرم (ص) کی بہت سی احادیث امت میں باقی رہیں۔

----

[1] ۔ امویان؛نخستین ودمان حکومت گر در اسلام:۱۴۶

فریقین کی کتابوں میں موجود پیغمبر اکرم(ص) کی حدیثیں مذہبی اور اعتقادی پہلو کے علاوہ سیاسی اعتبار سے بھی بہت زیادہ اہمیت کی حامل ہیں جیسے وہ روایات کہ جن میں آنحضرت(ص) نے بنی امیہ کے بارے میں پیشنگوئیاں کی ہیں۔

ان پیشنگوئیوں(جو اس کتاب میں تفصیل سے ذکر ہوئی ہیں) میں رسول خدا(ص) نے مذہبی اور عقیدتی پہلو کے علاوہ سیاسی اعتبار سے بھی عام لوگوں اور پوری ملت کو بنی امیہ کی کالی کرتوتوں سے آگاہ کیاہے۔

چونکہ یہ پیشنگوئیاں تواتر کی حد تک ہیں اورعمائے اہلسنت نے بھی انہیں اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے لہذا بنی امیہ کے جرائم اور رسوا رویہ میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے۔بعثت سے پہلے اور رسول خدا(ص) اور آنحضرت کے بعد ان کی دین اورپیغمبر اکرم(ص) کے خاندان سے دشمنی واضح و آشکار ہے۔

تحقیر کرنے والے یہودی بنی امیہ کے بے شرم خاندان کے دامن پر لگے ہوئے داغ دھونا چاہتے تھے لہذا ان کے پاس پیغمبراکرم(ص) کے فرمودات و ارشادات کا انکار کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا!

یہ واضح سی بات ہے کہ جومختلف پہلوؤں سے تمام خاندان بنی امیہ یا ان کے مخصوص افراد کے بارے میں ان پیشنگوئیوں کو جانتا ہو وہ کبھی بھی اموبوں کو دین کا طرفدار اور خدا کا خلیفہ نہیں سمجھ سکتا۔

یہودی اور ان کے طرفدار چاہے وہ امریکہ میں ہوں یا جرمنی میں یااس راہ میں یہودیوں کی حمایت کرنے والے دوسرے ممالک میں ہوں ،انہوں نے اموبوں کے گمراہ کرنے والے عقائد(آج کل وہابیت جن کی ترویج کر رہی ہے)کو زندہ کرنے کے لئے احادیث کا انکار کیاتا کہ وہ بنی امیہ کے گمراہ کرنے والے عقائد کی تبلیغ و ترویج سے معاشرے میں وہابیوں کے پست عقائد کو عام کریں۔

بنی امیہ کی شکست اور اموبوں کی حکومت کے زوال کے ساتھ ہی ان کا اقتدار بھی ختم ہو گیا اور آہستہ آہستہ ان کی ظالم حکومت کا نام و نشان مٹ گیا۔

یہودی مسلمان ممالک میں اموبوں کی نئی حکومت کی تشکیل سے ناامید ہو چکے تھے لہذا انہوں نے ایک اور چال چلی اور مسلمانوں

میں امویوں کے عقائد و افکار کوزندہ کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے لئے انہوں نے امت اسلامی میں اختلافات کی آگ بھڑکائی (جو یہودیوں کی ہمیشہ سے دیرینہ سازش رہی ہے)اور امویوں کے عقائد و افکار(یعنی جو رسول خدا (ص) اور خاندان وحی علیہم السلام کی دشمنی پر مبنی ہیں) بھی امت میں عام کئے۔

تاریخ سے آشنا اور تاریخ کو انصاف کی نظر سے دیکھنے کی کوشش و جستجو کرنے والے جانتے ہیں کہ بعثت سے پہلے ہی بنی امیہ کی بنی ہاشم سے دیرینہ دشمنی تھی جسے انہوں نے اسلام کے بعد بھی منافقانہ صورت میں مخفیانہ طور پر باقی رکھا اگرچہ کئی بار اس سے پردہ اٹھا جس سے ان کی حقیقت آشکار ہو گئی۔

ایسے محققین کو بآسانی پتہ چل جاتا ہے کہ امویوں کی راہ و روش کو زندہ کرنے والے وہابی ہی ہیں اور یہی مذہب کے خلاف ان کے عقائد و افکار کی ترویج کرنے والے ہیں۔

خدا سے دشمنی، خدا کے رسول اور آل رسول علیہم السلام سے دشمنی،قبروں کو برباد کرنا،رسول خدا(ص) کے آثار کو ختم کرنا، اسلام کی ترقی کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کرنا ،یہودیوں اور عیسائیوں سے روابط قائم کرنا،خانۂ کعبہ سے دشمنی اور کعبہ کے مقابلہ میں بیت المقدس کو محترم شمار کرنا امویوں کی اہم سازشوں اور ہتھکنڈوں میں سے ہیں اوراب وہابیت اس کی ترویج کر رہی ہے اور انہی کے نقش قدم پرچل رہی ہے۔

امویوں نے کس طرح یہودیوں کے مطالبات کو پورا کیا،یہ جاننے کے لئے حجّاج (جو بنی امیہ کے وحشی و خونخوار حاکموں میں سے ہے)کے افکار و کردار کا مختصر حصہ اور اسی طرح عبد الملک کے افکار کا کچھ حصہ بیان کرتے ہیں تا کہ آپ یہ جان لیں کہ امویوں نے کس طرح یہودیوں کے مطالبات کو پورا کیا:

حجاج؛ یہودی افکار پھیلانے والا

جتنی حجاج کی حکومت زیادہ ہوتی گئی، اسلام اور دین کے خلاف اس کی سرکشی اور گستاخی بھی اتنی ہی زیادہ بڑھتی گئی۔یہاں تک کہ اس نے اپنے ایک خطبہ میں پیغمبر اکرم(ص) کی قبر مطہر کی زیارت کرنے والوں کے بارے میں کہا:ان لوگوں کو موت آئے! کیوں یہ لوگ مٹی کے ڈھیر اور لکڑی کے گرد چکر لگا رہے ہیں؟! کیوں یہ امیر المؤمنین عبدالملک !! کے دربار کا طواف نہیں کرتے؟ کیا انہیں معلوم نہیں ہے کہ ہر شخص کا خلیفہ اس کے رسول سے بہتر ہے![1]

چونکہ دوسرے حاکم خلیفہ کی نظر میں اس کی حرمت کو جانتے تھے لہذا وہ اس کی چاپلوسی کرتے اور اس کا تقرّب حاصل کرنا چاہتے تھے! حجاج نے نئے سرے سے پورے عراق اور مشرقی علاقوں میں دہشت گردی کی حکومت کا آغاز کیا ۔اس نے کوفہ کے بہت سے بزرگ اور نیک افراد کو بے گناہ قتل کیا یہ وہی تھا جس نے خوارج کی بغاوت اور فسادات کی آگ کو بجھایا۔اس نے دلوں میں اتنا خوف ڈال دیا تھا کہ نہ صرف عراق بلکہ پورے خوزستان اور مشرق پر آسانی سے قبضہ میں کر لیا۔اگرچہ حجاج اپنے ماتحت افراد پر بہت سختی کرتا لیکن حاکموں کے سامنے بہت خشوع و خضوع اور چاپلوسی سے پیش آتا تھا۔جیسا کہ اس نے عبدالملک کو خط لکھا: میں نے سنا ہے کہ امیر المؤمنین!کو محفل میں چھینک آئی اور وہاں موجود لوگوں نے "یَرْحَمُکَ اللّٰہ"کہا ہے،"فَیا لَیْتَنِیْ کُنْتُ مَعَھُمْ فَأَفُوْزَ فَوْزاًعَظِیْماً"![2]وہ اپنے کلام میں عبدالملک کا مقام و مرتبہ پیغمبر سے زیادہ سمجھتا اور کہتا: لوگو!کیا تمہاری طرف بھیجا گیا رسول زیادہ عزیز ہے۔یا تمہارا خلیفہ؟ پیغمبر خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے اور عبدالملک اس کا خلیفہ ہے۔[3][4]

----

[۱]۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید:ج۱۵ص۲۴۲،عقد الفرید :ج۵ص۲۸۴، مروج الذہب:۴۴۲

[۲]۔ ابن عبد ربہ:ج۵ص۲۸۶

[۳]۔ ابن عبد ربہ:ج۵ص۲۸۶

[۴]۔ تاریخ تحلیلی اسلام:۲۰۵

عبدالملک بھی لوگوں کوخانۂ خدا کے طواف سے روکنے کی کوشش کرتا تھا اور لوگوں کومکہ و مدینہ کی بجائے شام کو حرم خدا کے طور پر پیش کرتا تھا۔ یعقوبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:جب اسے رومیوں اور ابن زبیر کی طرف سے دھمکیاں ملیں تو اس نے پہلی بار رومیوں کے ساتھ چارہ سازی کے بارے میں سوچا اور سلطنت روم کے ساتھ معاہدہ کیا اور بہت زیادہ ٹیکس دینے کی ذمہ داری لی۔چونکہ اسے بیرونی دشمنوں سے راحت مل چکی تھی لہذا وہ ابن زبیر کوچلنے کے لئے تیار ہو گیا۔حجاز سے مقابلہ کے لئے اس نے فوجی اور سیاسی دونوں طریقوں سے کام لیا۔اس نے سب سے پہلے سفر حج کو اس لئے ممنوع کر دیا تا کہ کہیں شام کے حاجی ابن زبیر کی تبلیغات سے متاثر ہو کر اس کی دعوت کو شام میں نہ پھیلائیں۔

یعقوبی لکھتے ہیں:لوگوں نے شکایت کی کہ کیوں ہمیں واجب حج سے روک رہے ہو؟

عبدالملک نے کہا:پیغمبر سے ابن شہاب زہری روایت کرتا ہے کہ تین مسجدوں کی زیارت کے لئےجانا چاہئے: مسجد الحرام،میری مسجد(مسجد نبوی) اور مسجد بیت المقدّس ۔ آج تمہارے لئے بیت المقدّس کا احترام مسجد الحرام کے برابر ہے!!یہی ابن شہاب کہتا ہے:یہ پتھر کہ جس پر یہودی رقص وپا ئی کرتے ہیں یہ وہی پتھر ہے جس پر شب معراج پیغمبر(ص) نے قدم رکھاتھا!عبدالملک کے حکم پر اس پتھر پر ایک گنبد بنایا گیا جس پر ریشم کے پردے آویزاں کئے گئے ،اس کے لئے خادم معین کئے گئے اور لوگوں کو اس کا طواف کرنے پر مجبور کیا گیا۔بنی امیہ کے پورے دورۂ حکومت میں یہ رسم جاری رہی۔[1]عبدالملک یہ چاہتا تھا کہ مکہ و مدینہ کی رونق کو ختم کرکے مسلمانوں کی نظر میں شام کو حرم خدا کے طور پر پیش کرے (اس کام کی پیروی حکمرانوں نے بھی تقلید کی ہے)۔[2] اب اس واقع پر بھی توجہ کریں:جب عبدالملک کے بیٹے سلیمان نے رسول خدا(ص) کے آثار میں سے ایک اثر کو نابود کیا تو عبدالملک نے اسے بہت سراہا: سلیمان بن عبدالملک ولی عہدی کے زمانے میں مدینہ آیا اور اس نے ابان بن عثمان بن عفّان سے کہا کہ اس نے ایک سیرت تحریر کی

----

[۱] ۔ تاریخ یعقوبی:ج۳ص۸

[۲]۔ تاریخ تحلیلی اسلام:۲۰۲

ہے۔[1]

----

[۱] ۔ سیرت کو لکھنے والا ابان بن عثمان بن عفان تھا یا کوئی دوسرا شخص؟اس کے لئے اس نکتہ کی طرف توجہ کریں:دوسری صدی ہجری میں سیرت لکھنے والوں میں سے ایک ابان بن عثمان بجلی"ہے اور اکثر و بیشتر حوالوں میں اسے ابان بن عثمان الاحمر البجلی"کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔ صرف یاقوت حموی نے ابان بن عثمان بن یحیی بن زکریا اللؤلؤی"کے نام سے ان کا تعارف کروایا ہے ۔اس کی یہ وجہ ہے کہ یاقوت نے حوالوں یعنی الفہرست تالیف شیخ طوسی"سے استفادہ کرنے میں دو زندگیوں کو آپس میں ملا دیا ہے۔شیعہ منابع میں جو کچھ ذکر ہوا ہے ،وہ یہ ہے کہ وہ بجیلہ نامی قبیلہ کے والیوں میں سے تھا ۔یہ معلوم ہے کہ " والی " ہونے سے عجمی ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ اسلام سے پہلے اور شاید بعد میں بھی خود عربوں میں عقد ولاء موجود تھا۔اس کی مثال رسول اکرم(ص) کی نسبت سے زید بن حارثہ کا ولاء یا بنی مخزوم کی نسبت سے عمار بن یاسر کا ولاء ہے۔اس صورت میں ابان کے عجمی ہونے کا قوی احتمال ہے۔بجیلہ قبیلہ کو ایک قحطانی قبیلہ سمجھا گیا ہے۔یہ قبیلہ بھی حجاز یا یمن کے بہت سے دوسرے قبائل کی طرح فتوحات کے آغاز میں عراق کوچ کر گیا اور یہ قادسیہ میں موجود تھا۔اس جنگ میں کچھ ایرانیوں نے خود کو عربوں سے ملحق کیا اور ان کی ولاء کو قبول کیا۔ ان میں سے کافی لوگ قید کر لئے گئے اور پھر آہستہ آہستہ آزاد ہونے کے بعد والی کے عنوان سے عربی قبائل سے ملحق ہو گئے ۔ قبیلہ بجیلہ جنگ صفین میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے ساتھ تھا حتی انہوں نے مختار کے مخالفین کے خلاف مختار کا بھی دفاع کیا ہے۔(معجم قبائل العرب:۶۵۱-۶۳).اس لحاظ سے اس قبیلہ میں تشیع کے آثار تلاش کرنے چاہئیں۔احمر کے علاوہ ان کے لئے محمد بن سلام(جو ان کے شاگردوں میں سے تھا)نے ایک اور لقب بھی ذکر کیاہے اور وہ الاعرج"ہے ۔ انہوں نے کچھ وارد میں انہیں "ابان الاعرج"کے نام سے بھی یاد کیا ہے۔(ر۔ک:طبقات فحول الشعراء:ج۲ص۴۸۲)ابان سے ان کی متعدد روایات (جو طبقات الشعراء میں مکرر ذکر ہوئی ہیں) پر غور کریں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مراد ہمارا مورد نظر ابان ہے۔یہ احتمال بھی ہے کہ اعرج ،احمر سے تصحیف ہوا ہو۔اس نکتہ پر غور کرنا ضروری ہے کہ "ابان بن عثمان الاحمر"کے علاوہ "ابان بن عثمان بن عفان"کے نام سے کوئی دوسرا شخص بھی موجود تھا کہ جو عثمان کا بیٹا تھا اور اس کے علاوہ اس کے پاس کئی سال مدینہ کی حکومت بھی تھی اور جس کے بارے میں یہ دعوی بھی کیا گیا ہے کہ سیرہ نبوی کی روایت لکھنے میں بھی اس کا بڑا ہاتھ تھا۔نام میں تشابہ کی وجہ سے بعض لوگ غلطی سے عثمان بن عفان کے بیٹے کو "ابان"کی بجائے امامی مذہب قرار دیتے ہیں۔ان میں سے "فؤاد سزگین"نے اوائل کے سیرت نگاروں میں ابان بن عثمان بن عفان کا بھی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ "تاریخ یعقوبی"میں اس سے کچھ منقولات بھی ذکر ہوئے ہیں۔(تاریخ التراث العربی،التدوین التاریخی:۷۰)حالانکہ تاریخ یعقوبی میں جس شخص سے منقولات ذکر ہوئے ہیں ،وہ ابان بن عثمان الاحمر ہیں۔اس کی دلیل یہ ہے کہ خود یعقوبی نے یہ وضاحت کی ہے کہ یہ ابان)حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت کا راوی ہے۔نیز یہ بھی ایک فطری امر ہے کہ عثمان کے بیٹے (جس نے جنگ جمل میں عائشہ کے ساتھ مل کر جنگ کی)کی عمر اتنی زیادہ نہیں تھی کہ وہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت کا راوی ہو۔اس کے علاوہ شیعہ حدیث کے منابع پر مختصر سی نظر ڈالیں اور ابان کی احادیث سے تھوڑی سی آشنائی سے پتہ چلتا ہے کہ ۔(بقیہ صفحہ بعد پر)

اور جب اس کے سامنے وہ سیرت پڑھی گئی تو اس نے دیکھا کہ اس میں انصار کے اوقبلہ و دوم اور جنگ بدر میں حاضر ہونے کا تذکرہ ہے ۔سلیمان نے کہا:"ما کنت أری لھولاء القوم ھذا الفضل"میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ اس قبیلہ میں بھی کوئی فضیلت ہے۔اس کے بعد اس نے حکم دیا اور اس سیرت کو جلا دیا گیا۔جب وہ واپس دمشق پہنچا تو اس کے باپ نے اس کام کی وجہ سے اس کی تعریف کی اور کہا:"ما حاجتک أن تقدم بکتاب لیس لنا فیہ فضل"[1]عبد الملک کے مطابق جس کتاب میں بنی امیہ کی فضیلت بیان نہ ہوئی ہو،اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے اگرچہ وہ رسول خدا(ص) کے فرمودات کا مجموعہ ہی کیوں نہ ہو۔ کتاب"اموییان"میں لکھتے ہیں:طاقت کے زور پر انہوں نے ایسی سیاست اختیار کی کہ بدترین ممکن شکل میں بھی انہوں نے اسلام کے تقاضوں کا ذرہ برابر خیال نہیں کیا اور بدترین ممکن شکل میں قطعی طور پر اسلام کے خلاف کھڑے ہو گئے۔ان کے سنگین ترین جرائم میں سے یہ ہے کہ انہوں نے خلافت کو اپنے خاندان کے لئے موروثی بنا لیا۔انہوں نے اسلام کے بہت سے پیروکاروں پر ظلم و ستم کئے حتی ان میں سے کئی افراد ،خاندان پیغمبر (ص) اورخاص طور پر پیغمبر اکرم(ص) کے نواسے حضرت امام حسین علیہ السلام شہید کیا۔انہوں نے شہر مکہ و مدینہ پر حملہ کیااور یہاں تک کہ انہوں نے دو بار مکہ کو اپنے تیروں کا نشانہ بنایا۔

(بقیہ صفحہ قبل) اس میں دو بندوں کو آپس میں غلطی سے مخلوط کر دیا گیا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ وہ کوفی تھے کیونکہ قبیلہ بجیلہ کوفہ میں تھا۔نجاشی "أصلہ کوف"کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"کان یسکنھا تارۃ و البصرۃ تارۃ"۔اسی وجہ سے بہت سے بصری جیسے ابو عبیدہ ،معمر بن مثّنی اور محمد بن سلام بصرہ میں ان کے شاگردوں میں سے تھے۔(رجال النجاش:۱۳ رقم ۸) قابل ذکر ہے کہ "کشی"میں نقل ہونے والی عبارت میں آیا ہے:"و کان أبان من أھل البصرۃ"(رجال الکشی:۳۵۲ رقم۶۶۰)یہ جان لیں کہ ابان اصحاب اجماع میں سے تھے؛ "أجمعت العصابۃ علی تصحیح ما یصحّ عنھم"یعنی جن سے انتساب دینا صحیح و اس میں کوئی شک نہیں رکھنا چاہئے ۔یہ ابان بن عثمان کی علمی وثاقت کا بلند مرتبہ کی واضح دلیل ہے۔وہ فقہ میں بے شمار ابواب کی روایات کے راوی ہیں جو کتب اربعہ اور دوسرے فقہی آثار میں روایت ہوئی ہیں۔علامہ تستری نے "قاموس الرجال"میں ان سے ایک فہرست ہمارے لئے ذکر کی ہے کہ کتاب 'الفروع کافی'میں ابان بن عثمان سے نقل ہونے والے وارد دوسرے محققین نے فراہم کئے ہیں۔(الشیخ الکلینی کتاب الکافی:۲۶۳-۲۹۹)۔منابع تاریخ اسلام:۶۳"

[1] ۔ مقالات تاریخی:۲۶۳

روایات بنی امیہ کی یہ بھیانک تصویر ہمارے لئے بخوبی آشکار کرتی ہیں۔حتی ۔ ا ویوں نے دوسروں کو اسلام قبول کرنے سے بھی اور طاقت کے زار پر زبردستی حکومت کرتے رہے۔اس دور میں ایسے ادبی آثار لکھے گئے ہیں جن میں بنی امیہ کے جرائم اور ظلم و ستم کو بیان کیا گیا ہے ، ان کے حریفوں اور دشمنوں کی منظوم ستائش کی گئی ہے اور خدا کو گواہ قرار دیا ہے ۔ کیوں اسلامی معاشرہ ان خدا سے بے۔خبر ظالموں کے ہاتھوں گرفتار رہاان آثار میں سے ایک عام ام جاحظ کی لکھی گئی کتاب ہے جو نویں صدی عیسوی میں لکھی گئی اور مقریزی کی کتاب جو پانچویں صدی عیسوی میں لکھی گئی۔[1]

یہودیوں کی قوم پرستی

"بریٹانیکا" انسائیکلوپیڈیامیں ذکر ہوا ہے: خود کو منتخب کردہ امت سمجھنے میں یہودیوں کے عقائد کے اصل عامل کو کتاب تمود سے نسبت دیتے ہیں اور اس پر شدت پرانہ طور پر عمل کرتے ہیں خود کو ہی محترم اور زندہ قوم سمجھتے ہیں۔[2][3]

جاہل عربوں میں یہودیت کے نہ پھیلنے کے بارے میں محمد جواد مغنیہ لکھتے ہیں:

یہودی اس بات پر تیار نہیں تھے ، ان کے آئین دوسری اقوام و ملل میں پھیلے کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق ایسا کرنے سے وہ دوسرے تمام انسانوں کی سطح پر آ جائیں گے اس لئے وہ ایسا کرنے پر تیار نہ ہوئے۔کیونکہ وہ معتقد تھے ، خدا نے انہیں

----

[۱] ۔ ا دیان؛نخستین ودمان حکومت گر در اسلام:۲۷

[۲]۔ نقدو نگرشی بر تمود سے اقتباس:۱۳۳

[۳]۔۔تمود کی تصریح کے مطابق: خدا کے نزدیک اسرائیلیوں کا ملائکہ سے زیادہ مقام ہے اور ان کے خلاف جنگ شوکت الٰہی کے خلاف جنگ ہو گی کیونکہ ہر یہودی خدا کا ایک مادی جزء ہے جس طرح بیٹا باپ کا جزو ہوتا ہے۔یہودی اور غیر یہودی میں اتنا ہی فرق ہے جتنا انسان اور حیوان میں فرق ہے۔(تمود،سنہدرین:۵۸۲،الکنز المرصود فی قواعد التمود سے اقتباس:۶۰،نیز ملاحظہ کریں:الاسفار المقدسۃ قبل الاسلام:۱۶۵ اور ۱۶۶،الکتاب المقدس فی المیزان:۲۳،مقارنۃ الادیان (الیہود): ۲۷۲ تا ۲۷۴،العرب و الیہود فی التاریخ:۱۷۴)

پوری کائنات پر برتری دی ہے اور انہیں منتخب کردہ قوم اور دوسری تمام اقوام کو ان کا غلام قرار دیا ہے۔اسی وجہ سے یہودی غیر یہود افراد کو "جوییم" یعنی انسان کی شکل میں حیوان کہتے ہیں۔[۱][۲] یہودی قوم پرستی اور بنی اسرائیل کو دنیا کے تمام لوگوں پر افضل سمجھنے میں مشہور ہیں۔انہوں نے اپنے عقیدہ پر اس قدر اصرار کیا کہ ان کا کہنا ہے:بنی اسرائیل کے علاوہ کسی میں یہودی ہونے کی صلاحیت نہیں ہے! اور صرف بنی اسرائیل ہی دین یہود کے معتقد ہو سکتے ہیں۔اسی بناء پر دوسرے ادیان و مذاہب کے پیروکاروں میں سے کسی ایک نے بھی یہودی مذہب کا رخ نہ کیا لیکن کبھی یہودی دوسرے مذاہب کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

یہودیوں کے اس عقیدے (یعنی بنی اسرائیل سب سے افضل قوم ہیں اوردین یہود انہی سے منصوص ہے)کی وجہ سے دنیا کے لوگ ان کی مذہبی تبلیغات کے شر اور دوسرے مذاہب والے ان کے تحریف شدہ مذہب کی طرف مائل ہونے سے محفوظ رہے۔

یہودی یہ سوچتے ہیں کہ وہ پوری دنیا پر حاکم ہو کر اپنے مخالفین کو ختم کر دیں گے کیونکہ ساری زمین انہی کی ہے ، اور صرف اسی وقت اہل دنیا یا تو یہودی مذہب اختیار کر سکیں گے۔یا پھر تمام کے تمام مار دیئے جائیں گے۔

وہ کہتے ہیں: جب ہماری شہنشاہی حکومت کا آغاز ہو گا توہمارے دین کے علاوہ تمام ادیان ختم ہونے چاہئیں اور ہمارا دین خدائے واحد پر اعتقاد رکھنے کا نام ہے۔بیشک ہماری قوم کی تقدیر برگزیدہ قوم کے عنوان سے خدا کے وجود سے بندھی ہوئی ہے اور اسی نے دنیا والوں کے مقدر کو ہماری تقدیر سے وابستہ کیا ہے۔لہٰذا ہر قسم کے عقیدے کی جڑیں اکھاڑ دی جائیں حتیٰ اگر کام کا انجام خدا کے وجود کا انکار ہی کیوں نہ ہو کہ آج ہم جس کے شاہد ہیں۔

یہ کام نہ صرف حکومت کے انتقال کے لئے مفید ہے بلکہ ایسے جوانوں کے لئے بھی مفید ہے جو آئندہ مذہب کی کسی تبلیغات کو سنیں گے ۔ایسا دین جس کے احکامات پائیدار اور ترقی یافتہ ہیں اور تمام دنیا والوں کو ہماری اطاعت پر مجبور کرتا ہے۔

----

[۱]۔ اسرائیلیات القرآن:۱۶ اور ۱۷

[۲]۔ اسرائیلیات وتاثیر آن داستان ہای انبیاء در تفاسیر قرآن:۳۷

ان کا کہنا ہے ۔ ہم اپنی تبلیغات تسلیم ، دین کے اسرار آمیز اور اعجاز آمیز پہلوؤں پر زور دیتی ہیں۔اور ضرورت پڑنے پر مضامین و مقالات بھی شائع کرتے ہیں،ہم اپنی خدائی حکومت کا گذشتہ حکومتوں سے تقابل کرتے ہیں اور غیر یہودی حکومتوں کی غلطیوں کو بہت واضح طور پر بیان کرتے ہیں اور پ حکام کی سفاکانہ و ظالمانہ حرکات کا بھی ذکر کرتے ہیں ۔ جنہوں نے انسانوں پر تشدد کیا اور انسانیت وکو پامال کیااور اس سے انسانوں کی نفرت کو بھڑکاتے ہیں جس سے انسان غلامی کے دور کی آسائش و سہولت کو غلامی کے بعد کے زمانے کی سہولیات پر ترجیح دیتا ہے۔

ہمارے ذریعہ سے غیر یہودی حکومتوں میں رونما ونے والی بے فائدہ تبدیلیوں سے ان کی حکومتوں کا اعتبار کم ہو جاتا ہے اور لوگ اپنی حکومتوں کی غیر یقینی صورت حال سے تھک کر ہمارے دورحکومت میں ہر طرح کی خفت و ذلت برداشت کرنے کے لئے تیار و جاتے ہیں اور ہمارے تسلط سے نکل کر ماضی کی مصیبتوں کو پھر سے برداشت کرنے کے لئے رضامند نہیں وتے۔

اسی دوران ہم غیر یہودی حکمرانونسے لاعمی اور مسائل کو صحیح طور پہ نہ سمجھنے کی وجہ سے سرزد ونے والی تاریخی غلطیوں پر بھی بہت تاکید کرتے ہیں اوران حکمرانوں کے ہاتھوں انسان کو پیش آنے والی مشکلات اور مصیبتیں یاد دلاتے ہیں۔

ہمارے کاوں کا طریقہ واصول اس حقیقت پر مبنی ہے ۔ ہم جو پ پیش کریں اورجو تفسیر کریں وہ ب بہترین اور عیب و نقص سے پاک ہے لیکن جو پ ماضی میں وجود تھا وہ ب بیہودہ اور بیکار تھا۔

ہمارے فلاسفہ دوسرے عقائد و مذاب کے بارے میں بحث کرتے ہیں اور ان کا تجزیہ و تحلیل کرتے ہیں لیکن کوئی اور ہمارے مذب کے حقیقی عقائد کا تجزیہ و تحلیل نہ کرے۔کیونکہ ہمارے علاوہ کوئی دوسرا ہمارے دین کے ا ور کو نہ سمجھنے پائے ۔اور تو اور ہماری اپنی قوم کے افراد کو بھی یہ حق نہیں ہے ۔ وہ ہمارے دین کے اسرار کوبرملا کریں۔

ترقی و پیشرفت اور روشن فکری کے نام سے مشہور صدیوں میں ہم نے پست بیہودہ اور ذلت آمیز ادبیات کو رواج دیا اور ہمیں قدرت و طاقت مل جانے کےبعد تک ہم چاہیں گے ۔ ادبیات کا یہ طریقہ کار اسی طرح چلتا رہے۔[1]

----

[1]۔ پروتکل ھای دانشوران یہود برای تسخیر جھان:۹۷

امویں کی قوم پرستی

بنی امیہ بھی خود کو دنیا کی ب سے افضل قوم سمجھتے تھے؛حلانکہ ان کی پ عورتوں کے گھروں کی چھتوں پر آزادی کے پرچم ز ب تھے اور بہت سے مرد ان کی عورتوں کے ساتھ مباشرت کرتے تھے لیکن اس کے باوجود وہ خود کو دنیا کی ب سے افضل قوم سمجھتے تھے!!

وہ خود کو تمام قریش حتی ۔ بنی ہاشم سے بھی افضل سمجھتے تھے اور غیر عرب کو حیوان سمجھتے تھے چاہئے وہ ایرانی وں جنہوں نے اسلام قبول کیا و۔یا اسلام واقف ۔ ۔ کیا و۔

بنی امیہ عربوں کو عجمیوں سے برتر سمجھتے تھے اور عرب ،غیر عرب کو علوج (یعنی وٹی گائے۔یا وٹا انسان اور سرخ و سفید)کہتے تھے،بلکہ جریر۔کہتا ہے:

قالوا نَبيعكه بيعاً فقلت لهم بيعوا الموالي واستغنوا عن العرب

انہوں نے کہا ہے:تمہیں ان کے۔پاس فروخت کردیتے ہیں،میں نے کہا:غیر عربوںکو فروخت کرو اور عربوں کو فروخت کرنے سے بے نیاز و جاؤ۔

مبر د۔کہتا ہے:غیر عربوں کو جس چیز نے زیادہ پریشان کیا ہے وہ یہی شعرہے کیونکہ اس میں انہیں خوار اور پست قرار دیا گیا ہے۔

ایک غیر عرب نےعربوں میں سے قبیلہ بنی سلیم کی عورت سے شادی کی۔ ایک محتسب نے عبدالملک مروان کے داماداورمدینہ کے حاکم ابراہیم بن ہشام سے شکایت کر دی۔حاکم نے ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیا اور شوہر کو سزا دی کیونکہ اس سے بہت بڑا۔گناہ سرزد وا تھا!اس کی سزا یہ تھی ۔ اسے دوسو کوڑے مارے گئے اور اس کی ڈاڑھی وچھ منڈوا دی گئی۔

اس حاکم کے بارے میں کہا گیا ہے:

قضیت بسنّة وحکمت عدلاً   و لم ترث الحکومة من بعید

تم نے سنت کے مطا‌ب فیصلہ کیا اور عادلا‌نہ حکم جاری کیا اور تم نے حکومت کی ‌ں پیگا‌نہ سے ارث میں نہیں لی۔

اب اس پر کشش اور پڑھنے کے قابل واقعہ کی طرف توجہ کریں:

دوسری صدی ہجری کے آغاز میں ہشام نے اپنے ایک‌در‌ب‌اری سے ملک کے مختلف شہروں کے فقہا کے ب‍ارے م‍‍یں پوچھ‍ا اور

پوچھا ‌، مدینہ کا فقیہ کون ہے؟

اس نے کہا: مر کا زاد کیا وا۔

پوچھا:مکہ کا فقیہ کون ہے؟کہا:عطاء بن ابی مداح

پوچھا:کیا وہ عرب ہے۔یا غیر عرب؟کہا:غیر عرب۔

پوچھا:یمن کا فقیہ کون ہے؟کہا:طاووس بن کیسان

پوچھا:کیا وہ عرب ہے۔یا غیر عرب؟کہا:غیر عرب۔

پوچھا:یمامہ کا فقیہ کون ہے؟کہا:یحیی بن کثیر

پوچھا:کیا وہ عرب ہے۔یا غیر عرب؟کہا:غیر عرب۔

پوچھا:شام کا فقیہ کون ہے؟کہا:مکحول

پوچھا:کیا وہ عرب ہے۔یا غیر عرب؟کہا:غیر عرب۔

پوچھا:جزیرہ کا فقیہ کون ہے؟کہا:میمون بن مہران

پوچھا:کیا وہ عرب ہے۔یا غیر عرب؟کہا:غیر عرب۔

پوچھا:جزیرہ کا فقیہ کون ہے؟ کہا:ضحاک بن مزاحم

پوچھا: کیا وہ عرب ہے۔یا غیر عرب؟ کہا: غیر عرب۔

پوچھا: بصرہ کا فقیہ کون ہے؟ کہا: حسن اور ابن سیرین

پوچھا: کیا وہ عرب ہیں۔یا غیر عرب؟ کہا: غیر عرب۔

پوچھا: کوفہ کا فقیہ کون ہے؟ کہا: ابراہیم نخعی

پوچھا: کیا وہ عرب ہے۔یا غیر عرب؟ کہا: عرب۔

ہشام نے کہا: میری جان پہ بنی ہوئی تھی ،تم نے ایک بار بھی نہیں کہا کہ عرب ہے۔[1]

اس واقعہ کی بناء پر عرب، غیر عربوں کو "علوج" کے نام سے پکارتے تھے اور یہودی بھی غیر یہود کو "جوییم" یعنی انسان کی شکل میں حیوان کہتے تھے۔

کتاب "حکومت امویان" میں لکھتے ہیں: اموی حاکموں کی محفلوں میں عرب پرستی واضح طور پر نظر آتی تھی ۔اموی عربوں کی طرف مائل تھے اور انہیں برتری دیتے تھے جس کے اثرات سیاسی، اقتصادی اور سماجی تینوں لحاظ سے رونما ہوتے تھے۔

لیکن سیاسی صورت کے بارے میں یہ کہنا ضروری ہے کہ بہت سے عجم مذہبی ،سماجی یا مالی وجوہات کی وجہ سے اسلام کی طرف مائل ہوئے لیکن ان کے ساتھ اسلامی امتیازات (جیسے عرب اور عجم کا برابر ہونا) کے مطابق سلوک نہ کیا گیا جس کی وجہ سے وہ اہم حکومتی[2] عہدوں اور دوسری سہولیات سے محروم رہے کہ جس کے وہ اہل تھے جیسے فوج میں آنا،اور مسلمان ہونے کے باوجود وہ لوگ جزیہ دینے پر مجبور تھے۔

----

[1]۔ پیشوای علم و معرفت:۴۳۰

[2]۔ حکومت کو ملازمین کی ضرورت تھی لیکن حکمران اپنے کسی بھی من پسند شخص کو کوئی سا بھی عوامی عہدہ بالخصوص خزانہ کے امور کی ذمہ داری سونپ دیتا تھا۔

یہ واضح سی بات ہے ۔ اس سیاسی تزرت کی وجہ اویوں کا عربی نسل پرستی میں دلچسپی رکھنا تھا اور ان کے اس رویے نے ان میں تشدد اور جنگ طلبی کا مزاج پیدا کر دیا تھا۔

ایسا لگتا ہے ۔ کوئی چیز بھی اویوں کی اس دلچسپی کو نہیں روک سکتی تھی کیونکہ حقیقت میں وہ قریشی اور اس سے بھی وسیع طور پر دیکھیں تو وہ قبیلی تھے۔ اسلام کی فتوحات اور بہت سے غیر عربوں کی اسلام کی طرف آنے سے پیدا ونے والی نئی تبدیلی سے انہوں نے اپنی غیر استعمال شدہ مقامی اور قبائلی نوعیت کو محفوظ رکھا۔

انہوننے اسلام کے عقائد اور اسلامی علاقوں کی تاریخ میں بنیادی فتوحات سے وجود میں آنے والی تبدیلیوں کو درک نہیں کیا تھا۔

اوی حکومت کے دور میں اس طریقہ کار سے والی تحریک کے دلوں میں عربی حکام کے خلاف نفرت و کینہ تھا جس کے نتیجہ میں مزید تزرت وجود میں آیا جن کی بنیاد قومی سائل تھے۔

انہوں نے ایک سیاسی دباؤ کے لئے ایک لشکر بنایا جن کا اوی خلافت کے زوال میں بھی ہاتھ تھا کیونکہ یہ گروہ ایسا تھا جو کام تو بہت زیادہ کرتا تھا لیکن اجرت بہت کم پاتے تھے اور وہ حکومت و معاشرے میں سخت ذمہ داری کی وجہ سے خود کو عربوں سے برابری کی بناء پر خود کو ان کا ہم نوا ہونے کے لائق سمجھتے تھے۔

اوی دور کے آغاز میں (جب مشرق اور بالخصوص ایران میں اسلامی تحریک اپنے قدم آگے بڑھا رہی تھی) سن ۴۳/۶۶۳ء میں کوفہ میں سب سے پہلی اسلامی تحریک کا آغاز کیا۔ معاویہ نے اس تحریک کا مقابلہ کیا اور ان میں سے کو کوچ کروا کر شام میں بھیج دیا

دور یزید کے بعد یہ والی تحریک واضح و شفاف ہو گئی کیونکہ فتح کی گئی سر زمینوں میں مانوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا اور نئے مانوں نے دیکھا کہ عرب اور خاص کر ان کے حکمرانوں کے امتیازات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لہذا انہوں نے ایک لشکر بنایا جس کا اس دور کے اسلامی معاشرے میں مقام تھا۔ والیوں نے اوی حکومت کے خلاف اس تحریک سے گہرا پالیسی اپنائی اور یہ

اپنے جن حقوق سے محروم تھے ،ان کی دستیابی کے لئے انہوں نے ا وی حکومت میں ابن زبیر کی تحریک کی حمایت کی۔ان کی نوج مختار بن ابی عبیدہ ثقفی کی تحریک کی بدولت میں آشکار وئی اورتحریک شیعوں اور ایرانی عوام میں اتحادکے آغاز کا باعث بنی۔ان تحریکوں سے پتہ چلتا ہے ، وہ ساوات کے ح کا قانون چاہتے تھے اگرچہ وہ اپنے تمام اہداف حاصل نہ کر کے۔

والیوں کے مقابلہ میں مر بن عبد العزیز کے ددور خلافت میں ا ویوں کی سیا ت بدل گئی ۔ اسے قر ب اسلامی! اور بنی امیہ کے درمیان مصالحتی سیا ت کہا جاسکتا ہے جس سے وہ افراتفری اور بے سکونی کو ختم کرنے میں کامیاب وئے ۔یہ سیا ت مر کی وت کے بعد پھر بدل گئی اور ا ویوں نے ایک بار پھر عربوں اور والیوں میں فرق کرنا شروع کر دیا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے ، والیوں کے ذریعہ وجود میں آنے والا سیاسی گروہ عباسیوں کا آ ہ کار بن گیا ۔کیونکہ انہیں اس تحریک سے عربوں کے ساتھ ساوات کی امید تھی اسی لئے عباسی ایرانی عوام اور سرزمین کے مر ون منت ہیں کیونکہ ان کے لئے ا ویوں کے سامنے خراسان ہی مقابلہ کا پہلا میدان قرار پایا۔لیکن اقتصادی لحاظ سے یہ کہنا ضروری ہے ، ا ویوں نے ش اقتصادی سیا ت نافذ کی جو والیوں کو اقتصادی امتیازات سے محروم رکھنے پر مبنی تھی۔جس نے ان کے لئے بہت سے مسائل پیدا کیئے اور آخر کار یہ بد امنی پیدا کرنے پر ماختتام پذیر وا جو ان کی حکومت کی نابودی کا باعث بنا۔

والی ہر جگہ اقتصادی حالات کی شکایت کرتے ۔وہ حکومت کے خلاف بغاوت کرنے والے ہر ش کے ساتھ ملحق ہو جاتے ۔خراسان کے والی دوسروں کی بنسبت زیادہ شکایت کرتے تھے، وہ دوسرے اسلامی شہروں سے پہلے اسلام کی طرف آئے اور انہوں نے عربوں کے ساتھ مل کر ترکوں کے ساتھ سرزمین ماوراء النہر میں اور ہندیوں سے سندھ میں جہاد میں شر ت کی ۔ان خدمات کے باوجود حکومت نے انہیں اقتصادی امتیازات سے محروم رکھا۔[1]

----

[1]۔ دولت ا ویان:۲۴۰

یہودیوں کی بے راہ روی اور ان کی اسلام سے دشمنی

یہودیوں کی اسلام سے دشمنی کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ان کی اقتصادی شکست تھی۔ ہم سب جانتے ہیں کہ یہودی کس حد تک اقتصادی امور اور مال و دولت جمع کرنے کو اہمیت دیتے ہیں۔ چونکہ وہ خود کو انسانوں کی سب سے افضل قوم سمجھتے ہیں! جس کے لئے وہ اس قدر کوشش کرتے ہیں کہ وہ مالی اعتبار سے سب لوگوں سے برتر ہوں۔ اقتصادی برتری حاصل کرنے کے لئے وہ ہر قسم کا غیر اخلاقی اور غیر انسانی کام انجام دیتے ہیں۔ وہ فساد، فحاشی، شراب و جوا اور بربادی کے کسی بھی طرح کے ایسے وسیلہ سے دستبردار نہیں ہوتے جس سے ان کے مال و دولت میں اضافہ ہو۔ جوانوں اور پورے انسانی معاشرے میں ظہور اسلام اور اسلامی اخلاقیات کے عام ہونے سے بے راہ روی، فحاشی اور شراب نوشی کا خاتمہ ہو گیا اور پیغمبر اکرم(ص) کے وجود کی وجہ سے لوگ ناپسندیدہ اور خلاف شریعت کام ترک کر دیتے تھے اور انسانی اخلاقیات کی طرف مائل ہوتے تھے اور اسلامی بازار تشکیل دیتے تھے۔ اس وجہ سے یہودیوں کے بازاروں کی رونق ختم ہو گئی اور بہت سے حرام کاروبار یا تو ختم ہو گئے یا ان میں پہلے جیسی بات نہ رہی؛ اور خاص طور پر رسول اکرم(ص) نے حکم دیا تھا کہ مدینہ میں اسلامی قوانین کے مطابق ایک بازار بنایا جائے۔ اسی لئے پیغمبر اکرم(ص) کے مدینہ ہجرت کرجانے کی وجہ سے وہاں کے یہودیوں (جو تین قبائل "بنی قینقاع، بنی قریظہ اور بنی نظیر" پر مشتمل تھے) کے اقتصادی منافع خطرے میں نظر آ رہا تھا؛ کیونکہ انہوں نے مدینہ میں شروب سازی کے کارخانے، فحاشی کے اڈے اور خنزیروں کی پرورش کے لئے مراکز قائم کئے ہوئے تھے۔ اسی طرح سونے چاندی کی ذخیرہ اندوزی، سودی معاملات اور اسلحہ سازی بھی انہیں کے ہاتھوں میں تھی۔ المختصر یہ کہ مدینہ کی اقتصادی نبض یہودیوں کے ہاتھوں میں تھی۔ لیکن مدینہ میں اسلام آنے اور اسلامی حکومت کے قیام سے یہودیوں کے اقتصادی امتیازات اور منافع کو خطرات لاحق تھے اور یہودیوں کے بازار کی رونق بھی ماند پڑ گئی تھی۔ یہ اس وجہ سے تھا کہ مدینہ کے جوان ان کے میکدوں کا رخ نہیں کرتے تھے، مدینہ کے لوگ سور کا گوشت نہیں کھاتے تھے اور اس سے یہودیوں کے اقتصاد کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔[1]

----

[1]۔ اسرائیلیات القرآن: ۴۲، ملاحظہ کریں: المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام: ج۶ص۵۴۳

کتاب"محمد(ص) رسول الحریّة"میں نقل ہوا ہے :رسول خدا(ص) نے مدینہ کے تاجروں کو حکم دیا کہ وہ مدینہ میں ایک مستقل بازار کھولیں۔مدینہ میں ایسے بازار کے قیام کا مقصد اسلامی قوانین اور تجارتی معاملات میں عدل و انصاف کی رعایت کرنا تھا۔اردگرد کے بہت سے تاجروں نے اس بازار کا رخ کیا جو یہودیوں کے بازار کی رونق میں کمی کا باعث بنا۔[1][2]یہودیوں کی اقتصادی شکست ، آمدنی اور رکاروبار کے بہت سے ذرائع کے ختم ہو جانے کی وجہ سے یہودی مسلمانوں سے بغض رکھنے والے سخت دشمن بن گئے اسی وجہ سے جہاں تک ہو سکاانہوں نے زمانۂ جاہلیت میں اسلام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے اور مسلمانوں کو نابود کرنے کی کوشش کی۔اس بناء پریہودیوں کی اقتصای شکست اور ان کے بازارکی رونق میں کمی یہودیوں کی اسلام اور مسلمانوں سے دشمنی کا باعث بنی ہے۔

پیغمبر اکرم(ص) کو زہر دینا

یہودیوں کی اقتصادی شکست اس بات کاایک اہم سبب ہے کہ جس کی بناء پر انہوں نے رسول اکرم(ص) کو شہید کرنے کا ارادہ کیا۔یہودیوں کے ہاتھوں رسول اکرم(ص) کے مسموم ہونے کا موضوع تاریخی منابع میں اس حد تک مشہور ہے کہ جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔ مؤرخین لکھتے ہیں:زینب بنت حارث، سلام بن مشکم کی بیوی (جس کے بہت رشتہ دار جنگ خیبرمیں مارے گئے تھے[3]نے بھیڑکے ایسے حصہ کو زہر آلود کیا جسے پیغمبر اکرم(ص) کھانا پسند کرتے تھے اوراس نے وہ گوشت پیغمبر(ص)کی خدمت میں پیش کیا۔ آنحضرت(ص) نے اپنے اصحاب کے ساتھ کھانا شروع کیا لیکن ابھی ایک لقمہ بھی تناول نہیں کیاتھا کہ آپ (ص) نے فرمایا:یہ غذا مجھے بتا رہی ہے کہ یہ زہرآلود ہے ۔بشر بن براء کہ جنہوں نے اس کا ایک لقمہ کھا لیا تھا وہ شہید ہو گئے۔ پیغمبر اکرم(ص)نے اپنی رحلت کے وقت بشر کی ماں سے فرمایا تھا:

----

[1]۔ اسرائیلیات القرآن:۴۳

[2]۔ اسرائیلیات وتاثیر آن داستان ہای انبیاء در تفاسیر قرآن:۵۴

[3]۔ المغازی:۶۷۹۲

یہ بیماری اسی لقمہ کا اثر ہے جو تمہارے بیٹے کے ساتھ خیبر میں کھایا تھا۔[1]

جب آنحضرت نے اس کام کی وجہ پوچھی تو زینب نے کہا: کیونکہ تم نے میرے رشتہ داروں کو قتل کیا تھا لہذا میں نے سوچا کہ اگر تم پیغمبر ہو تو آپ زہر سے آگاہ ہو جائیں گے۔ ورنہ ہمیں تم سے نجات مل جائے گی۔

اس مسئلہ میں مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے کہ کیا رسول اکرم(ص) نے اس یہودی عورت کو قتل کر دیا تھا یا اسے آزاد کر دیا؟ سہیلی کہتے ہیں: دو طرح کی روایات میں جمع اس طرح سے کیا جا سکتا ہے کہ ہم یہ کہیں کہ پیغمبر اکرم(ص) نے پہلے اپنا انتقام نہیں لیا اور اسے آزاد کر دیا اور جب بشر بن براء دنیا سے چلے گئے تو اس یہودی عورت سے قصاص لیا گیا۔[2]

تاریخ میں یہ دوسرے واقعات بھی موجود ہیں کہ بعض اور افراد نے بھی رسول اکرم(ص) کو زہر دیا اور آنحضرت(ص) کو شہید کیا۔

----

[1] ۔ پیغمبر اکرم(ص) کو زہر دینے کے واقعہ کے بارے میں مؤرخین کے درمیان اختلاف ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں: پیغمبر اکرم(ص) نے اس غذا کا لقمہ نہیں کھایا تھا ۔ لیکن واقدی کہتے ہیں: آنحضرت(ص) نے وہ غذا کھائی ۔ اسی طرح یہ موضوع بھی واضح نہیں ہے کہ بشر اسی وقت یا ایک سال کے بعد فوت ہوئے ۔ لیکن اصل واقعہ کو اور اس کی وجہ سے تین سال کے بعد پیغمبر اکرم(ص) کی رحلت کو مؤرخین قبول کرتے ہیں۔اس کی مزید تفصیلات جاننے کے لئے : سیرہ ہشام:ج۲ص۳۳۷، المغازی:ج۲ص۶۷۷، الطبقات الکبری:ج۲ص۸۲ اور ۱۵۸، تاریخ الیعقوبی:ج۱ص۳۷۵ ، التنبیہ الاشراف:۲۲۴، جامع السیرۃ:۱۶۹،الروض الانف: ج۶ص۵۷۱

[2]۔ الروض الانف:ج۶ص۵۷۱

یہ دی یا یہ دی زادوں کے ہاتھ ںاسلام کے کچھ بزرگ ں کی شہادت

ا وی حکام، عیسائیوں اور یہودیوں کے طرفدار گورنر مانوں کو اس قدر خت تکالیف پہنچاتے تھے ۔ بعض اوقات انہی یہودی و عیسائی زادوں کے ہاتھوں مان شہید و جاتے تھے۔

وہ ا وی حکمرانوں کا نام سے استعمال کرتے وئے اسلام کے نام پر اسلام کے پیشوائوں اور مانوں کو شہید کرتے اور بے انتہاقتل و غارت کرتے تھے۔ تاریخ انسانیت میں نقل ونے والا ایک نہایت شرمناک اور واشیانہ قتل محمد بن ابی بکر کی شہادت ہےجو معاویہ بن حدیج کندی کے نام سے ایک یہودی زادہ نے انجام دیا۔

محمد بن ابی بکر اگرچہ ابو بکر کے بیٹا تھے لیکن چونکہ وہ حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے طرفدار اور مصر میں آنحضرت کے گورنر تھے اسی لئے ان کے ساتھ بدترین سلوک کیا گیا اور ایک یہودی زادہ نے انہیں شہید کرنے کے بعد ان کے بدن کو گدے کی کھال میں ر کر آگ لگا دی۔اس واقعہ کو جاننے کے لئے ہم مر و عاص اور معاویہ بن حدیج سے ان کی جنگ کو ذکر کرتے ہیں:

مروعاص مصر نے مصر کا قصد کیا ۔ محمد بن ابی بکر لوگوںکے درمیان کھڑے وئے اور خدا کی حمد و ثناء کے بعد یوں فرمایا:

اما بعد:اے مانو اور ومنو!بیشک جو لوگ بے حرمتی کرتے ہیں اور گمراہی میں پڑے ہیں اور ظلم و وجور کے ساتھ سرکشی کرتے ہیں،اب وہ تمہارے خلاف کھڑے وئے ہیں اور لشکروں کے ساتھ تمہاری طرف روانہ و چکے ہیں ۔ جو بھی جنت اور بخشش کا طلبگار ہے وہ ان سے جنگ کے لئے تیار و جائے اور خدا کی راہ میں جہاد کرے، خدا تم پر رحمت کرے۔ابن بشر کے ساتھ فوراً روانہ و جاؤ۔

تقریباً دوہزار افراد ان کے ساتھ روانہ و گئے اور محمد بن ابی بکر دوہزار افراد کے ساتھ ان کے پیچھے روانہ وئے اور انہوں نے پ دیر اپنی لشکر گاہ میں قیام کیا۔ مر وبن عاص، محمد بن ابی بکر کے پہلے لشکرکے سپہ سالار کے مقابلہ میں لڑنے کے لئے

ٓآیااور مرو جوکنہیںانہ ۔ر کے قریب پہنچاتو اس کنےانہ ۔ر سے مقابلہ کے لئے ایک کے بعد ایک گروہ بھیجالیکن شامیوں کا جو بھی آ۔ گتاوکہ انہ ۔ر اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس پر حملہ کرتے اور ان پر ایسے وار کرتے ۔ وہ انہیں مرو عاص کی طرف الٹے۔پاؤں ب گا دیتے تھے اور انہوں نے اس کام کو متعدد ۔ بار انجام دیا۔

مروعاص نے جب یہ دیکھا تو معاویہ بن حدیج کو پیغام بھیجا اور وہ بہت بڑے لشکر کے ساتھ اس کی مدد کے لئے ٓآگیا انہ ۔ر نے جب وہ لشکر دیکھا تووہ اور ان کے ساتھی اپنے گھوڑوں سے اتر آئے اور انہوں نے ان پر تلوار سے وار۔کرنا شروع کیے جب ۔ وہ اس آیت کی تلاوت کر رہے تھے:"کوئی نفس بھی اذنِ پروردگار کے بغیر نہیں مرسکتا ہے ب کی ایک اجل اور مدت معین ہے"[۱]اور تلوار کے ذریے ان پر اسی طرح وار ر رہے تھے یہاں تک ۔ شہید و گئے۔خدا ان پر رحمت کرے۔

ابراہیم ثقفی کہتے ہیں: محمد بن عبداللہ نے مدائنی سے اور وہ محمد بن یوسف سے نقل کرتے ہیں ۔ کہجبانہ ۔ر قتل و گئے تو مرو عاص نے محمد بن ابی بکر کو اپنا ہدف بنایا اور چونکہ محمد کے ساتھی ان سے منتشر و گئے تھے،وہ آرام سے باہر آئے اور اپنی راہ کو جاری رکھا یہاں تک ۔ ایک ربۂ ۔ر پر پہنچے اور وہاں پناہ لی۔ مرو عاص ٓآیا اور شہر فسطاط[۲]میں داخل وا اور معاویہ بن حدیج ،محمد بن ابی بکر کا تعاقب اور ان کی تلاش میں۔ باہر ٓآیا۔راستے میں اسے پ بغیر مان افراد ملے اس نے ان سے پوچھا:کیا تمہارے ۔پاس سے کوئی اجنبی ش گذرا ہے؟پہلے انہوں نے کہا:نہیں ۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا:میں اس خرابہ میں گیا تو میں نے دیکھا ۔ وہاں ایک ش بیٹھا وا تھا۔معاویہ بن حدیج نے کہارب کعبہ کی قسم! یہ وہی ہے۔اور ب دوڑتے وئے وہاں گئے اور رمحم یک پہنچ گئے،وہ لوگ انہیں باہر لائے اور نزدیک تھا ۔ وہ پیاس سے جان بحق وجاتے،وہ انہیں فسطاط لے کر آئے ۔اسی وقت محمد بن ابی بکر کا بھائی عبدالرحمن-جو مرو عاص کے لشکر میں تھا-کھڑا وا اور اس نے مرو سے کہا:خدا کی قسم! میرے بھائی کوپھان ن ۔ر دی جائے،معاویہ بن حدیج کو پیغام دو اور اسے اس کام سے منع کرو۔

----

[۱]۔ سورہ آل مران، آیت:۱۴۵

[۲] ۔ فسطاط وہ پ لا شہر تھا مصر میں عربوں نے دریائے نیل کے شرق میں بنا اور یہ شہر مرو عاص کے توسط سے بنایا گیا اور اس میں ایک ب بھی بنائی !(المنجدلاا علام)

مرو بن عاص نے معاویہ بن حدیج کو پیغام بھیجا ۔ محمد کو میرے پاس بھیج دو۔

معاویہ نے کہا:تم نے میرے چچا زاد بھائی ۔ بن بشر کو قتل کیا ہے اور اب میں محمد بن ابی بکر کو چھوڑ دوں؟ کبھی نہیں؛"اور کیا تمہارے کفار ان ب سے بہتر ہیں یا ان کے لئے کتابوں میں کوئی معافی نامہ لکھ دیا گیا ہے"[1]

محمد نے کہا:مجھے ایک بوند پانی پلا دو۔

معاویہ نے کہا:اگر تمہیں پانی کی ایک بوند بھی دوں توخدا مجھے سیراب نہ کرے،تم عثمان کو پانی پلانے کی راہ میں رکاوٹ تھے اور اسے حالت روزہ میں اس ت گھر میں قتل کیا تھا ،خدا نے اسے جنت کا ٹھنڈا شربت پلایا!خدا کی قسم؛اے ابوبکر کے بیٹے! میں تمہیں پیاسا ہی قتل کروں گااور خدا تمہیں گرم پانی اور جہنم کے کھولتے ہوئے ناپاک پانی سے سیراب کرے گا!

محمد بن ابی بکر نے اس سے کہا:اے کاتنے والی یہودی عورت کے بیٹے!یہ خدا کے ہاتھ میں ہے ۔ وہ اپنے دوستوں کو سیراب کرتا ہے اور اپنے دشمنوں کو پیاسا رکھتا ہے،تم اور تمہاری طرح کے افراد وہ لوگ ہیں کہ جنہیں تم پسند کرتے ہو اور وہ تمہیں پسند کرتے ہیں اور خدا کی قسم! اگر میرے ہاتھوں میں تلوار ہوتی تو تم مجھے اس طرح نہ پکڑ سکتے۔

معاویہ بن حدیج نے ان سے کہا:کیا تمہیں پتہ ہے ۔ میں تمہارے ساتھ کیا کروں گا؟تمہیں اس مردہ گدھے کے پیٹ میں رکھ کے جلا دوں گا۔

محمد نے کہا:فرض کرو ۔ تم میرے ساتھ ایسا کرو گے تو کیا ہوا کیونکہ بہت سے اولیاء خدا کے ساتھ بھی ایسا کیا گیا۔خدا کی قسم!مجھے امیدہے ۔ تم مجھے جس آگ سے ڈرا رہے ہو ،خدا میرے لئے وہ آگ ٹھنڈی کردے گا اور مجھے سلامت رکھے گا جس طرح خدا نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے کیا اور مجھے امید ہے ۔ خدا یہ آگ تمہارے اور تمہارے دوستوں کے لئے

----

[1]۔ سورہ قمر،آیت:۴۳

قرار دے جس طرح نمرود اور اس کے دوستوں کے لئے قرار دی اور مجھے امید ہے ، خدا تجھے،تیرے پیشوا اور اس ش (مرو عاص کی طرف اشارہ کیا) کو جلنے والی آگ میں جلائے گا۔"کہہ دیجئے ، ہمارے اور تمہارے درمیان گواہ بننے کے لئے خدا کافی ہے ، وہی اپنے بندوں کے حالات سے باخبر ہے اور ان کی کیفیات کا دیکھنے والا ہے"[1]

معاویہ بن حدیج نے ان سے کہا:میں تمہیں ظلم و ستم سے قتل نہیں کر رہا بلکہ تمہیں عثمان بن عفان کے خون کے بدلے قتل کررہا وں۔

محمد نے کہا: تمہیں عثمان سے کیا سروکار؟جس ش نے ظلم کیا ،خدا اور قرآن کے حکم کو تبدیل کر دیا اور خداوند متعال نے فرمایا ہے:"اور جو ہمارے نازل کئے وئے قانون کے مطا فیصلہ نہ کرے گا وہ ب کافر شمار وں گے"۔"وہ ظالموں میں شمار و گا"۔"وہ فاسقوں میں شمار و گا"[2]

اس کے کئے گئے ناروا کا وں کی وجہ سے ہم غضبناک وگئے اور ہم اسے واضح طور پر خلافت سے الگ کرنا چاہتے تھے لیکن اس نےواقعہ نہ کیا اور لوگوں کے ایک گروہ نے اسے قتل کر دیا۔

معاویہ بن حدیج غصہ میں آگیا اور انہیں اپنے سامنے لا کر ان کی گردن اڑا دی اور پھر ان کے بدن کومردہ گدھے کے پیٹ میں ر کر جلا دیا۔

جب عائشہ تک یہ خبر پہنچی تو وہ اس پر بہت روئی۔وہ ہر نماز کے بعد قنوت پڑھتی تھی جس میں معاویہ بن ابی سفیان، مرو عاص اور معاویہ بن حدیج پر لعنت کرتی تھی۔اس نے اپنے بھائی کے اہل وعیال اور بیٹوں کی کفالت کا ذمہ لے لیا جن میں قاسم بن محمد بھی شامل تھے۔

----

[1]۔ سورہ بنی اسرائیل،آیت:۹۶

[۲]۔ سورہ مائدہ،آیات:۴۴،۴۵ اور ۴۷

کہتے ہیں:معاویہ بن حدیج ایک پلید اور لعنتی شخص تھا جو حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کو دشنام دیتا تھا۔

ابراہیم ثقفی کہتے ہیں: مرو بن حماد بن طلحہ قناد نے علی بن ہاشم سے انہوں نے اپنے والد سے، انہوں نے داؤد بن ابی عوف سے ہمارے لئے روایت نقل کی ہے ۔ معاویہ بن حدیج منبر نبوی میں امام حسن بن علی علیہما السلام کی خدمت میں آیا۔

امام حسن علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

اے معاویہ! لعنت ہو تم پر؛تم وہی ہو جو امیر المؤمنین علی بن ابی طالب علیہما السلام کو دشنام دیتا تھا ؟! خدا کی قسم!اگر تم انہیں قیامت کے دن دیکھو - اور میں سوچ بھی نہیں سکتا ۔ تم انہیں دیکھو گے-تو تم انہیں اس حال میں دیکھو گے ۔ وہ اپنے پا برہنہ تم جیسے لوگوں کے چہروں کو چلیں گے اور انہیں حوض کوثر کے پاس سے ہٹائیں گے جس طرح بیگانے اونٹوں اجنبیوں کو ہٹا دیا جاتا ہے۔[1]

یہودیوں کی سازش سے بنی امیہ کے ہاتھوں اسکندریہ کے مینار کی بربادی

یہودی اسلام اور مسلمانوں کے اصلی دشمن تھے اور ان کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف اتنا بغض بھرا ہوا تھا ۔ وہ اسلام کے نام اور اسلام کے نام پر کسی بھی حکومت سے راضی نہیں تھے۔ لیکن اسلام کا نام استعمال کئے بغیر وہ اسلام کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔اس لئے انہوں نے بنی امیہ کی مدد کرنا شروع کی جن کے پاس اسلام اور مسلمانوں کا نام تھا ۔ ان کے ذریعہ اصل اسلام کو چل سکیں۔

اس بارے میں بنی امیہ بھی یہودیوں کے ہمدرد تھے چونکہ وہ جانتے تھے ۔ اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے اسلام کے نام اور مسلمانوں سے استفادہ کرنا چاہئے لہذا انہوں نے ظاہری طور پر اسلام قبول کیا اور ظاہری طور پر مسلمان ہو گئے اور خلافت کا لبادہ اوڑھ کرخدا ،پیغمبر ،کعبہ اور دین کے تمام مقدسات کے خلاف برسرپیکار ہو گئے۔

----

[1]۔ جلوۂ تاریخ در شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید:۲۲۵۳

ا وی خلیفہ اپنے ا نی خواہشات کو بخوبی جانتے تھے بلکہ وہ یہودیوں کی شیطانی مکاریوں اور سازشوں سے بھی باخبر تھے اور وہ جانتے تھے ۔ ان کی اسلام اور مانوں سے دیرینہ دشمنی ہے۔ لیکن ان ب کے باوجود پ وارد میں انہوں نے یہودیوں سے اس طرح دھوکا کھایا ۔ جس کی شرمندگی ہ یشہ کے لئے تاریخ کے صفحات میں محفوظ و گئی اور جس سے ان کی بے شرمی میں مزید اضا ۔ وا۔

ان کا ایک منصوبہ اسکندریہ کے مینار کو برباد کرنا تھا جو دنیا کے سات عجوبوں میں سے ایک تھا۔

بہت سے مفکر دنیا کے سات عجوبوں سے کم وبیش آشنا ہیں اور وہ جانتے ہیں کہ ایک روایت کے مطابق اسکندریہ کا مینار اسکندر مقدونی نے بنایا تھا جو دنیا کی حیرت انگیز تعمیرات میں سے ایک ہے۔اس عجیب مارت اور اسے تباہ کرنے کے لئے یہودیوں کی سازشوں کو جاننے کے لئے ان مطالب پر غور کریں:

حیرت انگیز مارتوں میں سے ایک اسکندریہ کا مینار ہے جو تراشے وئے پتھر اور سیسہ سے بنایا گیا ہے ۔اس کے تین سو کمرے ہیں جن میں سے ہر ایک کمرے میں سے مینار کے اوپر جایا جا سکتا ہے اور ان کمروں میں بیٹھ دریا کو بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

کہتے ہیں:اسے بنانے والا سکندر مقدونی ہے اور پ لوگ کہتے ہیں:اسے مصر کی ملکہ "دلوکا" نے بنایا ہے۔

کہلا جاتا ہے ۔ اس مینار کے شرقی نارے میں لکھا وا ہے ۔ طوفان نوح کے ایک ہزار دوسو سال بعد ستاروں کے معائنہ کے لئے مربیوش یونانی کی بیٹی کے حکم پر یہ مینار بنا گیا۔

کہتے ہیں:اس مینار کی لمبائی ہزار ذراع ہے اور اب اس کے اوپر پ مجسمے ہیں جن میں سے ایک مجسمہ ایک مرد کا ہے جو اپنے دائیں ہات کی شہادت کی انگلی سے سورج کی طرف اشارہ کرتا ہے چاہے وہ آسمان میں جس جگہ بھی و اور جس طرف سورج پلٹتا ہے وہ بھی اسی طرف پلٹتا جاتا ہے۔

ایک دوسرا بدن ہے جو سمندر کی طرف دیکھ رہا ہے اور جب دشمن اس شہر سے ایک میل کی دوری پر و وہ خوفناک آواز نکالتا ہے تا ۔ شہر کے لوگوں کو دشمن کے آنے کی خبر و جائے۔

ایک اور مجسمہ بھی ہے جو راتیں ہر گھنٹے کے بعد دلنشین آواز نکالتا ہے۔کہتے ہیں کہ اس مینار کے اوپر ایک آئینہ ہے جس کا رخ سمندر کی طرف ہے اور جس طرف سے بھی کشتیاں آئیں وہ رستے میں تین دن کی مسافت تک اس آئینہ میں دکھائی دیتی ہیں تا کہ یہ سمجھا جا سکے کہ وہ تاجر ہیں یا دشمن۔یہ مینار ولید بن عبدالملک کے زمانے تک عروج پر تھا۔[1]

کتاب "تحفۃ الدھر" میں اسکندر کو اس مینار کے بنانے والا قرار دیا گیا ہے اور لکھتے ہیں:اس مینار کو بنانے سے پہلے اس نے مختلف پتھروں کو پانچ سال تک پانی میں رکھا تا کہ اس سے یہ پتہ چل سکے کہ ان میں سے کون سا پتھر پانی کے مقابلہ میں زیادہ مزاحمت کر سکتا ہے۔پانچ سال کے بعد پتہ چلا کہ آبگینہ(شیشہ)میں زیادہ استحکام و مزاحمت ہے۔اس لئے اس نے حکم دیا کہ پانی میں اس مینار کی بنیادوں کو آبگینہ سے بنایا جائے۔مشہور تاریخ نویس مسعودی نے یوں لکھا ہے:ولید بن عبدالملک کے دور خلافت میں روم کے بادشاہ نے اپنے ایک خاص ذہین اور فہیم شخص کو مہاجر کی شکل میں کچھ اشیاء کے ساتھ ایک اسلامی ملک کی حدود میں بھیجا۔وہ شخص ولید کے پاس آیا اور اس سے کہا:میں روم کے بادشاہ کے قریبی افراد میں سے تھا وہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے اور اس نے مجھے قتل کرنے کا ارادہ کیا ہے ۔میں ڈر کے مارے وہاں سے بھاگ آیا اوراب میں اسلام کی طرف مائل ہو چکا ہوں۔وہ ولید کے ہاتھوں مسلمان ہو گیا اور اس کے نزدیکی افراد میں سے ہو گیا۔اس نے روم سے نکالے جانے والے ذخائر اور خزانوں کی بات کی۔اس نے ان کی تفصیل اپنے پاس لکھی ہوئی تھی اور اس نے ان میں سے کچھ چیزیں ولید کو پیش کیں جس سے ولید لالچ میں پڑ گیا۔

اس شخص نے ولید سے کہا:آپ کے ملک میں اموال، جواہر اور خزانے بہت زیادہ ہیں۔

ولید نے کہا: کہاں ہیں؟

اس نے کہا:اسکندریہ کے مینار کے نیچے اموال بھرے پڑے ہیں کیونکہ جب اسکندر دنیا کے جواہرات اکھٹے کئے تو انہیں زمین کے نیچے رکھ دیا اور اس کے اوپر مینار بنا دیا۔

----

[1]۔ ترجمہ نخبۃ الدھر فی عجائب البر و البحر:۵۳

ولید جو لالچ میں آچکا تھا،اس نے اس شخص کے ساتھ اسکندریہ کے سمار کو برباد کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجا۔جب آدھے مینار کو سمار کر دیا تو وہ مینار زمین پر گر گیاتو اسکندریہ کے لوگوں کا نالہ بلند ہوا اور تب جاکروہ لوگ سمجھے کہ دشمن نے کس مکر و حیلہ سے کام لیا ہے۔جب وہ شخص بھی جان گیا کہ اس کی مکاری کو لوگ بھانپ گئے ہیں تو وہ رات کی تاریکی میں فرار ہو گیا اور ہمارے زمانے یعنی سن ۳۳۲ھ میں بھی وہ مینار اسی حالت میں باقی ہے۔[1]

دو وجوہات کی بناء پر ہم نے یہ واقعہ بیان کیا ہے:ایک، اسکندریہ کے مینار کی وضاحت اور یہ کہ گذشتہ زمانے میں دنیا میں کیسے کیسے عجوبے پائے جاتے تھے۔اور اس سے بھی اہم نکتہ مسلمانوں کے دشمنوں کی بیداری، وشیاری اور ان کے مکرو فریب کو بیان کرنا ہے ۔ یہودی دشمن،جاہل عیسائی اور تمام ساک و عقائد نے پوری تاریخ میں اسلام کی شان و شوکت ، جاہ و جلال اور مسلمانوں کی معنوی و مادی رفعت کو ختم کرنے کی کوشش کی جس کے مقابلہ میں مسلمان ہمیشہ بے حس رہے اور انہوں نے کبھی اس کی طرف توجہ نہیں دی۔لہذا آپ عزیزجوانوں کو میری یہی تاکید اور سفارش ہے کہ دشمن کی طرف سے جو چیز آئے اسے ہمیشہ اچھا نہ سمجھو بلکہ اس کے ظاہر کو دیکھ کر اس کے باطن کو سمجھنے کی کوشش کرو۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ خدمت کے نام پر کیسی کیسی خیانتیں کی جاتی ہیں،ترقی و تمدن کے نام پر کیسا کیسا نقصان پہنچاتے ہیں،نئی ایجادات کے نام پر کیسے کیسے اصل گوہر ہم سے لے لئے جاتے ہیں اورکیسے ہمارا ظاہری و باطنی اور مادی و معنوی سرمایہ لوٹ لیاجاتا ہے؟

میرے عزیزو!جان لو کہ دشمن دوست نہیں بن سکتا ،کفر کبھی اسلام کے ساتھ یکجا نہیں ہو سکتا۔ یہودی،عیسائی،کفار اور منافقین ہماری مدد کے لئے کبھی بھی حاضر نہیں ہوں گے ۔ وہ تمہیں جتنا دینا چاہتے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ تم سے لے چکے ہیں۔ ہمیں ہوشیار رہنا چاہئے اورآئندہ بھی دھوکا نہ کھائیں اور سادہ لوح نہ رہیں۔ ہم ان کے دیئے گئے نقصانات اور ان کی خیانتوں سے واقف تھے اور واقف ہیں لیکن پھر بھی وہ جو چیز لاتے ہیں ہم انہیں پھیلا کر ان کے افکار و رفتار کا استقبال کرتے ہیں؟

----

[1]۔ مروج الذہب:۴۱۷۱

خدا کو اس کی عزت و جلال کا واسطہ دیتے ہیںکہ پروردگارا! جلد از جلد اسلام اور مسلمانوں کی عزت کو پہنچا دے: "اين معزّ الأولياء و مذّل الأعداء"[1]

مسلمانوں میں اختلاف ایجاد کرنے کے لئے یہودیوں کی سازش

پیغمبر اکرم(ص) کے خلاف یہودیوں کی سازشیں صرف غیر مسلمانوں کو اسلام کی طرف آنے سے روکنے میں ہی منحصر نہیں تھیں بلکہ جہاں تک ہوسکتا تھا وہ مسلمانوں میں تخریب کاری اور سازشیں کرتے تھے تا کہ فتنہ و فساد اور افراتفری پیدا کرکے مسلمانوں کو کمزور کر سکیں۔

یہودیوں نے مسلمانوں میں اختلاف ایجاد کرنے کے لئے ہر ممکن طریقہ اختیار کیا اور اب بھی اسی راستہ پر چل رہے ہیں۔ان میں سے ایک راہ قومی تعصب سے استفادہ کرکے قبائلی جنگ کی آگ بھڑکانا ہے۔

اوس اور خزرج عرب کے دو بہت ہی مشہور قبیلے ہیں جو اسلام قبول کرنے سے پہلے یہودیوں کی سازش کی وجہ سے جنگ و جدال میں مشغول تھے۔

کتاب "تحلیلی بر عملکرد یہود در عصر نبوی"میں لکھتے ہیں: مدینہ میں داخل ہوتے وقت پیغمبر اکرم(ص) کو جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان میں سے ایک اوس اور خزرج دو قبیلوں کے درمیان اختلاف تھا۔اسلامی حکومت کی بنیادوں کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے ان دشمنی اور تفرقہ اندازی کو ختم کرنا آنحضرت کے لئے ضروری تھا ۔ لہذا آپ نے پہلی فرصت میں ان دونوں قبیلوں کے درمیان اتحاد اور بھائی چارہ قائم کیا اور آنحضرت(ص) کے اسی اقدام کی وجہ سے ان دو قبائل کے درمیان کئی سال کی دشمنی ختم ہو گئی۔اوس و خزرج میں اتفاق و اتحاد ہو جانے کی وجہ سے یہودی اپنے اقتصادی مقاصد اور دوسرے منافع حاصل نہیں کر سکتے تھے،اس لئے انہوں نے اسلام کی روزمرہ کی ترقی سے مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں کے درمیان تفرقہ اور جدائی ڈالنے کی کوشش کی۔

----

[1]۔ جامعہ در حرم:۳۶۴

یہودیوں نے اپنے اس مشہور قاعدہ "تفرقہ ڈالو اور حکومت کرو" پر عمل کرتے ہوئے دو قبائل اوس اور خزرج میں اختلافات پیدا کئے تھے اور ان سے قدرت کو یکجا کرنے کا وسیلہ سلب کر لیا تھا۔ اقتصادی، سیاسی اور دوسرے مختلف شعبوں میں یہودیوں کی ترقی کا یہی راز تھا۔ چونکہ اسلام کے آنے سے انہیں اپنے یہ منحوس منصوبہ خاک میں ملتے دکھائی دے رہے تھے اس لئے انہوں نے مختلف کاروائیاں کرنا شروع کیں تا کہ ان کے درمیان روابط ختم کرکے انہیں دوبارہ زمانۂ جاہلیت کی طرف پلٹا دیں اور تیزی سے ترقی کرتے ہوئے اسلام کا راستہ روکا جا سکے۔ اس مقصد کی خاطر یہودی کسی ایسے موقع کی تلاش میں تھے کہ جس میں اپنے مقصد کو حاصل کر سکیں اور اس اہم امر کے لئے اپنی سازش پر عمل کریں۔

ایک دن شاس بن قیس (جو ایک دولتمند یہودی تھا) ایک جگہ سے گذر رہا تھا، جب اس نے دیکھا کہ وہاں اوس اور خزرج قبیلوں کے افراد پیار و محبت سے اکٹھے ہیں تو وہ اپنے حسد اور رشک پر قابو نہ رکھ سکا اور اس نے اپنے منحوس منصوبہ پر عمل کرنے کے لئے اس موقع کو غنیمت جانا۔ وہ کسی یہودی جوان کو اس مجمع میں بھیجنا چاہتا تھا جو ان کے درمیان زمانۂ جاہلیت کے دیرینہ بغض کو پھر سے تازہ کر دے اور اس اتحاد و دوستی کو تفرقہ و دشمنی میں بدل دے۔[1]

جونہی اس جوان نے ان کے درمیان ماضی کے اختلافات اور لڑائی جھگڑے کو یاد کیا اور ایک دوسرے کے بارے میں توہین آمیز اشعار پڑھ کر ان کی پیار محبت کی محفل کو لڑائی جھگڑے میں تبدیل کر دیا تو دونوں قبیلوں نے ایک دوسرے پر تلواریں اٹھا لیں اور دوسرے افراد بھی ان کی مدد کو پہنچ آئے۔

جب یہ خبر رسول اکرم(ص) تک پہنچی تو آپ فوراً اس مجمع میں پہنچے اور فرمایا: خدا کی پناہ میں آجاؤ، کیا تم پھر سے جاہلیت کی طرف پلٹ گئے ہو اور جب کہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟! خدا نے اسلام کی طرف تمہاری ہدایت کی، تمہیں عزیز بنایا، جاہلیت کے رشتہ کو ختم کر دیا، تمہیں کفر سے نجات دی اور تمہارے دلوں کو متحد کیا۔[2]

----

[۱]۔ السیرۃ النبویۃ: ج۲ص۲۰۴، فروغ ابدیت: ۹۱-۴۶۸

[۲] ۔"یا معشر المسلمین؛ اللّٰہ اللّٰہ أبدعوی الجاهلیة و أنا بین أظهرکم بعد أن هداکم للاسلام، و أکرمکم به و قطع به عنکم أمر الجاهلیّة و استنقذکم من الکفر و ألّف بین قلوبکم" منشور جاوید:۳۰۶-۲۹۹، السیرۃ النبویۃ: ج۲ص۲۰۵

پیغمبر اکرم(ص) کی باتیں ایک ایسے طمانچہ کی طرح تھینجو بے وش افراد کے منہ پر پڑا اور س کے پڑتے ہی ب -وش مٰیں آگئے اور ب کو یہ پتہ چل گیا ۔ اس یہودی جوان کے اس شیطانی کام کا منصوبہ پہلے ہی سے بنایا گیا تھا اور یہ دشمن کی مر-کاری تھی ۔اس بناء پر انھوں نے ندامت و شرمندگی سے روتے وئے اپنے اسلحہ زمین پر ر دیئے اور استغفار کی اور ایک دوسرے کی گردن میں ہاتھ ڈال کر الفت و بھائی چارے کی تجدید کی۔[1]

خداوند کریم نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے وئے یوں فرمایا ہے:

(یاأَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوَاْ ن تُطِیْعُواْ فَرِیْقاً مِّنَ الَّذِیْنَ أُوتُواْ الْکِتَابَ یَرُدُّوکُم بَعْدَ یمَانِکُمْ کَافِرِیْنَ)[2]

اے ایمان والو!اگر تم نے اہل کتاب کے اس گروہ کی اطاعت کر لی تو یہ تم کو ایمان کے بعد کفر کی طرف پلٹا دیں گے۔[3]اس دنیا میں یہودیوں کا بنیادی ہدف دنیاوی آرائش وخوبصورتی اور اسی میں دلچسپی ہے۔ اور چونکہ ان کا آخری مقصد ہی دنیا ہے اس لئے وہ اس یک پہنچنے کے لئے انسانی اقدار کو پامال کر دیتے ہیں اور ب انسانوں کے درمیان تفرقہ و نفاق کا سبب بنتے ہیں اور اس طرح وہ آپس میں ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں اور یہودی اپنی مکاریوں کو جاری رکھتے ہیں۔اسی لئے خداوند متعال نے بھی قرآن مجید میں دنیا کی طرف توجہ کرنے کی وجہ سے ان کی سرزنش اور مذمت کی ہے اور فرمایا ہے:

(أُولَئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُاْ الْحَیَاةَ الدُّنْیَا بِالآَخِرَةِ فَلاَ یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلاَ هُمْ یُنصَرُونَ)[4]

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے آخرت کو دے کر دنیا خریدلی ہے ۔ ان کے عذاب میں تخفیف وگی ۔ ان کی مدد کی جائے گی۔

----

[1]۔ منشور جاوید:۳۰۰،الصافی فی تفسیر القرآن:ج ا ص۳۳۶

[2]۔ سورہ آل عمران، آیت:۱۰۰

[3]۔ تحلیلی بر عملکرد یہود در عصر نبوی:۴۹

[4]۔ سورۂ بقرہ، آیت:۸۶

پس جب ہم ابتدائے اسلام سے ۔ یک کی برائیوں اور تخریب کاریونکی بنیاد کا تجزیہ کریں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں ۔ ان کا اصلی سبب یہودی تھے۔یا وہ اس میں حصہ دار تھے؛جیسا ۔ ایک روسی دانشور لکھتا ہے:شریعت کی ۔ابود کرنے کے لئے یہودیوں کے بچھائے وئے جالوں سے دنیا کو شدید جنگی خطرات لاحق ہیں۔(۱)ابتداء سے ہی یہودیوں کی سیا ت ایـ ی ہی رہی ہے ۔ جو چیـز بھـی دنیـاوی ولا ۔ یک رسائی کی راہ میں حائل واسے کـ ی بھی طرح راستے سے ہٹا دیا جائے،چاہے اس کے لئے ولیـنـ۔ ترین اور غیر انسانی کام ہـی کیوں ۔ کرنے پڑیں جیسے انسانوں کو برائیوں اور فحاشی کی طرف دھکیلنا،ان کے درمیان تـ ر تـ و نفاق ایجاد کر ۔ا یا ۔ رورت پـڑنے پـر انہیں اجتماعی صورت میں قتل کر دینا۔اس رو سے یہ کہاجا سکتا ہے ۔ روئے زمین پر اکثر خرابیوں کی بنیاد رف یہودی ہی ہیں۔حتی ۔ تورات میں تحریف و تبدیلی کے لئےیہودی علماء رضاکا ۔ طور پر سـامنے آئے اور اس کام کے لـئے وہ یہـودی حکمرانـوں اور سلطانوں سے رشوت لیتے تھے اور ان کی خوشامد اور اپنی دنیا کے حصول کے لئے دین یہود کو اس کے اصلی راہ سے منحـرف کـرتے تھے اور رسول اکرم(ص) کی صفات کو اگ انداز سے نقل کرتے تھے۔(۲)خداوند کریم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

(أَلَمْ تَرَ لَى الَّذِيْنَ أُوتُواْ نَصِيْباً مِّنَ الْكِتَابِ يَشْتَرُونَ الضَّلاَلَةَ وَيُرِيْدُونَ أَن تَضِلُّواْ السَّبِيْلَ)(۳)کیا تـم نے ان لوگـوں کـو نہیں دیکھا ہے جنہیں کتاب کا تھوڑا سا حصہ دے دیا گیا ہے اور وہ(اس سے اپنی اور دوسروں کی ہدایت کے لئے استفادہ کرنے کـی بجائے اپنے لئے) گمراہی کا سودا کرتے ہیں اور چاہتے ہیں ۔ تم بھی راستہ سے بہک جاؤ؟!مرحوم طبرسی ذکر کـرتے ہـیں:یہـودی علماء خود بھی بہت زیادہ مال دیتے تھے تا ۔ توریت کے ایسے مطالب میں تحریف کریں جو یہودیوں کے لئے ی نقصانات کا باعث بنتے ہیں۔ درحقیقت یہودی علماء توریت کے یہ تحریف شدہ مطالب دنیاوی ا وال کے مقابلہ میں بیچتے تھے۔(۴)

----

[۱]۔ اسرار سازمان مخفی ود:۸

[۲]۔ ابوالفتوح رازی:ج۴ص۳۹۶

[۳]۔ سورہ نساء،آیت:۴۴

[۴]۔ مجمع البیان ف تفسیر القرآن:ج۳ص۹۶

جب یہودیوں نے پیغمبر اکرم(ص) کو اپنے ناجائز اقتصادی مقاصد کے حصول کی راہ میں حائل دیکھا اور یہ مختلف حربوں سے بھی اسلام کو پھیلنے سے نہ روک کے تو انہوں نے رسول خدا(ص) کو قتل کرنے کا بھی منصوبہ بنایا۔لیکن پیغمبر(ص) وحی کے ذریعہ ان کے منصوبے سے آگاہ ہو گئے اور اس جگہ کو چھوڑ کر مدینہ واپس آ گئے جہاں وہ آپ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔انہیں اس ناپسندیدہ کام کی وجہ سے تنبیہ کی گئی اور انہیں شہر بدر کر دیا گیا۔[1]

یہودیوں میں آج بھی حب دنیا اور مال پرستی پائی جاتی ہے اور آج ہم اس کے شاہد ہیں کہ وہ دنیاوی مقاصد کے حصول کے لئے ہر قسم کے غیر انسانی اور ناجائز فعل انجام دیتے ہیں چاہے یہ ان کے اپنے دین کے برخلاف ہی کیوں نہ ہوں۔اگراس دن وہ معاشرے میں فساد برپا کرتے تھے اور زیادہ سے زیادہ بے گناہ لوگوں کو قتل کرتے تھے تو آج بھی استعماری ممالک ۔ جن میں یہودیوں کا اثر و رسوخ ہے۔اہم کیمیائی و معدنی مواد لوٹ رہے ہیں اور اس کے مقابلہ میں منشیات اور بوسیدہ اسلحہ فروخت کرتے ہیں جو سالوں سے اسٹور میں بے کار پڑا ہوتا ہے۔[2]

....اگر اس دن یہودی دولت حاصل کرنے کے لئے اوس و خزرج میں تفرقہ ڈالتے تھے تا کہ غالب طرف کی حمایت کرنے سے مغلوب کے مال پر قبضہ کیا جا سکے تو آج اس روش کا نیا نمونہ سامنے آیا ہے اور اقوام کے ذخائر تک رسائی کے لئے ہر قسم کی مکاری اور ہر طرح کا ظلم کرتے ہیں کیونکہ یہودیوں کی نظر میں صرف طاقت کا نام ہے اور آزادی خام خیالی سے زیادہ کچھ نہیں ہے اور صرف طاقت کے ذریعہ ہی سیاست میں کامیابی حاصل کی جا سکتی ہے۔[3]

یہودی "پروٹکل"اور اپنی کمیٹی کی گذارشات میں یوں اعتراف کرتے ہیں:ہم داخلی جنگوں کے ذریعہ اقوام کو کمزور کرتے ہیں جو بعد میں سماجی جنگوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

----

[1]۔ السیرۃ النبویۃ ج: ۳ص۱۹۹-۲۰۰

[2]۔ چہرہ یہود در قرآن:۶

[3]۔ چہرہ یہود در قرآن:۹-۸

جو ملک بھی ہماری مخالفت میں کھڑا و ہم اس ملک اور اس کے پڑوسی ملک کے درمیان جنگ چھیڑ دیتے ہیں ۔۔ا ۔ وہ اسلحہ کے مقابلہ میں مال دیں ،اسلحہ کی افزائش اور جنگیں ہمارے فائدے میں ہیں۔کیونکہ ایک طرف سے ہم اقوام و ملل کے درمیان اپنے لئے احترام پیدا کرتے ہیں اور وہ جانتے ہیں ۔ ہم نظم اور بے نظمی کے عوامل ہیں اور دوسری طرح سے ہم ان پر اقتصادی قراردادوں اور مالی ہدوپیمان کا بوجھ ڈال دیتے ہیں۔[۱][۲]پیغمبر اکرم(ص) اور آپ کے بعد کے زمانے میں یہودیوں کی تخریب کاری کا ایک اور سبب ان کے مقام و منصب کو درپیش آنے والا خطرہ تھا۔اس بناء پر یہودیوں نے مختلف زمانوں میں حکومتوں کو اپنے قابومیں کرنے کی کوشش کی ہے۔ان وارد میں سے ایک ان کے ثقافتی اور مطبوعاتی تہوار ہیں جن کے ذریعہ وہ لوگوں کے ذہنوں میں راسخ وتے ہیں اور اپنے مقام کو مستحکم کرتے ہیں۔اس بارے میں "آدولف ہٹلر"لکھتا ہے:".....زہریلے افکار کو پھیلانے والے یہودیوں کے علاوہ کوئی اور نہیں ہیں۔ گفتگو کرنے کے لئے ان کے پ خاص لہجہ وتے ہیں جو ذہنی و فکری مغالطہ پیدا کرنے میں بہت ماہر وتے تھے۔سیاسی بحث کے دوران وہ کئی دھوکا دینے والے کلمات جیسے ملت، آزادی،امن و امان کا قیام وغیرہ سے اپنے مقابل کوخارج کر دیتے۔لیکن چونکہ یہ جنگ میں شکست کھانے والے ان افراد کی طرح عاجز و بے بس وجاتے تھے جن کے پاس بھاگنے کا بھی کوئی راستہ نہ و۔اس لئے یہ خود ہی حماقت وبے وقوفی کرتے۔اگر ان کا کوئی منصوب ناکام ہو جاتا تو وہ فوراً نئی منصوب بندی میں لگ جاتے ۔ان کے دلائل اتنے بے بنیاد تھے ، یہ خود بھی اس سے واقف تھے لیکن پھر بھی اس کا خیال نہ کرتے۔یہودی ایک خودغرض،لاپرواہ ،اپنے ملک اور خاندان کی غدار مخلوق ہے۔اگر کسی روز کسی ملک کی زمام ان کے ہاتھوں میں آجاتے اور وہ اسے اپنا مال سمجھنے لگیں تو اس ملک کو دوسرے ملک میں تخریب کاری پھیلانے کا مرکز بنا دیں"[۳][۴]

----

[۱]۔ اسرار سازمان مخفی یہود:۶۸-۶۷

[۲]۔ تحلیلی بر ملکرد یہود در عصر نبوی:۱۱۰

[۳]۔ نبرد من:۴۵

[۴]۔ تحلیلی بر ملکرد یہود در عصر نبوی :۱۱۸

دوسرا باب

یہودیوں کے کچھ کارکن اور ایجنٹ یہودیوں کے رنگ میں رنگنے والے

۱- سلام بن مشکم وغیرہ یہود

۲- ایک دوسرا گروہ

۳- ابوہریرہ

۴- عبداللہ بن عمرو عاص

۵- مسروق بن اجدع ہمدانی کوفی

٦- کعب الاحبار

کعب الاحبار اور عمر

کعب الاحبار کے توسط سے معاویہ کے یہودیوں سے تعلقات

یہودی اور تغییر قبلہ اور کعب الاحبار کا کردار

کعب الاحبار اور اسرائیلات کے خلاف امیرالمؤمنین حضرت علی علیہ السلام کا موقف

7- وہب بن منبہ

وہب بن منبہ کے عقائد

۱۔ سلام بن مشکم وغیرہ یہ

۔ تاریخ اسلام کے منابع میں یہودی سربراوں میں سے ۔ نام دوسروں سے نمایاں دکھائی دیتے ہیں ۔ جیسے کعب بن اشرف، ابو رافع (سلام بن ابی حقیق) اور ابو حقیق کا خاندان ، جن میں کعب بن اسد، حیی بن اخطب اور اس کا خاندان، مخیریق ، سلام[۱] بن مشکم، عبداللہ بن سلام، محمد بن کعب قرظی اور کعب الاحبار۔

کعب بن اشرف بنی نضیر کے شاعروں میں سے تھا جو اسلام، مسلمانوں اور پیغمبر اکرم(ص) کے خلاف اپنے پروپیگنڈوں اور کوششوں کی وجہ سے آنحضرت کے اصحاب کے ہاتھوں مارا گیا۔حکومت مدینہ کے خلاف تحریکوں میں ابو رافع کا بھی بہت اہم کردار تھا اور آخر میں اسے اسی کی سزا ملی۔ابن ربیع بن حقیق ، جسے کنز بھی ابن ابی حقیق کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے اور جو خیبر کے بزرگوں میں سے تھا اور ان کا صاحب کنز تھا۔[۲]وہ خیبر کی جنگ میں مارا گیا۔اس سے پہلے مدینہ کے خلاف جماعتوں کی تحریکوں میں بھی اس کا نام نظر آتا ہے۔حیی بن اخطب، جو پیغمبر اکرم (ص) سے معاہدے پر دستخط لینے کے لئے بنی نضیر کا نمائندہ تھا اور اسلام کے سخت دشمنوں میں سے تھا۔وہ اس قبیلہ کا بزرگ شمار کیا جاتا تھا، عہد وپیمان توڑنے کی وجہ سے اسے مدینہ سے نکال دیا گیا اور وہ خیبر چلا گیا۔جنگ احزاب میں اس نے کعب بن اسد(جو بنی قریظہ کا بزرگ اور رسول اکرم(ص) سے معاہدہ میں مقابل تھا) سے بہت اصرار کیا اور اسے پیغمبر (ص) سے کئے گئے معاہدے کو توڑنے اور پیغمبر(ص) کے دشمنوں سے مل جانے پر مجبور کیا۔ان دونوں کا انجام یہ ہوا کہ یہ دونوں بنی قریظہ کے واقعہ میں قتل ہو گئے۔

----

[۱] ۔منابع میں ان یہودیوں کا نام تشدید کے نقل ہوا ہے اور اگر مؤرخین نے اس کی طرف توجہ نہیں بھی کی ہو تو پھر بھی محققین نے اس کی تاکید کی ہے۔ سہیلی"عبداللہ بن سلام" کے نام کے ذیل میں کہتے ہیں:چونکہ سلام(تشدید کے بغیر)خدا کے اسماء میں سے ہے اس لئے مسلمانوں میں یہ نام نہیں ہے بلکہ یہودی اس طرح(سلام ، تشدید کے بغیر) نام رکھتے تھے۔ لیکن سہیلی کے قول پر بہت سے اعتراضات ہوئے ہیں جن میں سے ایک یہی مورد ہے۔

[۲] ۔ آل ابی حقیق کا کنز یہودیوں کے مال کا خزانہ تھا ۔اونٹ کی کھال میں اس کی حفاظت کی جاتی تھی ، جو اس خاندان کے بزرگ کے پاس رہتا تھا۔ مکہ کی شادیوں کے لئے یہ خزانہ کرائے پر دیا جاتا تھا اور کبھی ایک مہینہ کے لئے یہ مکہ والوں کے پاس رہتا۔"المغازی:ج۲ص۶۷۱"

مخیریق وہ تنہا یہودی تھا جسنے اسلام قبول کیا اور اس پر ثابت قدم رہا۔ان کا شماربنی قینقاع کے بزرگوں اور عالموں میں ہوتا تھاجو پیغمبر(ص) سے معاہدے میں یہودیوں کے تیسرے گروہ کے نمائندہ تھے۔جب رسول اکرم(ص) جنگ احد کے لئے مدینہ سے باہر گئے تو مخیریق نے اپنی قوم سے کہا: تمہیں پتہ ہے کہ وہ خدا کا پیغمبر ہے اس لئے ان کی مدد کرنی چاہئے ۔یہودیوں نے کہا: آج ہفتہ کا دن ہے اور وہ ان کے ساتھ نہ گئے۔مخیریق نے اسلحہ اٹھایااور احد پہنچ گئے اور مسلمانوں سے مل کر جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ پیغمبر(ص) نے فرمایا ہے:یہودیوں میں سے مخیریق بہترین تھے۔[1] سلام بن مشکم اگرچہ اسلام کے دشمنوں میں سے تھا لیکن اس کے باوجود اپنے یہودی کیش و علماء کورسول خدا(ص) سے جنگ کرنے اور عہد و پیمان توڑنے سے ہوشیار کرتا تھا اور آنحضرت کی رسالت کا اعتراف کرتا تھا۔[2]غزوہ سویق میں بھی اس یہودی کا نام ملتا ہے۔بدر کی شکست کے بعد ابوسفیان نے رسول اکرم(ص) سے جنگ کرنے کی نذر کی تھی جس کے لئے وہ مشرکین کے ایک گروہ کے ساتھ چھپ کر مدینہ آیا اور بنی نضیر کے پاس گیا ۔ سلام بن مشکم نے (جواس وقت بنی نضیر کا بزرگ اور ان کاصاحب کنز تھا)ابوسفیان کی بات مان کر اسے مسلمانوں کے بارے میں معلومات فراہم کیں۔ مشرکوں نے مدینہ کے اطراف میں انتشار پھیلایا اور وہ ستوؤںکو وہیں چھوڑ کر اس جگہ سے چلے گئے۔جب مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا تو انہیں یہی ستو ملے جو ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کا زاد راہ تھا اس وجہ سے اسے غزوہ سویق کہلا جاتا ہے۔[3]سلام بن مشکم مدینہ سے نکل جانے کے بعد خیبر میں زندگی گزارتا تھا۔بنی قریظہ کے واقعہ اور حیی بن اخطب کے مارے جانے کے بعد اس نے ایک بار پھر یہودیوں کی قیادت سنبھالی اور جنگ خیبر میں قتل ہو گیا جب کہ وہ بستر مرگ پر تھا۔[4]

----

[۱]۔ سیرہ ابن ہشام:۵۱۸۱،المغازی:ج۱ص۲۶۲

[۲]۔ المغازی:ج۱ص۳۶۵،۳۶۸ اور ۳۷۳

[۳]۔ سیرہ ابن ہشام:ج۲ص۴۴،المغازی:ج۱ص۱۸۱

[۴]۔ المغازی:ج۱ص ۵۳۰ اورج۲ص۶۷۹

جنگ خیبر کے بعد جس عورت نے رسول اکرم(ص) کو زہر دیا تھا وہ اسی سلام کی بیوی تھی ، جس کا باپ اور چچا بھی جنگ میں مارے گئے تھے۔[1]عبداللہ بن سلام دوسرا یہودی تھا جس نے اسلام قبول کیا لیکن مخیریق کے برعکس آخر میں یہ اموی راویوں کا آلۂ کار اور اہلبیت اطہار علیہم السلام کا مخالف بن گیا۔یہی موضوع اور اس کا اسرائیلیات سے آگاہ ہونا باعث بنا کہ اس سے نقل ہونے والی روایات،یا اس کے بارے میں نقل ہونے والی گذارشات کو شک کی نگاہ سے دیکھا جائے۔مثلاً اس کے اسلام لانے کے زمانے کے بارے میں مشہور یہ ہے کہ اس نے ہجرت کے پہلے سال اسلام قبول کیا۔[2]ابن اسحاق نے خود عبداللہ سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) کے مدینہ میں داخل ہوتے وقت اس نے اسلام قبول کیا کہ جب آنحضرت قبا میں رہتے تھے۔[3]لیکن اس کے اسلام لانے کے بارے میں ایک دوسری خبر یہ ہے کہ اس نے سن آٹھ ہجری میں اسلام قبول کیا۔[4]معاصر مورخ جعفر مرتضی عاملی دوسرے قول کو قبول کرتے ہیں اور کہتے ہیں:اس روایت کی طرف توجہ نہ کرنے کی وجہ اس کے راویوں میں سے ایک کا شیعہ ہونا ہے۔[5]

دوسرا مورد اختلاف موضوع اس کے بارے میں نازل ہونے والی چند آیات کا شان نزول ہے ۔ انھیں آیات میں سے ایک سورہ احقاف میں ہے کہ جس میں فرمایا گیا ہے:"کہہ دیجئے کہ تمھارا کیا خیال ہے اگر یہ قرآن اللہ کی طرف سے ہے اور تم نے اس کا انکار کردیا جب کہ بنی اسرائیل کاایک گواہ ایسی ہی بات کی گواہی دے چکا ہے اور وہ ایمان بھی لایا ہے اور پھر بھی تم نے غرور سے کام لیا ہے بیشک اللہ ظالمین کی ہدایت کرنے والا نہیں ہے "[6]

----

[1]۔ سیرہ ابن ہشام:ج۲ص۳۳۷ اور ۶۷۹

[2] ۔ تاریخ خلیفہ:۱۹، دلائل النبوۃ:ج۲ص۵۲۶۔ بیہقی نے اسی باب میں ایک مخصوص باب کھولا ہے جس میں عبداللہ کے اسلام قبول کرنے کی روایت کو ذکر کیاہے۔

[3]۔۔سیرہ ابن ہشام:ج۱ص۵۱[4]الاصابہ: ج۴ص۱۱۸[5]۔ الصحیح:ج۴ص۱۴۵

[6]۔ سورہ احقاف،آیت:۱۰

بہت سی کتابوں میں ہے کہ یہ آیت عبداللہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔(۱) لیکن بعض کہتے ہیں چونکہ سورہ احقاف مکی ہے اور عبداللہ مدینہ میں اسلام لایا اس لئے اس آیت سے عبداللہ مراد نہیں ہو سکتا۔(۲)

علامہ طباطبائی سورہ کے مکی اور آیت کے مدنی ہونے کے اشکال کو رد کرتے ہوئے متعدد روایات کی بنیاد پر عبداللہ کو ہی اس آیت کا مصداق سمجھتے ہیں۔نیز وہ ان روایات کو بھی اشکال سے خالی نہیں سمجھتے۔(۳)

دوسری آیات جن کا مصداق عبداللہ کو شمار کیا جاتا ہے وہ یہ ہیں:سورہ آل عمران آیت۱۹۹، سورہ رعد آیت۴۳ اور سورہ شعراء آیت۱۹۷۔(۴) ایسا لگتا ہے کہ اہل کتاب میں سے اسلام لانے والوں کی تعداد بہت کم تھی(۵) اس لئے راویوں اور مفسروں نے اہل کتاب کے ایمان لانے کی طرف اشارہ کرنے والی آیات عبداللہ بن سلام پر منطبق کی ہیں۔البتہ ان تین آیتوں کے بارے میں دوسروں کے نام بھی لئے گئے ہیں۔ ان سب کے باوجود شعبي نے کہا ہے:"کوئی آیت بھی عبد اللہ کی شان میں نازل نہیں ہوئی ہے۔(۶) دلچسپ تو یہ ہے کہ ایک رپورٹ میں ان شان نزول کا راوی بھی خود عبداللہ ہے!

عسقلانی کہتا ہے:جب ابن سلام عثمان کا دفاع کرنے کے لئے لوگوں سے بات کر رہا تھا تو اس نے اشارہ کیا کہ میرے بارے میں آیہ"شهد شاهد"اور 'من عنده علم الکتاب". نازل ہوئی ہے۔(۷)

----

[۱]۔ صحیح البخاری:ج۴ص۲۲۹،الطبقات الکبری:ج۲ص۲۶۹، مجمع البیان:ج۵ص۱۲۶[۲]۔ الدر المنثور:ج۷ص۳۸۰

[۳]۔ المیزان:ج۱۸ص۱۹۹ اور ۲۰۳[۴] ۔ ان تین آیتوں کے بارے میں بالترتیب :المغازی:۳۲۹۱، مجمع البیان:۴۶۲۳،الطبقات الکبری:۲۶۹۲

[۵] ۔ ابن اسحاق نے صرف مخیریق اور عبداللہ بن سلام کا نام لیا ہے کہ جنہوں نے اسلام قبول کیا(سیرہ ابن ہشام: ج۱ص۵۱۶) البتہ کہا جاتا ہے کہ یہودیوں میں سے چند دوسرے افراد نے بھی اسلام قبول کیا۔(سبل الہدی:ج۳ ص۳۷۸) لیکن بہ ہر حال ان کی تعداد کم ہے۔

[۶] ۔ الدر المنثور:ج۷ص۳۸۰۔جعفر مرتضی بھی ان قرآنی آیتوں کو عبداللہ پر منطبق کرنے کی مخالفت اور اس روایت کو تقویت دیتے ہوئے لکھتے ہیں:بعید نہیں کہ معاویہ نے ابن سلام کے لئے فضیلت گھڑی ہو۔ بالخصوص آیہ رعد کے مصداق امیر المؤمنین علی علیہ السلام ہیں ۔کہ کتاب سلیم کی ایک روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں قیس بن سعد آیت کو حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ اسے عبداللہ سے تفسیر کرتا ہے۔(الصحیح :ج۴ص۱۴۸ اور ۱۵۰)

[۷]الاصابۃ:ج۴ص۱۲۰

ابن سلام کے بارے دوسرا قابل توجہ وضوع پ روایت ہیں جن میں اسے "عشرہ مبشرہ" [۱]میں سے قرار دیا گیا ہے۔[۲]

ان متعددروایتوں(جنہیں نقل کرنے کے سل لہ میں عبداللہ بن سلام بھی ہے) کے علاوہ جس ورد میں اس کا نام،مونابع میں نقل وا ہے وہ عثمان کے محا رہ کا واقعہ ہے۔ اس بارے میں مؤرخین کا بیان ہے ، عبداللہ بن سلام نیعثمان کا محا سرہ کرنے والوں کو دور کرنے اور انہیں خلیفہ کا خون بہانے سے روکنے کی کوشش کی۔

عبداللہ کے جواب میں مخاطبین نے کہا:

"اے یہودی زادہ!ان ا ور سے تمہارا کیا سروکار؟"[۳]

ابن شبہ اپنی تاب میں عبداللہ کے عثمان سے دفاع کرنے کے بارے میں ایک باب لکھا ہے[۴] اور ابن سعد نے عثمان کی حمایت میں اس سے روایات نقل کی ہیں اور لکھا ہے:

عبداللہ بن سلام نے عثمان کے قتل کے دن کہا:"آج عرب ، ابود وگئے"[۵]

یہنو مان یہودی ان لوگوں میں ہے جنہوں نے امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی بیعت نہیں کی تھی![۶] اور جو ۴۳ ھ میں اس دنیا سے چلا گیا۔[۷]

----

[۱]۔ وہ دس افرادجن کے بارے میں کہا گیا ہے ، پیغمبر اکرم(ص) نے انہیں جنت کی بشارت دی ہے!

[۲]۔ صحیح البخاری: ج۴ص۲۲۹، الطبقات الکبری:ج۲ص۳۶۹

[۳]۔ انساب الا شراف: ج۶ص۱۹۲ اور ۲۲۱ تاریخ الطبری:ج۳ص۴۵۲

[۴]۔ تاریخ المدینہ:ج۴ص۱۱۷۵

[۵]۔ الطبقات الکبری:ج۳ص۵۹

[۶]۔ مروج الذہب:ج۲ص۳۶۱، شرح نہج البلاغۃ:۹۴، تاریخ الطبری:ج۳ص۴۵۲

[۷]۔ تاریخ خلیفہ:۱۳۶

۲- ایک دوسرا گروه

ایک دوسرا گروه ، رسول اکرم(ص) کو جن کا سامنا تھااور جنہوں نے مانوں کے لئے بہت زیادہ شکلات کھڑی کیں، وہ لوگ تھے جنہوں نے ظاہری طور پر تو اسلام قبول کیا تھا لیکن ان کے دلوں میں اسلام نہیں تھا حتی ، وہ اسے ختم کرنے کی تاک میں رہتے تھے۔خداوند کریم نے قرآن کی بہت سی آیتوں میں ان کی سختی سے سرزنش کی ہے اور ان کی صفات کو بیان فرمایا ہے۔

اگر تاریخی شواہد سے استفادہ کیا جائے تو ظاہری طور پر اسلام قبول کرنے کی اکثریت پہلے یہودی تھی۔ابن اسحاق نے اپنی کتاب کے ایک باب میں یہودیوں کے علماء کا نام ذکر کیا ہے جنہوں نے ظاہراً تو اسلام کیا لیکن وہ منافقین کا حصہ تھے۔ان افراد میں رفاعۃ بن زید بن تابوت، زید بن لصیت،عثمان اور نعمان جو اوفی کے بیٹے تھے،رافع بن حریملہ،سعید بن حنیف، سلسلۃ بن براھام اور کنانۃ بن صوریا[۱]

بلاذری نے سوید،داعس، مالک بن ابی نوفل(نوقل) اور لبید بن اعصم کا نام بھی ذکر کیا ہے۔[۲]

ان ناموں میں سے زید بن لصیت (لصیب) کا نام سیرت کی اکثر و بیشتر کتابوں میں نظر آتا ہے۔مورخین نے کہا ہے:جنگ تبوک میں جب پیغمبراکرم(ص) کا اونٹ گم ہو گیا تو زید نے کہا:محمد(ص) کا خیال ہے ، وہ پیغمبر ہے اور آسمان کی خبر دیتا ہے لیکن انہیں یہ نہیں پتہ ، ان کی سواری کہاں ہے۔ رسول خدا (ص)کو اس کی ان باتوں کی خبر ہوئی تو فرمایا:خدا نے جو مجھے تعلیم دیا میں اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتا۔اب خدا نے مجھے خبر دی ہے ، اونٹ فلاں جگہ ہے۔ مسلمان اسی جگہ گئے جس کے بارے میں پیغمبر(ص) نے بتایا تھااور وہاں سے اونٹ لے آئے۔[۳]

----

[۱]۔ سیرہ ابن ہشام: ج۱ص۵۲۷

[۲]۔ انساب الاشراف: ج۱ص۳۳۹ اور ۳۴۰

[۳]۔ تاریخ الطبری: ج۳ص۳۷۰

واقدی نے یہ واقعہ دو جگہ غزوہ بنی مصطلق اور جنگ تبوک میں ذکر کیا ہے۔[1] جس سے ایسے لگتا ہے کہ یہ ماجرا دو بار پیش آیا ہو۔لیکن اس میں شک نہیں ہے اصل واقعہ ایک ہی بارپیش آیا تھالیکن جب مختلف راویوں نے اسے نقل کیا تو غزوہ کو معین کرنے میں(جس میں یہ واقعہ پیش آیا) ان میں اختلاف اور اشتباہ وا۔رفاعۃ بن زید بن تابوت (واقدی نے جس کا نام"زید بن رفاعۃ بن تابوت "لکھا ہے)کے بارے میںذکر واہے:غزوہ مریسیع (بنی مصطلق) سے وہاں پر تند و تیز وا چلی جس سے مسلمان خوفزدہ و گئے۔رسول خدا(ص) نے فرمایا:ڈرو نہیں۔یہ وا مدینہ میں۔منافقوں کے ایک بزرگ کی موت کی وجہ سے چلی ہے۔جابر بن عبداللہ نے کہا:جب ہم مدینہ پہنچے تو میں نے گھر جانے سے پہلے پوچھا کہ آج کس کی موت واقع وئی ہے؟کہا:زید بن رفاعہ۔[2]طبری نے بھی یہ واقعہ غزوہ مریسیع میں ذکر کیا ہے [3]لیکن جنگ تبوک کا واقعہ بیان کرتے وقت بھی اس کے نام کو دوہرایا ہے۔[4] ابن اسحاق نے اسی سے ملتا جلتا جملہ رسول اکرم(ص) سے رافع بن حریملہ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ جب تند و تیز وا چلنا شروع وئی تو فرمایا: آج۔منافقوں کا ایک بڑا مر گیا ہے۔لیکن سیرت کے ایک دوسرے مقام پر اس کا نام ذکر کرکے اسے یہودیوں میں سے شمار کیا ہے جس میں اس کے اسلام لانے اور نفاق کے بارے میں کوئی بات نہیں کی گئی۔[5]

بلاذری نے یہودیوں کے کنیسہ میں۔منافقین کے آمد ورفت کی۔خبر دی ہے اور ایک ددوسری جگہ کہا ہے:مالک بن نوفل (جو یہودی عالم تھا) نے اسلام تو قبول کیا لیکن وہ یہودیوں کو رسول خدا(ص) کی۔خبریں پہنچاتا تھا۔[6]

----

[1]۔ المغازی: ج۱ص۲۴ اور ج۳ص۱۰۱۰

[2]۔ المغازی: ج۱ص۴۲۳، سیرہ ابن ہشام:ج۳ص۲۹۲(پ فرق کے ساتھ)

[3]۔ تاریخ الطبری: ج۲ص۲۶۲

[4]۔ تاریخ الطبری: ج۲ص۳۶۷

[5]۔ سیرہ ابن ہشام: ج۲ص۵۲۷، انساب الاشراف: ج۱ص۳۴۰

[6]۔ انساب الاشراف: ج۱ص۳۲۹ اور ۳۳۹

گذشتہ ابحاث سے یہ استفادہ کیاجا‏تا ہے ، ابتدائے اسلام میںیہودی ونے کی وجہ سے پ ،منافقین کے ان دو گروہوں کے درمیان اچھے تعلقات تھے۔ بنی قینقاع اور بنی نضیر کے دو حادثوں میں عبداللہ بن ابی(منافقین کا بڑا) کا یہودی دوستوں کو چھڑانے کی کوششوں کو اس مطلب کی دلیل قرار دیا جاسکتا ہے۔ ابن ابی کے ساتھی اور ہم فکریہودیوں میں سےتھے جن کے نام مورخین نے اسی کے ساتھ ذکر کئے ہیں اور جن کے نام پہلے ذکر کئے گئے ہیں۔[1]

۳- ابوہریرہ

صحیح بخاری میں ایک طولانی حدیث کے ضمن میں آیا ہے:ابوہریرہ نے اپنا پیٹ بھرنے کے لئے رسول خدا (ص) کی ملازمت کی۔[2]اسی جگہ ابن مسیب اور ابو سلمہ کے سلسلہ سے ابوہریرہ سے نقل ہوا ہے ، اس نے کہا:"میں اپنا پیٹ بھرنے کے لئے رسول خدا(ص) کے ہمراہ تھا!"[3]اسی طرح بخاری نے ابوہریرہ سے اپنی سند سے خود اسی سے نقل کیا ہے:لوگ کہتے ہیں ، ابوہریرہ بہت زیادہ حدیثوں کی رسول خدا(ص) کی طرف نسبت دیتا ہے حالانکہ میں ہمیشہ آنحضرت کے ساتھ رہتا تھا ، شاید میرا پیٹ بھر جائے۔[4]نیز خود ابوہریرہ سے نقل ہوا ہے :میں نے خود کو دیکھا ، میں بھوک کے مارے رسول خدا(ص) کے منبر اور عائشہ کے حجرے کے درمیان نڈھال گرا پڑا تھا ،جو کوئی بھی آتا میری گردن پر پاؤں رکھتا اور سوچتا ، میں پاگل ہوں جب کہ میں پاگل نہیں تھا بلکہ یہ سخت بھوک کی وجہ سے تھا۔[5]

----

[1]۔پیغمبر(ص) و یہود و حجاز:۵۲۔

[2]۔ صحیح بخاری:ج۱ص۳۸کتاب العلم، باب حفظ علم

[3] ۔ صحیح بخاری:ج۳ص۲کتاب البیوع

[4]۔ صحیح بخاری:ج۲ ص۱۹۷، باب مناقب جعفر بن ابی طالب

[5] ۔ صحیح بخاری:ج۴ص۱۷۵کتاب اعتصام کتاب و سنت،نیز ملاحظہ کریں: تذکرۃ الحفاظ:ج۱ص۳۵اور الاصابۃ: ج۴ ص۲۰۲

گویا اس نے پیغمبر(ص) کے ساتھ اپنی ساری زندگی راستہ میں بیٹھ کر اپنی بھوک کا اظہار کرتے ہوئے اور تھوڑے سے کھانے کی درخواست کرتے ہوئے گزار دی جب کہ اس کا کوئی اور کام نہیں تھا۔اس کا نام نہ تو کسی جنگ میں ملتا ہے اور نہ ہی صلح میں۔البتہ کہتے ہیں کہ وہ جنگ موتہ میں دشمن کے لشکر سے ڈر کر بھاگ گیا تھا[1] اس کے علاوہ اس کسی کوئی اور بہادری نہیں ہے۔!جب معاویہ تخت خلافت پر بیٹھا اور ناجائز اموی حکومت نے اسلامی معاشرے کی ذمہ داری سنبھالی تو ابوہریرہ کو دوبارہ نئی زندگی ملی اور اس کی معمولی زندگی ایک شاہانہ زندگی میں بدل گئی۔

ابوریّہ لکھتے ہیں:جب حضرت علی علیہ السلام اور معاویہ کے درمیان،یا دوسرے لفظوں میں بنی امیہ اور بنی ہاشم کے درمیان جنگ کی آگ بھڑکی اور مسلمان مختلف فرقوں میں بٹ گئے تو ابوہریرہ بھی اپنے نفس اور اپنی ہوا وہوس کی پیروی کرتے ہوئے معاویہ کے ساتھ مل گیا؛کیونکہ معاویہ کی طرف اسے طاقت،دنیا کا مال،عیش و عشرت اور دنیاوی زندگی کی تمام سہولتیں مہیا تھیں اورحضرت علی علیہ السلام کی طرف تقوی و پرہیزگاری کے علاوہ کچھ نہیں تھی۔

یہ واضح سی بات ہے کہ ابوہریرہ ایسے امور سے بیزار تھا۔اس بناء پر ابوہریرہ نے اپنا راستہ معاویہ کے دربار کی طرف موڑ دیا تاکہ وہ اس کے رنگ برنگے دسترخوان،تحائف اور قیمتی انعامات سے مستفید ہو سکے اور اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل کر سکے۔

وہ ابوہریرہ جو کبھی بھوک کی وجہ سے غش کھا کر دروازے پہ گرا پڑا رہتا تھا۔جیسا کہ اس نے خود کہا ہے۔وہ کس طرح بنی امیہ کی دولت،طاقت اور خوش ذائقہ و لذیذ کھانوں کو ہاتھ سے جانے دیتا اور کس طرح حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ جو کی روٹی پر گزارا کر سکتا تھا؟یہ ایسی چیز ہے جو انسانی طبیعت اور نفسانی غرائز کے ساتھ سازگار نہیں ہے سوائے چند گنے چنے افراد کے کہ جنہیں خدا نے لغزشوں سے محفوظ رکھا ہو۔[2]

----

[1] ۔ المستدرک:۴۲۳

[2] ۔ شیخ المضیرۃ:۲۰۷ اور ۲۰۸،و أضواء علی السنّۃ المحمدیّۃ:۲۱۳

بنی امیہ کے برسر کار آنے سے ابوہریرہ ان کے دوستوں اور مبلّغوں کے دائرہ میں آگیا جس نے اپنی زبان اور روایت سے ان کی مدد کی اور اس طرح اسے ان کا لطف،عنایات،تحائف اورلذیذ غذائیں مہیا ہوئیں۔[۱] بالخصوص "مضیرة"[۲] جو معاویہ کی بہترین غذا شمار کی جاتی تھی اور ابوہریرہ کووہ غذا اتنی پسند تھی کہ اسے اس نام کا لقب دے دیا گیا اور یہ لقب اس کا لازمہ بن گیا اور ہر زمانے میں اسے "شیخ المضیرة" کے نام سے پہچانا جانے لگا۔

محمد عبدہ کہتے ہیں: جب لوگوں نے حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کی بیعت کی تو اس کے بعد معاویہ نے خلافت کا دعوی کیا لیکن حضرت علی علیہ السلام کی حیات میں لذت و شہوت کے پیروکاروں اور مضیرة (جو معاویہ کے کھانوں میں سے ایک تھا) میں دلچسپی رکھنے والوں کے علاوہ کسی نے معاویہ کی طرفداری نہیں کی۔اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہی وجہ تھی کہ مضیرة کھانے والے معاویہ کی خلافت کی گواہی دیں۔[۳]

کہتے ہیں:ابوہریرہ مضیرة کو بہت پسند کرتا تھا اور اسے معاویہ کے دسترخوان پرکھاتا تھا اور جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو حضرت علی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھتا تھا اور جب بھی اس سے اس بارے میں بات کی جاتی تو اس کے جواب میں کہتا:

"معاویہ کا مضیرة زیادہ لذیذہے اورحضرت علی علیہ السلام کے پیچھے نماز افضل ہے"[۴]

----

[۱] ۔ سید شرف الدین عاملی لکھتے ہیں:اموییوں کے خلافت پر آنے کے بعد انہوں ے ابوہریرہ کو زمین سے اٹھا کر اس سے غربت وتنگدستی اور بیچارگی کی خاک جھاڑ دی اور اسے ریشم کا بہترین لباس پہنا دیا۔انہوں نے اسے ریشم اور لیلن کے کپڑے پہنائے اور محلہ عقیق میں اس کے لئے محل بنوایا اور اس طرح انہوں نے اس کے گلے میں نوکری کا طوق ڈال دیااور اس کے نام کو بلند کیا اور اسے مدینہ کی حکومت دے دی۔(ابوہریرہ اور جعلی حدیثیں:۵۰)

[۲] ۔ مضیرة گوشت کی ایک قسم ہے کہ جسے کبھی دہی اور کبھی تازہ دودھ کے ساتھ ملا کر پکاتے ہیں اور پھر اس میں مصالحہ اور دوسری چیزیں ڈالتے ہیں جس سے وہ مزید لذیذ ہو جاتی ہے۔ (شیخ المضیرة:۵۵)

[۳]، شیخ المضیرة:۵۷

[۴]۔ اسرائیلیات وتأثیر آن داستان ہای انبیاء در تفاسیر قرآن:۱۲۷

۴-عبداللہ بن عمرو عاص

اسے مصر میں سونے کے خزانے اپنے باپ مروعاص سے ارث میں ملے تھے اسی لئے ا سے اصحاب پیغمبر(ص) میں سے بادشاوں میں سے شمار کیا جاتا ہے۔[1]

بعض آثار اور تاریخی روایات اس کی حکایت کرتی ہیں ، وہ رسول خدا(ص) کی احادیث بھی لکھتا تھا حتی ، "صادقہ" کے نام سے ایک صحیفہ کو بھی اس سے نسبت دی جاتی ہے ، جس میں اس نے پیغمبر اکرم(ص) کی حدیثوں کو جمع کیا ۔[2]

بخاری نے بھی باب علم میں ابوہریرہ سے نقل کیا ہے ، وہ کہتا تھا: کسی نے بھی مجھ سے زیادہ پیغمبر اکرم(ص) سے حدیثیں نقل نہیں کی ہیں مگر عبداللہ بن مرو ، وہ جو بھی سنتا اسے لکھ لیتا لیکن میں لکھتا نہیں تھا۔اسی طرح کہتے ہیں: اس نے سوریانی زبان بھی سیکھی تھی جو تورات کی اصلی زبان ہے۔طبقات ابن سعد میں شریک بن خلیفہ سے نقل ہوا ہے ، وہ کہتا ہے:میں نے عبداللہ کو سوریانی زبان کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہوئے دیکھا۔[3]

عبداللہ اور اسرائیلی ثقافت

مؤرخین نے نقل کیا ہے ، سن تیرہ ہجری میں ابوبکر نے شام کو فتح کرنے کے لئے ایک لشکر کو اس کی طرف بھیجا اور فوج کے ایک گروہ کی کمانڈ مرو بن عاص کو دی۔

کہتے ہیں: مرو کا بیٹا یعنی عبداللہ بھی اس جنگ میں شامل تھا اور "یر وک"کی سرزمین پر مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان جو شدید جنگ ہوئی اس میں عبدااللہ اسی لشکر کا عمدار تھا جس کی کمانڈ اس کے باپ کے پاس تھی۔[4]

----

[۱] ۔ تذکرۃ الحفاظ: ج۱ص۴۲

[۲] ۔ طبقات ابن سعد: ج۴ص۲۶۱ اورج ۵ ص۱۸۹ "اسرائیلیات و اثرھا فی کتب التفسیر" سے اقتباس:۱۴۵

[۳] ۔ طبقات ابن سعد: ج۴ص۲۶۱"اسرائیلیات و اثرھا فی کتب التفسیر" سے اقتباس:۱۴۶

[۴] ۔ اسد الغابۃ: ج۳ص۲۴۳

عبداللہ کے لئے جنگ "یرموک" کے دوران پیش آنے والے واقعات میں ایک اسے دو بار اہل کتاب کی کتابوں سے لدے اونٹوں کا ملنا تھا۔(جو اہل کتاب کے معارف سے اس کی آشنائی پر بہت اہم اثر رکھتا ہے)وہ ان غنائم کا بہت خیال رکھتا تھا اور مسلمان کے لئے ان کے بہت سے مطالب نقل کرتا تھااسی وجہ سے تابعین سے پہلے کے افراد عبداللہ سے احادیث نقل کرنے سے پرہیز کرتے تھے۔[1]

وہ مسلمانوں کے لئے کتابوں کے مطالب بیان کرنے میں اتنا افراط کرتا تھا کہ بعض اسے واضح الفاظ میں کہتے تھے کہ ان دو کتابوں کے مطالب بیان کرنے سے پرہیز کرے۔

احمد بن حنبل کا اپنا قول اس کی اپنی مسند میں اس مدعا پر بہترین شاہد ہے:اس نے نقل کیا ہے کہ ایک دن کوئی شخص عبداللہ کے پاس آیا اور اس سے کہا:تم نے رسول خدا(ص) سے جو سنا اس میں سے میرے لئے نقل کرو، نہ کہ اونٹوں کے اس وزن سے کہ جو فتح "یرموک"میں تمہارے ہاتھ لگا"[2]

ابی سعد سے ایک دوسری روایت میں نقل ہوا ہے کہ میں عبداللہ بن عمرو کے پاس گیا اور اس سے کہا: "تم نے رسول خدا(ص) کی احادیث سے جو سنا ہے اس میں سے نقل کرو، نہ کہ توروات و انجیل سے"[3][4]

----

[1] ۔ فتح الباری: ج۱ص۱۶۷" أضواء علی السنۃ المحمدیۃ" سے اقتباس:۱۶۴،نیز دیکھیں: تذکرۃ الحفاظ: ج۱ص۴۲

[2]۔ مسند احمد بن حنبل: ج۲ص۱۹۵،۲۰۲،۲۰۳،۲۰۹،نیز ملاحظہ کریں:تفسیر ابن کثیر: ج۳ ص۱۰۲

[3] ۔ مسند احمد بن حنبل: ج۱۱ص۷۸،۷۹،۱۷۳

[4] ۔ اسرائیلیات وتأثیر آن در داستان ہای انبیاء در تفاسیر قرآن:۱۳۸

۵- مسروق بن اجدع ہمدانی کوفی

ان راویوں میں سے ایک مسروق بن اجدع کوفی ہے۔وہ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے دشمنوں میں سے تھا اور آنحضرت پر سبّ و شتم کرنے میں افراط اور زیادہ روی کرتا تھا۔جب بھی شریح کوفہ میں نہ ہوتا تو وہ کوفہ میں قضاوت کا منصب سنبھالتا تھا۔ کتاب "تفکر عثمانی"میں اس کے بارے میں بہت اہم مطالب بیان کئے گئے ہیں:

"مسروق بن اجدع ہمدانی کوفی(م۶۳):(۱)

اجدع یعنی کٹی ناک والا اور یہ شیطان کا نام بھی ہے۔ عمر نے اسے عبدالرحمن سے بدل دیا تھا۔(۲) یہ عبداللہ بن مسعود کے خاص پانچ صحابیوں میں سے ہے اور بعض کے مطابق ان پانچ افراد میں سے یہ پہلا ہے۔(۳)وہ فقہا و مفسّرین تابعی،آٹھ زاہدوں اور کوفہ کے عابدوں میں سے ہے۔(۴)وہ اپنے گھر والوں کے کھانے کا انتظام نہیں کرتا تھا اور کہتا تھا:خدا رزق و روزی دینے والا ہے۔(۵)اس کا شاگرد شعبی کہتا ہے: مسروق فتویٰ کے لحاظ سے شریح قاضی سے اعلم تھا اور شریح مسروق کے ساتھ مشورہ کرتا تھا لیکن مسروق شریح سے بے نیاز تھا۔علقمہ کے بعد کوفہ میں امام المفسّرین تھا۔(۶) ذہبی نے بھی اسے تفسیر میں امام اور قرآن کے مفاہیم کا علم رکھنے والا عالم قرار دیا ہے!۔(۷)

----

[۱] ۔ اس کے تفصیلی حالات زندگی الطبقات الکبری: ج۶ص۷۶،تہذیب التہذیب:ج۱۰ص۱۰۰ اور راوی کی کتاب الغارات:ج۲ص۷۰۲ ح۹۰۹ میں ذکر ہوئے ہیں۔کہا گیا ہے کہ وہ بچپن میں گم ہو گیا تھا اور جب ملا تو اس کا نام مسروق رکھ دیا گیا۔ (قاموس الرجال:ج۱۰ص۵۳)

[۲]۔ الطبقات الکبری:ج۶ص۷۶

[۳] ۔ الطبقات الکبری:ج۶ص۷۶،تاریخ بغداد:ج۱۳ص۲۳۳-۲۳۴،تہذیب التہذیب:ج۱۰ص۱۰۰-۱۰۱

[۴] کتاب الثقات:ج۵ص۴۵۶،اختیار معرفة الرجال:ج۱ص۳۱۵۔البتہ ابو مسلم خولانی شامی کی طرح اس کے زہد و تقوی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ دنیا اور لوگوں میں مقام حاصل کرنے کے لئے تھا۔(ر.ک:رجال ابن داود:۲۷۸)

[۵]۔ الطبقات الکبری:ج۶ص۷۹-[۶]۔ الطبقات الکبری:۸۲

[۷]۔ التفسیر و المفسرون(ذہبی):ج۱ص۱۲۰

قادسیہ میں وہ ابطال میں سے تھا[1] اور عثمانی تھا،[2] جو کوفہ کے لوگوں کو عثمان کی مدد کرنے کی دعوت دیتا تھا۔[3] ان کے علاوہ مسروق اپنی تبلیغ اور باتوں سے ابووائل کو بھی عثمانی مذہب کی طرف لے گیا جس کا تعلق پہلے علوی مذہب سے تھا۔[4] وہ اور اسود نخعی عائشہ کے پاس جاتے تھے اور آنحضرت کو برا بھلا کہنے میں مصروف ہو جاتے تھے۔[5] مرہ ہمدانی اور وہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے اپنی عطا لینے کے بعد قزوین کی طرف بھاگ گئے۔[6] مسروق، امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے دشمنی رکھتا تھا اور آنحضرت کے مقابل اتنا آجاتا حتی اس کی بیوی کہتی تھی کہ مسروق، امیر المؤمنین علی علیہ السلام پر سب و شتم کرنے میں زیادہ روی کرتا ہے۔ اس کا ان تین افراد (مسروق، مرہ اور شریح) میں شمار ہوتا ہے جن کا امیر المؤمنین علی علیہ السلام پر اعتقاد نہیں تھا۔[7] اس بناء پر اس نے امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی کسی بھی جنگ میں شرکت نہیں کی اور جب اس سے پوچھا گیا: اے مسروق! تم نے علی علیہ السلام کی جنگوں میں شرکت نہیں کی؟

اس نے کہا: اگر دو صفوں کو ایک دوسرے کے برابر میں دیکھو تو اس وقت فرشتہ نازل ہو گا اور کہے گا: (وَلاَتَقْتُلُوا أَنْفُسَکُمْ إِنَّ اللّٰهَ کَانَ بِکُمْ رَحِيماً)[8] کیا یہ تمہارے لئے مانع نہیں ہو گا؟! کہا: کیوں؟ مسروق نے کہا: خدا کی قسم ایسا فرشتہ (جبرئیل) نازل ہوا اور یہی آیت پیغمبر پر نازل کی اور یہ آیت محکمات میں سے بھی ہے کہ جو نسخ بھی نہیں ہوئی!۔[9]

----

[1]۔ الطبقات الکبری: ج۶ص۷۶ [2]۔ تاریخ الثقات: ج۱ص۴۶۰ [3]۔ تاریخ الطبری: ج۳ص۳۸۸

[4]۔ تاریخ الثقات: ج۱ص۴۶۱ [5]۔ الغارات: ج۲ص۵۶۳

[6]۔ المسترشد: ۱۵۷

[7]۔ شرح نہج البلاغہ: ج۴ص۹۸۔ شعبی کو چوتھا شخص شمار کیا گیا ہے۔

[8]۔ سورہ نساء، آیت: ۲۹

[9] ۔ الطبقات الکبری: ج۶ص۷۸۔ اس بناء پر مسروق کا امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی جنگوں میں شریک ہونے والی روایت صحیح نہیں ہو سکتی کہ جس کی طرف ابن حجر نے (تہذیب التہذیب: ج۱۰ص۱۰۱ میں) اشارہ کیا ہے۔

ایک روایت جو یہ بیان کر رہی ہے کہ اس نے یہ بات صفین میں دو لشکروں کے درمیان میں کہی اور یہ بات کہہ کر بھاگ گیا۔[1] اس رو سے علامہ شوستری نے اس روایت کو رد کیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ سروق نے نہروان میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کا ساتھ دیا اور فرض کریں کہ اگر اسے مان بھی لیا جائے تو اس میں کہا گیا ہے کہ حتی وہ بھی خوارج سے جنگ کو صحیح سمجھتے تھے۔اور سروق کے ماضی اور اس کے مقام کو دیکھتے ہوئے اس موضوع میں اس کے لیئے کوئی مثبت نکتہ نہیں ہے۔اس روایت میں مزید کہا گیا ہے کہ عائشہ اسے اپنا منہ بولا بیٹا کہتی تھی ،یہ اس کی خباثت کی دلیل ہے۔[2]

امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی نسبت اس کا ایسا مقام تھا اور وہ ایک زمانے تک معاویہ کے لئے کام(ٹیکس وصول کرنے والا) کرتا رہا اور ایک زمانے تک قاضی رہا اور اسی منصب پر اس دنیا سے چلا گیا۔[3]

وہ کہتا تھا:زیاد ،شریح اور شیطان نے مجھے اس طرف آنے پر مجبور کیا ہے[4] اور اگر کبھی زیاد ، شریح قاضی کو اپنے ساتھ بصرہ لے جاتا تھا تو سروق کوفہ میں قضاوت کی ذمہ داری سنبھالتا تھا۔[5]

یہ واضح سی بات ہے کہ ان سیاسی سوچ کے ہوتے ہوئے ایسے شخص کی قیام کربلا کے بارے میں کیا رائے ہو گی؛اسی وجہ سے وہ عبداللہ بن زیاد کا کارندہ تھا۔[6] سروق ۶۳ھ میں کوفہ میں دنیا سے چلا گیا[7] اور اس نے وصیت کی تھی کہ اسے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے!۔[8][9]

----

[۱]۔ الطبقات الکبری:ج۶ص۷۸

[۲] ۔ قاموس الرجال:ج۱۰ص۵۲ البتہ علامہ شوستری نے یہ روایت سروق بن اجدع ابو عائشہ کوفی کے ذیل میں بیان کی ہے اور یہ وضاحت کی ہے کہ جو یہ نام دو اشخاص کے لئے سمجھتے ہیں انہوں نے مکمل طور پر غلطی کی ہے۔

[۳] ۔ الطبقات الکبری:ج۶ص۸۳-۸۴۔اختیار معرفۃ الرجال:ج۱ص۳۱۵ اس کی قبر دریائے دجلہ کے کنارے رصافہ کے مقام پر ہے۔

[۴]۔ الطبقات الکبری:۶ص۸۴۔ تاریخ الاسلام:ج۵ص۲۴۰-[۵]۔ تاریخ خلیفۃ بن خیاط:۱۷۳-[۶]۔ المسترشد:۱۵۷

[۷] ۔ الطبقات الکبری:ج۶ص۸۴، تاریخ الثقات:ج۱ص۴۲۸، تاریخ یحیی بن معین:۲۳۵، کتاب الثقات:ج۵ص۴۵۶، تہذیب التہذیب: ج۱۰ص۱۰۱

[۸]۔ المسترشد:۱۵۷-[۹]بازتاب تفکر عثمانی در واقعہ کربلا:۲۱۸

جو لوگ حقیقت کی جستجو کر رہے ہیں ۔ تاریخ کے صفحات میں سے حقائق جاننا چاہتے ہیں ،انہیں اس بارے میں ضرور سوچنا چاہئے۔

جو شخص پہلے یا دوسرے مقام پر پورے ملک میں قضاوت کے فرائض انجام دے رہا ہو ،وہ کس طرح یہ روایت کر سکتا ہے کہ اسے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے؟!

کیا اس سے بلند منصب کے لوگوں کے یہودیوں سے تعلقات نہیں تھے؟!کیا یہودیوں کے قبرستان میں دفن ہونے کی روایت بیان کرنا کسی ایسے شخص کی طرف سے نہیں تھی کہ جس کا ظاہراً تو قضاوت کے لئے مذہبی چہرہ تھا لیکن اس کی آڑ میں وہ یہودیوں کی تبلیغ و ترویج کررہاتھا؟!

کیوں بنی امیہ کی حکومت کے بزرگوں سے ایسے شرمناک کام سرزد ہواکرتے تھے؟

کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ جب لوگوں کو ان کی کالی کرتوتوں کا علم ہونا چاہئے اور کیا انہیں یہ نہیں جاننا چاہئے کہ وہ خلافت کو غصب کرنے والے تھے نہ کہ دیانتدار راہنما؟!

سروق نے اپنی اس روایت کے علاوہ کہ اسے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے،اپنی روایت کی توجیہ میں ایسی بات جو اس کی روایت سے بھی زیادہ شرمناک ہے۔اس نے کہا:وہ اس حال میں اپنی قبر سے نکلے گا کہ وہاں اس کے علاوہ خدا اور رسول پر ایمان رکھنے والا کوئی نہیں ہو گا۔!

سروق ابن زیاد کے لشکر کا لیڈر تھا۔[1]

سروق ان کوفیوں میں سے تھا جو امیر المؤمنین علی علیہ السلام کو طعنہ دیتے تھے۔[2]

----

[1]۔ الُسترشد:

[2]۔ الُسترشد:۲۰۷

جب ، سروق نے عائشہ سے نقل کیا ہے:یا رسول اللّٰہ؛ من الخلیفة من بعدک
قال:خاصف النعل قالت:من خاصف النعل قال:انظر ،فنظرت فاذا علی بن ابی طالب علیھما السلام
قالت :یا رسول اللّٰہ؛ذاک علی بن ابی طالب قال :ھو ذاک

عائشہ نے رسول خدا(ص) سے پوچھا:آپ کے بعد آپ کا جانشین کون و گا؟

فرمایا:جو اپنے جوتے کو ٹانکا لگا رہاہے۔

عائشہ نے پوچھا:کون اپنے جوتے کو ٹانکا لگا رہاہے؟

فرمایا:دیکھو،جب میں نے دیکھا تو علی بن ابی طالب علیہما السلام ہیں۔

میں نے کہا:اے رسول خدا!وہ علی بن ابی طالب ہیں!

فرمایا:وہ میرا خلیفہ ہے۔[۱]

ابن مغازی کتاب" مناقب:۵۵" پر نقل کیا ہے ، عائشہ سروق کو اپنے بیٹوں جیسا سمجھتی تھیں اور ا سے کہتی تھیں:تم میرے بیٹے و اور ان میں ب سے زیادہ عزیز و۔ سروق نے عائشہ سے کہا:ماں میرا تم سے ایک سوال ہے تمہیں خدا ،رسول خدا(ص) اور میرے (کیونکہ میں تمہارے بیٹوںجیسا وں) کی قسم !تم نے رسول خدا(ص) سے مخرج کے بارے میں کیاسنا ، جو جنگ نہروان میں مارا گیا تھا؟عائشہ نے کہا:میں نے رسول خدا(ص) سے سنا ہے ، آپ نے فرمایا:

ھم شرّالخلق والخلیقة، یقتلھم خیرالخلق والخلیقة، وأقربھم عند اللّٰہ وسیلة۔[۲]

وہ بدترین انسان اور دنیائے خلقت کی بدترین مخلوق ہے،انہیں بہترین انسان اور دنیائے خلقت کی بہترین مخلوق قتل کرے گی۔

----

[۱]۔ الاسترشد:۶۲۲

[۲] ۔ الاسترشد:۲۸۱

۶۔ کعب الاحبار

یہودیوں نے دین اسلام کو نابود کرنے اور اہلبیت پیغمبر علیہم السلام سے مقام خلافت کو چھیننے کے لئے نہ صرف معاویہ کے دور حکومت میں بلکہ وہ اس سے پہلے بھی معاویہ کی حمایت میں کھڑے ہوئے اورانہوں نے معاویہ کو عثمان کے بعد خلیفہ کے طور پرپہنچوایا۔معاویہ کو برسر اقتدار لانے کے لئے یہ منصوبہ بندی و حمایت اس وقت کی جارہی تھی۔اگر لوگوں میں عثمان کے بعد خلافت کے بارے میں بات ہوتی تو لوگ حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی ولایت و حکومت کی حمایت کرتے اور اسی لئے عثمان کے قتل ہونے کے بعد لوگوں نے آنحضرت کی خلافت کا انتخاب کیا۔لیکن یہ عوامل اور یہودی کٹھپتلیاں اسی وقت سے ہی معاویہ کی حکومت کا دم بھرتے تھے اور اس کام سے لوگوں کے افکار بنی امیہ(جو دین اسلام کے دیرینہ دشمن تھے) میں سے معاویہ کی طرف موڑنا چاہتے تھے تا کہ خاندان پیغمبر علیہم السلام کو حکومت نہ ملے اور کسی ایسے کے ہاتھوں میں حکومت کی باگ دوڑ ہو جس کی اسلام سے دیرینہ دشمنی ہو۔جن افرادنے ایسے افکار کو پھیلانے کی بہت زیادہ کوشش کی ان میں سے ایک کعب الاحبار تھا۔محمود ابوریہ کعب اور اس کی سازشوں کے بارے میں لکھتے ہیں: عثمان کے زمانے میں فتنہ کی آگ بھڑکنے کے بعد عثمان بھی آگ کے ان شعلوں کی لپیٹ میں آگیا اور اسے اسی کے گھر میں قتل کر دیا گیا،اس چالاک کاہن نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور پوری طاقت سے فتنہ کی آگکو بھڑکایا اور جس قدر ہو سکا اس نے اپنی مختلف سازشوں سے استفادہ کیا۔اس واقعہ میں جس مکروفریب سے استفادہ کیا اورکھل کر یہودی مزاج گری کا اظہار کیا وہ یہ تھا کہ اس نے یہ دعویٰ کیا کہ عثمان کے بعد معاویہ ہی خلافت کے لائق ہے۔[1]وکیع نے اعمش اور اس نے ابو صالح سے روایت کی ہے[2] کہ لوگوں کے درمیان عثمان کے بعد خلیفہ کی بات چلی تو "الحادی"نام کے شاعر نے اپنے شعر کے ضمن میں اس بارے میں یوں کہا:

----

[۱]۔ اضواء علی السنۃ المحمّدیۃ:۱۸۰

[۲] ۔ رسالۃ النّزاع والتّخاصم فیما بین بن امیّۃ و بنی ہاشم(مقریزی):۵۱،أضواء علی السنۃ المحمدیّۃ سے اقتباس:۱۸۰،نیز ملاحظہ فرمائیں:تاریخ طبری:ج۴ص۳۴۲ اور الکامل: ج۳ص۱۲۳

انَّ الأمير بعده علّی　　　　و فی الزّبیر خلق رضّی

بیشک اس کے بعد علی امیر ہیں اور زبیر بھی اچھے اخلاق کامالک ہے۔

کعب الاحبار (جو اس جلسہ میں موجود تھا) نے کہا:"بل ھو صاحب البغلة الشھباء"یعنی اس کے بعد خلیفہ وہ ہے جو خاکی رنگ کی سواری کا مالک ہے (یعنی معاویہ)۔کیونکہ معاویہ کو بعض اوقات اس طرح کی سواری پر سوار دیکھا جاتا تھا۔

یہ خبر معاویہ تک پہنچی تو اس نے اسے بلایا اور کہا:اے ابو اسحاق!علی علیہ السلام،زبیر اور اصحاب محمد(ص) کے ہوتے ہوئے تم یہ کیا بات کر رہے ہو؟کعب نے کہا:بلکہ تم خلافت کے مالک ہو!اور شاید اس نے مزید یہ کہا ہو کہ میں نے یہ پہلی کتاب(توریت) میں پڑھا ہے۔![1]

کعب الاحبار اور عمر

کعب الاحبار کہ جس کا نام کعب بن ماتع تھا اور جس کا تعلق یمن اور قبیلۂ حمیر سے تھا۔اس نے عمر کے زمانے میں اسلام قبول کیا اور مدینہ آ گیا۔عمر کے نزدیک اس کا صحابہ بلکہ صحابہ سے بڑھ کر مقام تھا۔[2] عمر کو اہل کتاب سے علم حاصل کرنے میں کافی دلچسپی تھی جس کی وجہ سے پیغمبر(ص) اس پر ناراض ہوئے تھے۔[3]لیکن اپنی خلافت کے زمانے میں اس نے اپنی یہ خواہش پوری کی اور نئے مسلمان ہونے والے اہل کتاب حضرات سے زیادہ استفادہ کیا۔اسی وجہ سے وہ کعب کو اپنے پاس لے گیا اور وہ مختلف موضوعات کے بارے میں اس سے سوال پوچھتا تھا۔ابن ابی الحدید نے کعب کو امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے منحرفین میں سے شمار کیا ہے اور لکھا ہے کہ آنحضرت کعب کو جھوٹا کہتے تھے۔[4] (کعب الاحبار)جو ۳۲ھ میں شہر حمص میں ہلاک ہوا۔[5]

----

[۱]۔ اسرائیلیات تاثیر آن داستان ہای انبیاء در تفاسیر قرآن:۹۲

[۲] ۔ کعب الاحبار اور دوسرے خلیفہ کے قریبی تعلقات کے بارے میں تاریخ سیاسی اسلام: ج۲ص۸۹ کے مابعد ملاحظہ کریں۔

[۳]۔ المصنف:ج۶ص۱۱۲

[۴]۔ شرح نہج البلاغۃ: ج۴ص۷۷، کعب پر ابوذر کے اعتراض کے بارے میں بھی وہی منبع: ج۳ص۵۴

[۵]۔ الطبقات الکبری:ج۷ص۳۰۹

صدیوں سے ورد وثوق اور قابل اطمینان تھا اور تفسیری، تاریخی کتابیں اس کی روایت سے بھری پڑی ہیں ، لیکن دور حاضر میں مزید تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ ابہامات و اشکالات کے ضخیم پردے کے پیچھے کعب الاحبار کا چہرہ ہے جس نے اہلسنت کی دینی شناس اور علماء رجال کو شکل میں ڈال دیا ہے۔[1] چاند اور سورج کی خلقت کے موضوع میں طبری نے کعب سے منقول اسرائیلیات کے نمونے بیان کئے ہیں۔اس رپورٹ میں ابن عباس کعب کی باتوں پر ناراض ہوئے اور تین مرتبہ کہا: کعب نے جھوٹ بولا ہے، اور اس کے بعد مزید یہ کہا:یہ بات یہودیوں کی ہے جسے کعب اسلام میں داخل کرنا چاہتا ہے۔[2][3]

عمر کا کعب سے مشورہ لینا صرف دینی واعتقادی امور میں ہی منحصر نہیں تھا بلکہ بعض شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ عمر کے سیاسی و حکومتی نقطہ نظر کے پیچھے بھی جناب کعب کے مشورے شامل تھے۔! امالی میں ابوجعفر محمد بن حبیب نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: عمر نے اپنی خلافت کے آخری زمانے میں جب اس پر ناتوانی حاکم ہو گئی اور وہ لوگوں کے امور چلانے سے عاجز ہو گیا تو وہ خدا سے موت کی دعا کرتا تھا۔ایک دن جب میں اس کے پاس موجود تھا ، اس نے کعب الاحبار سے کہا: مجھے میری موت نزدیک دکھائی دے رہی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے بعد خلافت کسی ایسے کو سونپ کر جاؤں جو اس مقام کے لائق ہو۔علی علیہ السلام کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟اس بارے میں تمہیں اپنی کتابوں میں کیا ملا ہے کیونکہ تمہارا عقیدہ یہ ہے کہ ہمارے تمام واقعات تمہاری کتابوں میں لکھی ہوئی ہے!

کعب نے کہا:میرے خیال میں علی علیہ السلام اس کام کے لائق نہیں ہیں!کیونکہ وہ شدت سے دین پر استوار ہے اور کسی بھی غلطی سے چشم پوشی نہیں کرتا اور اپنے اجتہاد پر بھی عمل نہیں کرتا،اس طریقہ کار سے وہ لوگوں پر حکومت نہیں کر سکتا۔لیکن مجھے اپنی کتابوں میں جو پتہ ملا وہ یہ ہے کہ اسے اور اس کے بیٹوں کو حکومت نہیں ملے گی اور اگر انہیں حکومت مل بھی گئی تو شدید افراتفری پھیلے گی!

----

[1]۔ تاریخ سیاسی اسلام:ج۲ص۸۹

[2]۔ تاریخ الطبری:ج۱ص۴۴اور ۵۱

[3]۔ پیغمبر(ص) و یہود و حجاز:۴۵

مر نے پوچھا: کیوں؟

کعب نے کہا: چونکہ اس نے خون بہایا ہے! اور خدا نے ایسے افراد پر حکومت کو حرام قرار دیا ہے! جس طرح داؤد نے جب بیت المقدس کو بنانے کا ارادہ کیا تو خدا نے اس سے فرمایا: تم اس کام کے لائق نہیں ہو کیونکہ تم نے خون بہایا ہے؛ بلکہ یہ کام سلیمان کے ذریعہ انجام پائے گا!

مر نے کہا: لیکن کیا علی علیہ السلام نے یہ خون حق پر نہیں بہایا؟

کعب نے جواب دیا: اے امیرالمؤمنین! لیکن کیا داؤد نے بھی وہ خون حق پر نہیں بہایا تھا؟!

مر نے کہا: پس مجھے یہ بتاؤ کہ حکومت کس سے ملے گی؟ کعب نے کہا: ہمیں یہ ملتا ہے کہ صاحب شریعت اور ان کے دو صحابیوں کے بعد حکومت انہیں ملے گی جن کے ساتھ پیغمبر (ص) نے اصل دین پر جنگ کی ہے (یعنی امویوں)۔ یہ سننے کے بعد مر نے کئی بار آیت استرجاع پڑھی اور ابن عباس کی طرف دیکھ کر کہا: میں نے اسی سے ملتے جلتے مطالب رسول خدا (ص) سے سنے ہیں کہ آپ نے فرمایا: بنی امیہ میرے منبر پر چڑھیںگے، میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے منبر پر بندر بیٹھے ہیں اور ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے: (وَمٰا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِی أَرَيْنٰاکَ اِلاّٰ فِتْنَةً لِلنّٰاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِی الْقُرْآنِ)۔[2][1]

یہ واقعہ کئی اعتبار سے قابل غور ہے: اس واقعہ سے کعب کی امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے شدید دشمنی اور بغض کا پتہ چلتا ہے اور اس کی دلیل بھی بہت ہی واضح ہے کیونکہ جزیرة العرب میں آنحضرت ہی کے طاقتور ہاتھوں سے یہود کی شان و شوکت خاک میں ملی اور کعب یہ جانتا تھا کہ اگر امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کو خلافت و رہبری ملی تو ہمیشہ کے لئے یہودیوں کا نام ونشان مٹ جائے گا۔ اسی وجہ سے کعب کی یہ شدید خواہش تھی کہ خلافت امویوں کو ملے کیونکہ ان کے لئے اسلام کی تقریر کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور ان کا ہدف و مقصد صرف دنیا ہے۔[4][3]

----

[1]۔ سورہ اسراء، آیت: ۶۰- [2]۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج۱۲ص۸۱

[3]۔ شیعہ و تہمت ھای ناروا: ۶۷- [4]۔ اسرائیلیات تأثیر آن داستان ہای انبیاء در تفاسیر قرآن: ۹۰

کعب الاحبار کے توسط سے معاویہ کے یہودیوں سے تعلقات

ایک روایت ہے کہ معاویہ بن ابی سفیان نے کعب سے کہا: مجھے توریت کے سب سے بڑے علماء کے بارے میں بتاؤ تاکہ میں تمہارے مطالب کے ساتھ ان کے مطالب بھی سنوں۔

کعب نے یمن کے ایک شخص کا نام لیا ۔ معاویہ نے اسے بلایا اور پھر دونوں کو حاضر کیا۔کعب نے اس شخص سے کہا: تمہیں اس کی قسم دیتا ہوں جس نے موسی کے لئے دریا میں شگاف کر دیا؛کیا تم نے آسمانی کتاب میں یہ نہیں دیکھا ۔ موسی نے توریت کی طرف دیکھ کر کہا:

پروردگارا!میں محبت کی جانے والی امت کو دیکھ رہا ہوں کہ جو بہترین امت ہے اور جو لوگوں میں سے لوگوں کے لیئے بھیجی گئی ہے،وہ ملت نیک کاموں کی دعوت دے گی اور برے کاموں سے روکے گی، اس کا پہلی کتاب (توریت) اور آخری کتاب(قرآن) پر ایمان ہے[1] اور وہ گمراہوں سے جنگ کرے گی اور اعور کذاب کے ساتھ بھی اس کا تنازع ہو گا ۔ خدایا! انہیں میری امت قرار دے اور خدا نے فرمایا:وہ محمد کی امت ہے۔ اس دانشور نے کہا:کیوں نہیں ؛ میں نے یہ موضوع دیکھا ہے۔

کعب نے اس سے کہا: تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے موسی کے لئے دریا میں شگاف کر دیا ؛کیا تم نے موسی کی آسمانی کتاب میں یہ نہیں دیکھا ۔ موسی نے توریت کی طرف دیکھا اور کہا:

پروردگارا! میں ایسی امت کو دیکھ رہا ہوں ۔ جب وہ بلند جگہ پہنچے تو تکبیر کہے گی اور جب صحرا میں پہنچے تو خدا کی عبادت کرے گی،زمین کو اس کے لئے مطہر قرار دیا ۔ اگر پانی نہ ملے تو جنابت سے تیمم کے ذریعہ پاک ہو سکتے ہیں،وہ جہاں بھی ہوں ان کی طہارت وہیں ہوگی ،وضو سے ان کے چہرے منور ہوں گے، خدایا!انہیں میری امت قرار دے اور خدا نے فرمایا:وہ محمد کی امت ہے۔

----

[1]۔ سیرۃ الحلبیہّ کی پہلی جلد کے صفحہ ۲۱۷ کی طرف رجوع فرمائیں۔

اس نے کہا: جی ہاں ؛میں نے یہ دیکھا ہے۔

کعب نے کہا: تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے موسی کے لئے دریا میں شگاف کر دیا ؛کیا تم نے موسی پر نازل ہونے والی کتاب میں یہ نہیں دیکھا ہے۔ موسی نے توریت کی طرف دیکھا اور کہا:

پروردگارا!میں ایسی امت کو دیکھ رہا ہوں کہ جب ان میں سے کوئی ایک کسی نیک کام کرنے کا ارادہ کرے اگرچہ اس پر عمل نہ بھی کرے تو اسے دس سے سات سو تک اجر دیا جائے گا اور اگر کوئی برا کام کرنے کا ارادہ کرے تو جب تک اس پر عمل نہ کرے تو اس کے لئے کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا اور اگر اسے انجام دے تو اس کے لئے صرف ایک گناہ لکھا جائے گا۔ خدایا! اسے میری امت قرار دے اور خدا نے فرمایا:وہ محمد کی امت ہے۔

مذکورہ دانشور نے کہا: ہاں؛ میں نے یہ دیکھا ہے۔

کعب نے کہا: تمہیں اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس نے موسی کے لئے دریا میں شگاف کر دیا ؛کیا تم نے موسی پر نازل ہونے والی کتاب میں یہ نہیں دیکھا ہے۔ موسی نے توریت کی طرف دیکھا اور کہا:

پروردگارا!میں ایسی امت کو دیکھ رہا ہوں جو اپنے صدقات اور کفارہ کھاتی ہے اور انہیں اپنے فقراء کو دیتی ہے ، اور جیسا کہ دوسری امتیں انہیں جلا دیتی تھیں وہ ایسا نہیں کرتے؟

دوسری حدیث کے اس حصہ میں ذکر ہوا ہے : جو اپنی قربانی کو کھا سکتے ہیں اور قربانی کے گوشت سے مراد عید قربان وغیرہ ہیں۔[1]

----

[1]۔ نهاية الأرب:ج۱ص۱۲۶

یہودی اور تغییر قبلہ اور کعب الاحبار کا کردار

قبلہ کابیت المقدس سے کعبہ کی طرف تبدیل ہونا یہودیوں کے غضبناک کا بہت اہم سبب تھا۔ یہودی بیت المقدس کا بڑا احترام کرتے تھے اور وہ کسی بھی سرزمین کو اس کے مقابلہ میں لانے کے لئے تیار نہیں تھے۔قبلہ کا تبدیل ہونا ان کے لئے بہت ہی اہم اور انہیں غضبناک کرنے والا امر تھا۔

اس واقعہ سے ان کو اتنی شدید نفرت تھی کہ وہ بعد کی صدیوں میں بھی اس واقعہ کے بارے میں اپنے غصہ کا اظہار کرتے رہے۔

اسی وجہ سے بعض غاصب اموی خلفاء یہودیوں کا دل خوش کرنے اور اسلام و دین کو شکست دینے کے لئے کوشاں رہے کہ بیت المقدس کو اس کی کھوئی ہوئی عظمت دے دی جائے اور وہ معنوی اعتبار سے مسجد الحرام کے برابر،یااس سے بھی افضل و برتر ہو جائے۔

اس بارے میں غاصب اموی خلفاء میں سے جس نے سب سے زیادہ کوشش کی وہ عبدالملک تھا۔عبدالملک نے اس راہ میں جن عوامل کی وجہ سے کوشش کی ان میں سے ایک یہ ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے اس کے دورحکومت میں قیام کیا تھا اور اموی خلیفہ سے مکہ کو چھینلیا تھا ۔عبدالملک لوگوں کوخانۂ خدا کی طرف جانے سے روکنے کے لئے یہ کوششیں کر رہا تھا ۔ ان کے لئے بیت المقدس کی عظمت کو زندہ کرے تا کہ لوگ مکہ میں جانے اور وہاںخانۂ خدا کی زیارت کرنے سے گریز کریں اور انہیں بیت المقدس کی طرف کھینچا جا سکے۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ بنی امیہ کے خلفاء سیاست کی وجہ سے مذہبی حقائق کو تبدیل کرنے کے لئے بھی تیار تھے۔اس بناء پر اگر وہ اسلام اور دین کے نام پر حکومت کا دم بھرتے تھے تو اس کی وجہ دینی اعتقادات نہیں بلکہ سیاست اور طاقت کا حصول تھا۔

کتاب"پیغمبر(ص)و یہود و حجاز"میں لکھتے ہیں:

تغییر قبلہ سے یہودیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کو استقلال ملنے کے علاوہ عربوں کے اسلام کی طرف آنے میں بھی مدد ملی۔ چونکہ وہ کعبہ کی بہت زیادہ اہمیت کے قائل تھے۔ اگرچہ مسلمان تغییر قبلہ سے پہلے بھی کعبہ کو اہمیت دیتے تھے اور اس بارے میں قرآن کی چند آیات بھی وجود ہیں۔ یہ واقعہ یہودیوں اور مسلمانوں میں بیزاری کا پہلا مرحلہ شمار کیا جاتا ہے جس سے اس قوم (جو اسلام اور پیغمبر(ص) کی برتری کا اعتراف کرتی تھی) کے بغض میں مزید اضافہ ہوا۔

تاریخ اسلام میں یہودیت سے اسلام لانے والے مسلمان بیت المقدس کو کعبہ پر برتری دینے کی کوشش کرتے رہے ہیں جن کی کتابیں اسرائیلیات سے بھری پڑی ہیں۔کعب الاحبار نے ایک حدیث گھڑی ہے جس میں آیا ہے: کعبہ ہر صبح بیت المقدس پر سجدہ ریز کرتا ہے۔

امام باقر علیہ السلام نے اس بات کو جھوٹ قرار دیا ہے اور فرمایا ہے:خدا کے نزدیک روئے زمین پر کعبہ سے زیادہ محبوب کوئی جگہ نہیں ہے۔[1]

غاصب اموی حکمران اپنے سیاسی اہداف سے استفادہ کرنے کے لئے انہی روایات سے استفادہ کرتے تھے۔چنانچہ جب مکہ عبداللہ بن زبیر کے پاس تھا عبدالملک نے لوگوں کو حج پر جانے سے روکنے کے لئے زہری سے ایک حدیث کو ترویج دیا جس میں پیغمبر(ص) کی طرف یہ بات منسوب کی گئی:

تین مساجد کے علاوہ کسی کی طرف سفر نہیں کیا جاسکتا: مسجد الحرام۔ مسجد النبی اور مسجد بیت المقدس ہے جس کا مقام و مرتبہ کعبہ کی طرح ہے۔[2][3]

----

[1]۔ الکافی:ج ۴ص۲۴۰

[2] ۔ حدیث "لا تشدّ الرحال" کے بارے میں: صحیح مسلم: ج۱ص۶۳۶، صحیح البخاری: ج۲ص۵۶۔ البتہ انکی کتاب میں یہ جملہ "وھو یقوم مقام الکعبة" نہیں ہے ۔اس حدیث سے عبدلملک کے استفادہ کرنے کے بارے میں تاریخ سیاسی اسلام: ج۲ص۶۴۷ (سیرہ خلفاء) ۔ تاریخ طبری سے منقول۔

[3]۔ پیغمبر(ص) و یہود و حجاز:۵۶

کعب الاحبار اور اسرائیلات کے خلاف امیرالمؤمنین حضرت علی علیہ السلام کا موقف

کتاب "اسرائیلیات اور...." میں لکھتے ہیں:

امیرالمؤمنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنی زندگی میں مختلف قسم کے واقعات اور انحرافی تحریکوں کا سامنا کیا جن میں مان نما اہل کتاب اور ان کے قصہ کہانیوں سامنا کرنا تھا ، جن میں سے ہر ایک نے اپنے حصہ کے مطابق دین کے چہرے کو غبار آلود کیا۔

آنحضرت بھی مختلف راستوں سے ان کے ہاتھ قلم کرتے اور ان کا مقابلہ کرتے۔

ہم یہاں اسرائیلیات اور انہیں پھیلانے والوں سے حضرت علی علیہ السلام کےمقابلہ کی چند مثالیں بیان کرتے ہیں:

۱۔ نقل کیا گیا ہے: عمر بن خطاب کے دور خلافت میں ایک دن خلیفہ کے سامنے ایک مجلس تشکیل دی گئی جس میں حضرت علی علیہ السلام بھی تشریف فرما تھے۔اور حاضرین میں سے ایک کعب بھی تھا۔خلیفہ نے اس سے پوچھا:اے کعب!کیا تمہیں پوری تورات حفظ ہے؟

کعب نے جواب دیا:نہیں؛لیکن مجھے اس میں سے کافی حفظ ہے!

کسی شخص نے خلیفہ سے کہا:یا امیرالمؤمنین!اس سے پوچھیں ، خدا اپنے عرش کو خلق کرنے سے پہلے کہاں تھا؟اور نیز پانی کو کس سے خلق کیا ، جس پر بعد میں اپنا عرش بنایا؟

عمر نے کہا:اے کعب !کیا تمہیں ان کا جواب معلوم ہے؟

کعب نے جواب دیا:جی ہاں ؛یا امیر المؤمنین!حقیقت میں مجھے حکیم(توریت)ملا ، خداوند کریم عرش کی خلقت سے پہلے قدیم و ازلی تھا اور بیت المقدس کی چٹان پر تھا اور یہ چٹان ہوا پر بنی ہوئی تھی اور جب خدا نے عرش کو بنانے کا ارادہ کیا تو اس پر اپنا لعاب دہن گرایا اور جس سے گہرے سمندر اور ان کی موجیں خلق ہوگئیں ۔ اس موقع پر خدا نے بیت المقدس کی چٹان کے ایک حصہ پر اپنا عرش خلق کر لیا اور اس پر بیٹھ گیااور چٹان کے بقیہ حصہ پر بیت المقدس کو خلق کیا۔

امیر المؤمنین حضرت علی علیہ السلام اس وقت اپنے لباس کو ہلارہے تھے اورآپ کی زبان پر خدا کی عظمت و بزرگی پر دلالت کرنے والے کلمات جاری تھے جیسے"جل الخالق یا جلّ اللّٰہ یا اللّٰہ اکبر"اسی حال میں آپ کھڑے ہوئے اور اعتراض کیطور پر مجلس سے چلے گئے![1]

جب خلیفہ نے یہ صورت حال دیکھی تو امام کو قسم دی کہ اپنی جگہ واپس آ جائیں اور مورد بحث مسئلہ میں اپنا نظریہ بیان کریں۔امام اپنی جگہ واپس آگئے اور کعب کی طرف دیکھ کر فرمایا:

تمہارے اصحاب غلط ہیں اور انہوں نے خدا کی کتابوں میں تحریف کی ہے اور خدا کی طرف جھوٹی نسبت دی ہے۔

اے کعب !وای ہو تم پر؛اگر ایسا ہو کہ چٹان اور ہوا بھی خدا کے ساتھ ہوں تو اس صورت میں وہ بھی خدا کی طرح قدیم و ازلی ہوں جائیں گے پس پھر تین قدیم موجودات ہوں گی۔

اس کے علاوہ خداوند متعال اس سے بے نیاز ہے کہ اس کا کوئی مکان ہو کہ جس کی طرف اشارہ کیا جا سکے اور جیسے ملحد کہتے اور جاہل خیال کرتے ہیں خداو ویسا نہیں ہے۔وای ہو تم پر اے کعب!تمہارے قول کے مطابق جس لعاب دہن سے یہ عظیم دریا و سمند وجود میں آئیں وہ بیت المقدس کی چٹان پر بیٹھنے سے بے نیاز ہے اور .....۔[2]

۲۔ آنحضرت سے نقل ہوا ہے کہ آپ کعب الاحبار کے بارے میں فرما رہے تھے:

وہ جھوٹا و کذّاب شخص ہے۔[3]یہی وجہ تھی کہ کعب،حضرت علی علیہ السلام سے روگرداں تھا۔[4]

----

[۱] - یہ ایک عربی رسم ہے کہ جب کسی چیز سے اپنی بیزاری کا اظہار کرنا چاہتے ہوں تو اپنا لباس ہلاتے ہیںگویا یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہم ان باتوں کو قبول نہیں کر رہے۔

[۲] ۔ نزهة الناظر و تنبیه الخاطر(المعروف بہ مجموعۂ ورّام): ج۲ص ۵ اور۶،نقش ائمہ در احیاء دین (چھٹا شمارہ):۱۱۴ اور ۱۱۵

[۳]۔ شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید):۷۷۴ ، أضواء علی السنّة المحمدية:۱۶۵

[۴] ۔ شرح نہج البلاغہ (ابن ابی الحدید):۷۷۴، أضواء علی السنّة المحمدية:۱۶۵

۳۔امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے کعب کے شاگرد یعنی ابوہریرہ کو بھی جھوٹا اور حدیث گھڑنے والا کہا ہے اور فرمایا ہے:

انّ أكذب النّاس على رسول اللّٰه (ص)لأبی هريرة الدُّوس۔[1]بیشک جس نے سب سے زیادہ رسول خدا(ص) کی طرف جھوٹی نسبت دی،وہ ابوہریرہ دوسی ہے۔[2]اس واقعہ سے چند اہم نکات سیکھنے کو ملتے ہیں:

۱۔ اسرائیلیات کو پھیلانے میں خلفاء کا بہت اہم کردار تھا اس کے علاوہ اسرائیلیات کی جھوٹی ثقافت کو پھیلانے میں ان کی دینی اور تاریخی واقعات سے جہالت و نادانی کا بھی بہت اہم کردار ہے۔اس واقعہ میں کعب الاحبار نے جھوٹ بولااوراس نے دین کو خرافات اور بیت المقدس اور اس کے نتیجہ میں یہودیت کو عظیم اوربڑا دکھانے کے لئے جھوٹے مطالب بیان کئے۔

۲۔ اس واقعہ میں نہ صرف عمر نے بلکہ اس نے اور اس کے کسی بھی طرفدار اور پیروکار نے کعب پر اعتراض نہیں کیا۔اس کی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہے کہ عمر اور اس کے پیروکارکعب الاحبار کی کہی گئی باتوں سے جاہل تھے۔یا یہ کہ وہ اس طرح کی خرافات اور اسرائیلیات کو پھیلانے کی حمایت اور پشت پناہی کر رہے تھے۔ اور ان میں سے دونوں صورتوں میں ایسا شخص کس طرح رسول(ص) کا خلیفہ و جانشین ہو سکتا ہے؟!

۳۔ کعب الاحبار کے قول کے مطابق خدا بیت المقدس کی چٹان پر بیٹھا تھا اور اس نے اپنا لعاب دہن پھینکا اور..... ۔ یہ عاقل اور متفکر افراد کو منحرف کے لئے بہت ہی مؤثر چال تھی کیونکہ کوئی بھی عقل مند اور متفکر انسان یہ قبول نہیں کر سکتا کہ خدا بیت المقدس کے پتھر پر بیٹھا تھا- اور وہ بھی ان کی خلقت سے پہلے - اور اس نے اپنے لعاب دہن سے گہرے دریا خلق کئے!

جس دین میں ایسی اسرائیلیات اور خرافات وجود ہوں کیااس دین کی پیروی کی جا سکتی ہے اور کیااس دین پر اعتقاد رکھا جا سکتا ہے؟!یہ واضح سی بات ہے کہ دانشور اور متفکر اس طرح کی من گھڑت باتوں کی پیروی نہیں کریں گے ۔ بلکہ وہ حقائق جاننے کے لئے کعب الاحبار کی بجائے خاندان وحی اور اہلبیت اطہار علیہم السلام کی طرف رجوع کریں گے۔

----

[۵]۔ شیخ المضیرة: ۱۳۵

[۶]۔ اسرائیلیات تاثیر آن داستان ہای انبیاء در تفاسیر قرآن:۱۵۳

7- وہب بن منبّہ

ابوعبداللہ و ب بن منبّہ اہل نعاء میں سے تھا جو یمن کے شہروں میں سے ہے۔ اس کا باپ ایرانی اور ہرات کے لوگوں میں سے تھا اور وہ اس فوج کا ایک سپاہی تھا جسے انوشیروان نے یمن کو فتح کرنے کے لئے بھیجا تھا اور اس کا بیٹا و ب بھی اسی جگہ (یمن) پیدا وا۔کہتے ہیں کہ و ب کے باپ نے رسول اکرم(ص) کے زمانے میں اسلام قبول کیا تھا۔

ذہبی "تذکرۃ الحفّاظ" میںو ب بن منبّہ کے حالات زندگی بیان کرتے وئے لکھتے ہیں:وہ یمن کا ایک دانشور تھا جو سن ۳۴ ہجری ۔یعنی عثمان کی خلافت کے زمانے میں- میں پیدا وا۔جسے اہل کتاب کے علوم کے بارے میں بہت زیادہ معلومات تھیں اور اس کی ساری توجہ انھی کی کتابوں کا مطالعہ کرنے پرمرکوز تھی۔

صحیح بخاری اورمسلم میں اس کے بھائی"ہمام" کے سلسلہ سے اس سے حدیث نقل وئی ہے"[۱]

ڈاکٹر جوادعلی نے بھی اس کے بارے میں کہاہے:و ب بن منبّہ کاشمار تابعین میں سے ہے اور اسرائیلی کہانیوں کو نقل کرنے میں اس کا بہت اہم کردار ہے۔اس کے اکثر اقوال گذشتہ آسمانی کتابوں سے ہی اخذ شدہ وتے تھے۔اس کے بھائی نے شام کے اپنے تجارتی سفر میں اس کے لئے کچھ کتابیں خریدیں اور وہ ان کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کہ اس کا متقدمین کی تاریخ پر تسلط تھا اور اسے مختلف زبانوں پر بھی عبور حاصل تھا۔[۲]و ب کا خاندان یمن میں رہتا تھاجو یہودیوں کے آداب و رسومات اور ان کی روایات سے متأثر تھااور دوسری طرف سے وہ حبشہ کے ذریعہ عیسائیوں کے عقائد اور ثقافت سے بھی آشنا تھے۔ و ب خودیونانی زبان سے بھی آشنا تھا جس کی وجہ سے اسے ان دوثقافتوں یعنی یہود و نصاریٰ کی کافی معلومات تھیں۔[۳]وہ گذشتہ آسمانی کتابوں کے مطالب اور گذشتہ اقوام و ملل کی روایات اور قصہ کہانیوں کو بیان کرنے میں اتنی توجہ دیتا تھا کہ اس اعتبار سے اسے "کعب الاحبار"سے تشبیہ دی جاتی ہے۔[۴]

----

[۱]۔ تذکرۃ الحفّاظ:ج اص۱۰۰اور الاعلام: ج۹ص۱۵۰-[۲] ۔ المفصّل فی تاریخ العرب قبل الاسلام: ج۶ص۵۶۵

[۳]الادب العربی: ج۱ص۳۸۱-[۴]۔ تذکرۃ الحفّاظ: ج۱ص۱۰۱

وہ بنی امیہ اور ان کے حکمرانوں سے بھی غافل نہیں تھا یہاں یک ۔ وہُ بعض اوقات ان کی تائید میں من گھڑت مطالب بیان کرتا تھا جن میں سے ایک یہ ہے ۔ وہ عمر بن عبدالعزیز کو مہدی موعود سمجھتا تھا![1] اور اسی کے خلافت کے دوران یمن قضاوت کے عہدے پر فائز تھا[2]،وہ ۱۱۰ھ میں شہر صنعاء میں ہلاک ہوا۔[3][4]

وہب بن منبّہ کے عقائد

قابل ذکر ہے ۔ اس جدید مسلمان یہودی کے ذریعہ اسلامی معاشرے میں پھیلنے والے عقائد میں سے یہ ہے ۔ اس نے جبر اور نفی مشیت و اختیار جیسے عقائد کو فروغ دیا۔

حماد بن سلمہ نے ابو سنان سے نقل کیاہے ۔ میں نے وہب بن منبّہ سے سنا ہے ۔ وہ کہتا تھا: میں ایک مدت تک انسان کی قدرت و مشیت کا قائل تھا یہاںتک ۔ میں نے پیغمبروں کی ستّر سےزائد کتابوں کامطالعہ کیااور ان سب میں یہی تھا ۔ جو بھی اپنے لئے اختیار کا قائل ہو وہ کافر ہو جائے گا۔اس لئے میں نے اپنے پہلے والے عقیدہ کو چھوڑ دیا۔[5]

جبر اور نفی مشیت و اختیار کی حمایت اور ہر طرح کی قدرت و مشیت کا انکارکرنا انسان کے لئے ایک ایسی آگ تھی ۔ جو پہلی صدی ہجری کے آخر میں مسلمانوں میں بھڑکائی گئی جس نے انہیں دو دھڑوں میں تقسیم کر دیا ۔جب ۔جبر کا عقیدہ بنی امیہ کی حکومت کی بنیادوں سے سازگار تھا۔ اسی وجہ سے وہب ایسے نظرئے کو پھیلانے کی بہت زیادہ کوشش کرتا تھا۔[6][7]

----

[۱]۔ تاریخ الخلفاء:۲۶۳

[۲]۔ الاعلام:ج۹ص۱۵۰

[۳]۔ فجرالاسلام:۱۶۱

[۴]۔ اسرائیلیات وتأثیر آن داستان ہای انبیاء در تفاسیر قرآن:۱۱۶

[۵]۔ میزان الاعتدال: ج۴ص۳۵۳

[۶]۔ ملاحظہ کریں: بحوث فی ملل و النحل:۱۱۹،فرہنگ عقائد و مذاہب اسلامی: ج۱ص۱۰۲ اور ۱۰۳

[۷]۔ اسرائیلیات وتأثیر آن داستان ہای انبیاء در تفاسیر قرآن:۱۲۱

تیسرا باب

بنی امیہ کے عیسائیں سے تعلقات

بنی امیہ کے عیسائیوں سے تعلقات

اموی دور میں اسلامی معاشرے کے ثقافتی حالات

عیسائیت کے اشعار و تبلیغ کی ترویج

تمیم داری کی قصہ گوئی اور عیسائیت کی ترویج

عمر کے دور حکومت میں تمیم داری

بنی امیہ کی حکومت کا عیسائیت کی حمایت کرنا

اہلبیت اطہار علیہم السلام اور عراق کے لوگوں سے خالد کی دشمنی

بنی امیہ کے عیسائیوں سے تعلقات

بنی امیہ کے عیسائیوں سے بھی تعلقات تھے اور وہ اپنے امور میں ان سے مشورہ کرتے تھے۔ بنی امیہ کے عیسائیوں سے تعلقات کی بہترین مثال معاویہ کے ان سے تعلقات ہیں۔

معاویہ کےعیسائیوں سے تعلقات اتنے گہرے تھے کہ نہ صرف اس کے دربار میں ان کی آمد و رفت تھی بلکہ معاویہ عیسائیوں سے مشورہ بھی کرتا تھا اور انہیں حکومتی ذمہ داریاں سونپنے کے علاوہ عیسائیوں کے ساتھ بیٹھ کر ان سے مشورہ کرتا اور ان کے افکار و نظریات سے استفادہ کرتا تھا۔ آپ یہ نکتہ یعنی معاویہ کے عیسائیوں سے تعلقات اور معاویہ کا عیسائیوں سے مشورہ لینا تاریخ کے صفحات میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ یہ واضح سی بات ہے کہ ایسے افکار و نظریات رسول اکرم(ص) کے حکومتی طریقۂ کار کے افکار و نظریات سے متضاد ہیں۔ پیغمبر اکرم(ص) کا عیسائیوں اور کسی بھی اہل کتاب سے مشورہ کرنا اور ان کے دین مخالف افکار و نظریات کولوگوں پر مسلط کرنا تو دور کی بات بلکہ آپ نے کبھی انہیں اپنا ہمنشین قرار نہیں دیا۔لیکن معاویہ نے چونکہ زبردستی اور طاقت کے بل بوتے پر حکومت حاصل کی تھی اور وہ رسول خدا(ص) کے منصب خلافت کا غاصب تھا،اس لئے اس کے اعمال رسول اکرم(ص)کے اعمال کی طرح نہیں تھے بلکہ دین پر کاری ضرب لگانے اور دین کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کے لئے وہ دین کے مخالفوں سے مشورہ کرتا تھااور ان کے نظریات کو اہمیت دیتا تھا۔

کتاب"ادیان؛نخستین ودمان حکومت گر در اسلام"میں لکھتے ہیں:روایات سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ معاویہ عیسائیوں کی سیرت و روایات کے لئے احترام کا قائل تھا وہ جب تک شام کے شہروں میں مقیم تھے اور وہاں کی اکثر آبادی انہیں پر مشتمل تھی۔ اس کے مشیروں میں سے ایک سرجون(سرگیوس) تھا جو یونانی Orthodox خاندان کا ایک فرد تھا اور جو شام میں رومن انتظامیہ کے لئے کام کرتا تھااور اس کا باپ'سنت جون"(وفات: ۷۴۸ء) شام میں Orthodoxکے متکلمین میں سے تھا۔[1]

----

[1] ۔ ادیان؛نخستین ودمان حکومت گر در اسلام:۵۷

امی دور میں اسلامی معاشرے کے افسانک حالات

اموی دور میں اسلامی معاشرے کے افسانک حالات کے بارے میں یہی کافی ہے کہ ہم "جرجی زیدان" کے اس قول پر غور کریں، جو کہتے ہیں: بنی امیہ کے زمانے میں عیسائی دربار میں آتے تھے اور کوئی بھی ان پر اعتراض نہیں کرتا تھا۔ اخطل (عرب کا عیسائی شاعر) بغیر اجازت کے نشے کی حالت میں گردن میں صلیب ڈال کر عبدالملک بن مروان کے پاس آیا اور کسی نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا؛کیونکہ وہ پیغمبر(ص) کے اصحاب و انصار کی مذمت میں بہتر طور پر شعر کہتا تھا![1]

تاریخ میں ہے کہ "بطریق وجیہ دمشقی" نام کا شخص اپنے باپ کے ساتھ عبدالملک بن مروان کے دربار میں رہتا تھا۔جو اسلامی ثقافت سے مبارزہ کرنے والوں میں نمایاں شمار کیا جاتا تھا اور مسلمانوں کے درمیان شبہات اور جھوٹ شامل کرنے میں دریغ نہیں کرتا تھا۔اس نے عیسائیوں کے لئے ایک کتاب تالیف کی جس نے انہیں مسلمانوں کی تبلیغات کے مقابلہ میں مسلح کیا۔[2]

یہی شخص پیغمبر اکرم(ص) کی اپنی پھوپھی زاد زینب بن جحش سے عشق و محبت کی جعلی کہانی کو رائج کرنے والا تھا!

اموی خلفاء کی کوشش تھی کہ اہل کتاب جو پیش آنے والی مصالحت کی بنیاد پر یہ بات ان کے منہ میں ڈال دیں کہ ان کا نام گذشتہ آسمانی کتابوں میں آیا ہے۔کیونکہ ان کی حکومت کی شروعیت ظاہر کرنے کے لئے اس مسئلہ کے بہت اہم اثرات تھے اور یہ فلاں خلیفہ کے لئے ایک طرح سے قضاء الٰہی کو بیان کرنا چاہتے تھے۔[3]

یہودی سے مسلمان ہونے والے یوسف نامی سے نقل ہوا ہے کہ اس نے عبدالملک کی خلافت کی پیشگوئی کی تھی۔[4] وہب بن منبہ نے بھی عمر بن عبدالعزیز کو امت کا مہدی شمار کیا تھا۔[5]

----

[1]۔ تاریخ تمدن اسلامی:۷۴۵

[2]۔ تراث الاسلام:ج۱ص۲۷۵،"الاسرائیلیات و اثرھا فی کتب التفسیر" سے اقتباس:۴۲۹

[3]۔ تاریخ سیاسی اسلام:ج۲ص۷۳۵ اور ۷۳۶

[4]۔ تاریخ الخلفاء:۲۴۳

[5]۔ تاریخ الخلفاء:۲۶۳

عیسائیت کے اشعار و تبلیغ کی ترویج

اہلسنت علماء نے اپنی کتابوں میں جو مطالب ذکر کئے ہیں،ان کی بناء پر یہ قابل غور نکتہ سمجھ میں آتا ہے:شعر و شاعری نے نہ صرف مسلمانوں کو قرآن اور پیغمبر اکرم(ص) کی احادیث سے دور کیا،بلکہ یہ نہ صرف شراب نوشی،فساد،فحاشی اور لوگوں کودین سے دور کرنے کا باعث بنی بلکہ انہیں عیسائیت کی طرف راغب کرنے اور مسلمانوں کوعیسائی بنانے کا بھی باعث بنی۔[1]

اس بات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ معاویہ اور بنی امیہ کے دوسرے حکمرانوں کے دربار میں عیسائی شاعروں کا اتنا احترام کیوں تھا اور انہیں کیوں اتنی اہمیت دی جاتی تھی؟! مسلمانوں کے خلیفہ کے دربار میں کیوں ان کا اتنا بلند مرتبہ تھا؟!یہاں تک کہ کبھی مسلمانوں کی ملکی سیاست میں بھی ان کا بہت عمل دخل ہوتا تھا!

سب سے پہلے عمر نے عیسائیوں کو حکومتی ذمہ داریاں سونپیں۔

ابوزبید(جو ایک شراب خور اور ولید کا ہم پیالہ تھا) عمر کی طرف سے اپنے قبیلہ کی زکاۃ جمع کرنے پرمامور تھا۔حلانکہ ابوزبیدعیسائی تھااور"الاستیعاب"کے مطابق یہ عمر کی طرف سے اپنے قبیلہ کی زکاۃجمع کرنے کے لئے مامور تھا۔

اس کام سے عمر نے آنے والے افراد کے لئے راستہ کھول دیا کہ وہ عیسائیوں اور دین سے خارج افراد سے کام لیں یہاں تک کہ عثمان کے زمانے میں عیسائیوں کے کئی افراد حکومتی منصب پر فائز تھے۔جب حکومتی باگ دوڑ اور حکومتی عہدوں میں عیسائیوں کو بلند مقام ملا تو وہ اشعار کی ترویج میں لگ گئے تاکہ اس کے ذریعہ قرآن پر سے لوگوں کی توجہ کو کم کیا جا سکے اور یہ وہی چیز تھی کہ رسول اکرم(ص) نے جس کی پیشگوئی کی تھی۔

انہوں نے شعر کی ترویج کوایک دستاویز قراردیا جس کے ذریعہ وہ لوگوں کو شراب نوشی اور دین سے روگردانی کی طرف راغب کرتے تھے اور یہ نہ صرف لوگوںکے عقائد کمزور کرنے کا باعث بن رہا تھا بلکہ دوسروں کے اسلام کی طرف آنے کی راہ میں رکاوٹ بن رہا تھا۔

----

[1]۔ اسرائیلیات وتأثیر آن داستان ہای انبیاء در تفاسیر قرآن:81

جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔ ابن شہاب کی روایت کے مطابق عمر نے ابو موسی کو خط لکھا جس میں لکھا تھا:انہیں حکم دو کہ شعر روایت کریں کیونکہ یہ اعلیٰ اخلاقیات کے لئے راہنما ہیں!۔[1] اس لحاظ سے شعر کی طرف رغبت ملا عمر کی طرف سے شروع ہوا اور معاویہ کے زمانے میں رائج ہوا اور اس کے بعد بنی امیہ نے شعر کی ترویج میں مبالغہ سے کام لیا۔

"الاستیعاب"کے مولف ولید کے بارے میں لکھتے ہیں:اہل علم کے درمیان کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ یہ آیہ شریفہ"اگر کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کرو"[2]ولید کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[3] اسی طرح ابن عباس سے منقول ہے کہ یہ آیہ شریفہ"کیا وہ شخص جو صاحب ایمان ہے اس کی مثل ہو جائے گا جو فاسق ہے،ہرگز نہیں دونوں برابر نہیں ہو سکتے"[4]حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے ایمان اور ولید کے فسق کے بارے میں نازل ہوئی ہے اورہم اس بارے میں ایک واقعہ بھی نقل کرتے ہیں۔[5]"الاصابۃ"کے مولف ابوزبید کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ زمانہ جاہلیت میں اپنے ماموں کے پاس بنی تغلب میں زندگی گزارتا تھا اور اسلام کے دوران جب ولید کو جزیرہ اور پھر کوفہ کی حکمرانی ملی تو یہ اسی کے ساتھ تھا۔[6]ابن قتیبہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ابوزبید ہرگز مسلمان نہیں ہوا تھااور وہ اسی طرح عیسائیت پر باقی رہا اور دنیا سے چلا گیا۔طبرانی کہتے ہیں کہ اسے طویل عمر ملی اور وہ ایک سو پچاس سال زندہ رہا۔ اس نے اسلام کو تو درک کیا لیکن مسلمان نہیں ہوا اور وہ معاویہ کی حکومت کے زمانے تک زندہ تھا۔[7]

----

[1]۔ کنزالعمال:ج۱۰ص۳۳۰

[2]۔ سورہ حجرات،آیت:۶

[3]۔ الاستیعاب:ج۳ص۶۳۲

[4]۔ سورہ سجدہ،آیت:۱۸

[5]۔ الاستیعاب:ج۳ص۶۳۳

[6]۔ الاصابہ:ج۴ص۸۰

[7]۔ الاصابہ:ج۴ص۸۰

اگرچہ قرآن وحدیث کی رو سے ولید فاسق اور اکثر مؤرخین کے مطابق ابوزبید عیسائی تھا۔لیکن عمر نے اس میں عوامی مفاد کو دیکھا اور ولید کو جزیرہ کا حاکم بنا دیا اور ابن حجر کے مطابق "ابوزبید کو اسی کے قبیلہ کی زکاۃ جمع کرنے پر مامور کر دیا اور اس کے علاوہ کسی اور عیسائی کوئی ذمہ داری نہیں دی"[1]۔اسی دوران عمر نے حکم جاری کیا اور ابن شہاب کی روایت کی رو سے اس نے ابو موسی اشعری کو خط لکھا کہ" اپنے اطرافیوں کو حکم دو کہ وہ عربی قواعد سیکھیں جو صحیح گفتگو کے لئے راہنما ہیں اور انہیں حکم دو کہ وہ شعر روایت کریں جو عالی اخلاقیات کے لئے راہنما ہیں"[2]

شعر کو روایت کرنا ایک عربی سنت و روایت تھی جس کی طرف اسلام نے کوئی خاص توجہ نہیں دی اور نہ ہی خدا کی کتاب میں شعر اور شاعروں کی کوئی تعریف کی ہے اور نہ ہی سنت میں انہیں کوئی خاص اہمیت دی گئی ہے۔

منقول ہے کہ رسول خدا(ص) نے فرمایا:قسم ہے اس کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث کیا ،میرے بعد میری امت پر ایک ایسا وقت آئے گا جب مال کو ناجائز طریقہ سے لیا جائے گا اور خون بہایا جائے گا اور قرآن کی جگہ اشعار لے لیں گے۔[3]

یہ کہ شعر روایت کرنے کی طرف دعوت دینا،غیب کی خبر دینا اور حجت قائم کرنا ،اس وقت کی طرف اشارہ ہے کہ جب شعر قرآن کی جگہ لے لیں گے۔اشعار روایت کرنے کی دعوت دینے کے بہانے قبیلہ بنی تغلب (رسول خدا(ص) نے جن کی سرزنش کی ہے)،حیرہ کے عیسائیوں(جو عباسیوں کی خلافت کے زمانے تک عیسائیت پر باقی تھے)قیسار یہ کے اسیروں کے قافلوں(انہیں معاویہ نے اپنی خلافت میں دالخلافہ کی طرف بھیجا)نے راہ خدا کو بند کرنا چاہا۔

----

[1] ۔ الاصابہ:ج۴ص۸۰

[2]۔ کنزالعمال:ج۱۰ص۳۰۰ابن الانباری کی روایت کے مطابق

[3]۔ کنزالعمال:ج۱۱ص۱۸۷ دیلمی کی روایت کے مطابق

عثمان کے دور میں یہ رکاوٹوں کے برطرف ہو جانے اور کوفہ پر ولید کی حکمرانی سے عیسائیت کو پھیلانے کا دائرہ وسیع ہو گیا اور اسی دور میں حیرہ کے عیسائیوں سے تعلقات قائم کئے گئے اور اس علاقہ کے قافلوں کو چلا گیا اوردیر کے شعروں کو رائج کیا گیاجو منفیانہ طور پر عقلی ثقافت پر بہت اثر انداز ہوئی۔ اس کے بعد شراب کے شعروں کی باری آئی جو واضح طور پر اسلام کا خیال دل سے نکالنے اور اسے ترک کرنے کا خواہاں تھے۔

ان میں سے یہ موارد ہم نے اپنی دوسری کتاب"الانحرافات الکبری"میں ذکر کئے ہیں لہذا اس کی اصل بنیادوں کو جاننے کے لئے اس کی طرف رجوع کریں۔

دیر اور شراب کے اشعار کی فضا میں کوفہ کا حاکم ولید بن عقبہ اور اس کا دربار ابوزبید اخلاقی اقدار کو پامال کر رہے تھے۔ 'الاستیعاب"کے مؤلف اس بارے میں لکھتے ہیں : ولید اور اس کے ہم پیالہ ابوزبید کی شراب نوشی کی خبریں بہت مشہور ہیں۔[1] بہت سے مؤرخین اور محدثین نے نقل کیا ہے : ولید نے نشہ کی حالت میں صبح کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھی اور چار رکعت پڑھنے کے بعد ماومین سے پوچھا : کیا وہ چاہتے ہیں : ان کے لئے دوبارہ سے نماز پڑھوں؟[2]

عثمان بن عفان کے خلاف قیام کا پہلا سبب یہی مسئلہ تھا : خلیفہ نے ولید کو معزول کرکے اور اسے رقہ بانی کا بکرا بنا کر اپنی جان چھڑائی۔لیکن شعر اسی طرح باقی رہے بلکہ ان میں وسعت آتی گئی،شراب کے شعر عاشقانہ شعروں میں اور پھرعیاشی کے اشعار میں تبدیل ہو گئے۔ معاویہ کے دور میں ادبیات عرب اپنے عروج پر تھی اور حزب حاکم کی سیاست کے دامن میں پلنے والے فحاش شعر نمودار ہوئے جو قبائلی اختلافات اور عربی تعصب کو ترویج دے رہے تھے۔بنی امیہ اشعار کی ترویج میں مبالغہ کرتے تھے اور کبھی شعر کے ایک مصرع یا ایک ادبی نکتہ پر ہزاروں دینار سے نوازتے تھے۔لوگ بھی اشعار کہنے اور عرب کی جنگوں کے احوال بیان کرنے میں لگ گئے اور انہوں نے بہت سا مال حاصل کیا۔

----

[۱]۔ الاستیعاب:ج۳ص۶۳۳

[۲]۔ الاستیعاب:ج۳ص۶۳۳

شعر اور ادبیات اسلام یک نفوذ کر چکے تھے ۔ حتی بہت سے علماء علمی محافل میں عقلی مسائل سے بحث کرتے وقت اپنا نظریہ ثابت کرنے کے لئے کسی شعر یا ضرب المثل کو بطور نمونہ پیش کرتے تھے۔اسی دوران منفی شعر اور راہ خدا سے روکنے والوں نے فتنہ کی تاریک راتوں میں اپنے لئے راستہ بنا رہے تھے اور شعراء تیزی سے دربار کے مرکز کے نزدیک ہو رہے تھے۔ان شاعروں میں سے اخطل کا نام لیا جاسکتا ہے جو جیرہ میں پیدا ہوا جس کا تعلق بنی تغلب سے تھا اور جو اپنے اکثر قبیلے والوں کی طرح عیسائی تھا۔جب یزید بن معاویہ خلیفہ بنا تو اسے اپنے پاس بلالیا اور وہ اس کا بہت احترام کرتا تھا۔یزید کے بعد دوسرے خلیفہ بھی اس کا بہت احترام کرتے تھے اور اسے بہت سی دنیاوی نعمتوں سے نوازتے تھے بالخصوص عبدالملک مروان اسے دوسرے شعراء پر ترجیح دیتا تھااور اسے اس کا بہت زیادہ صلہ دیتا تھا۔[1]ان شاعروں میں سے اعشی کا نام بھی لیا جاسکتا ہے جو عیسائی تھا اور وہ جہاں بھی جاتا تھا اس کے اشعار کو بہت سراہا جاتا تھا۔[2]

فتنہ کی ثقافت اتنی پھیل چکی تھی اور اموی دور میں عیسائیوں کو ایسا مقام مل چکا تھا ۔ ان کے بغیر سیاسی تدبیر میں شکل ہوتی تھی۔ان میں سے ایک گروہ کے پاس ٹیکس جمع کرنے کی ذمہ داری تھی اور ان میں سے اکثر کو خلفاء کے نزدیک بلند مقام حاصل تھا۔[3]

شعر،شراب اور فحاشی کی مدد سے وجود میں آنے والے فتنہ کے اس لبادہ میں سے زندیقی اور عیسائیوں کے نظریات سامنے آ رہے تھے[4]،اور یحییٰ دمشقی کی زبان پر مرجئہ کے آراء و نظریات جاری تھے

----

[1]۔ تاریخ الادب العربی:ج۱ص۲۰۵

[2]۔ تاریخ الادب العربی:ج۱ص۲۳۸

[3]۔ تاریخ الادب العربی:ج۱ص۲۵۶

[4]۔ الحضارۃ الاسلامیۃ:ج۲ص۶۵

جس کا باپ عبدالملک بن مروان کا یار ومددگار تھا۔اسی یحییٰ نے خود عیسائیت کے فضائل میں ایک کتاب لکھی تھی۔یہ کوئی اتفاق نہیں تھا کہ یحییٰ دمشقی کے آراء مرجئہ اور شام کے قدریہ کے پاس پھیلے۔ اس طوفان میں پرانے حالات اور قدیم دنیا پھر سے آہستہ آہستہ آشکار ہو گئی ،دولت کو بے مثال طاقت ملی جس نے تمام اقدار کو پامال کیا،ہر چیز مال پر قربان ہونے لگی اور اسے حاصل کرنے کے لئے سیاستدانوں اور حکمرانوں نے ہر غلط حربہ اختیار کیااور ایک دوسرے پر سبقت لینے میں مگن ہو گئے۔

اس تحریک کے آخر میں ہیں ایسے شعرا پیدا ہوئے جو ہر مذہبی چیز کی تحقیر و توہین کرتے تھے جو واضح اور گستاخانہ انداز میں اپنے نظریات پیش کرتے تھے کہ جس کی اس سے پہلے کوئی مثال نہیں ملتی۔ شام میں ابوالعلای معری شاعر(۳۶۳-۴۴۹)عقلی نظریات کی آڑ میں ہر مذہبی چیز پر حملہ کرتا تھااور یوں کہتا تھا:اے گمراہو! ہوش میں آؤ، ہوش میں آؤ کہ تمہاری ایمانداری گزرے ہوئے لوگوں کے دھوکہ سے زیادہ نہیں ہے کہ جو اس کے ذریعے سے دنیا کے مال ومنال کو اکٹھا کرنا چاہتے تھے،وہ اس دنیا سے چلے گئے اورکمینوں کی سنت دم توڑ گئی۔(!)

وہی کہتا تھا:لوگ پے در پے فساد کے قریب ہو گئے اور سب مذہب گمراہی کے لحاظ سے یکساں ہیں۔[1]پھر ابن راوندی(متوفی ۲۹۳ھ)کی نوبت آئی جس نے یہاں تک کہہ دیا کہ ہمیں اکثم بن صیفی کے کلمات میں قرآن سے بھی خوبصورت کلمات ملتے ہیں۔[2]اسی طرح ابولعلاء معری کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ قرآن سے مقابلے کے لیے کھڑا ہوا اور اس نے "الفصول والغایات فی محاذاۃ السور ولمآیات"کے نام سے ایک کتاب لکھی اور جب اس سے کہا گیا کہ تم نے اچھا لکھا ہے لیکن ان میں قرآنی آیات کی مٹھاس نہیں ہے تو اس نے جواب دیا:اسے چار سال تک محرابوں سے زبان پر جاری رہنے دو تا کہ یہ چمک جائے ،پھر اسے دیکھو کہ یہ کیسی ہے۔[3]

----

[1]۔ الحضارۃ الاسلامیۃ:۱۳۷

[2]۔ الحضارۃ الاسلامیۃ:۱۳۹

[3]۔ الحضارۃ الاسلامیۃ:۱۴۰

اس طرح اشعار کو قوت ملنے کے بارے میں رسول خدا(ص)کی غیبی پیشگوئی اس وقت متحقق ہوگئی جب ولید نے اپنا قصر کھولا اور جزیرہ کے عیسائیوں نے جزیرہ پر قدم رکھے تھے ۔ وہ تغلب کے عیسائیوں کو گود میں لے لیں۔پھر دیراس کے بعد شراب اور پھر فحاش شعار رائج ہوئے اور عرب کی قدیم جنگوں ،ا دیبوں کے فضائل کا تذکرہ کرکے دور زمانہ جاہلیت کی اقدار کو ترویج دے کر وہ خود کو خلافت کی کرسی کے قریب لے آئے۔اور جس میدان میں حدیث نہیں تھی وہاں اس کے نتیجہ میں سیاسی، باؤ اور تصوف نے اپنے پاؤ جما لئے اور ان واقعات کے مقابلہ میں زندقہ ،مرجئہ کی تعلیمات اور دوسرے واقعات رونما ہوئے۔اس تمام کشمکش کے دوران عیسائی ٹیکس اکٹھا کرنے کی نگرانی کر رہے تھے اور جو بھی وزارت کا خواہشمند ہوتا ،وہ ان کے نزدیک ہو جاتا۔[1]کیونکہ خاردار جھاڑی سے اموال حاصل کرنے کے لئے سب ایک دوسرے کے پیچھے لگے تھے اور شاعروں نے راہ خدا کو بند کرکے دین اور قرآن کے خلاف اس طرح سے اعلان جنگ کیا تھا ، جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔[2]

تمیم داری کی قصہ گوئی اور عیسائیت کی ترویج

یہودی اور عیسائی دانشور اخبار میں قصہ گوئی کرتے تھے اور عیسائی علماء ان کہانیوں کے ضمن میں عیسائیت کی تبلیغ و ترویج کرتے تھے۔اہل کتاب کے علماء حکومتی وسرکاری ہدایات کے زیرسایہ یہ کام انجام دیتے تھے۔انہوں نے مسلمانوں کی اخبار اور ان میں سے بھی اہم ترین یعنی مدینہ میں منبر نبوی پر اپنا قبضہ جما لیا تھا ۔ لوگوں کوبنی اسرائیل کے حالات کی کہانیاں سنانے میں اور جو پہلے لوگوں کی طبیعت اوران کے اپنے مقاصد سے سازگار ہو،اسی میں مشغول رکھیں۔[3] تمیم داری(تازہ مسلمان ہونے والا عیسائی)دوسرے خلیفہ کی نظر میں مدینہ کے بہترین لوگوں میں سے شمار ہوتا تھا[4]!اس نے عمر سے تقاضا کیا ، وہ قصہ گوئی کرنا چاہتا ہے۔عمر نے اسے اجازت دے دی اور وہ جمعہ کے دن منبر نبوی میں لوگوں کے لئے قصہ گوئی کرتا تھا۔[5] عمر خود بھی تمیم کی مجلس میں بیٹھتا اور اس کے قصے سنتا تھا![6]

----

[۱]۔ الحضارة الاسلامیة:ج۱ص۱۲۷۔[۲]۔ از ژرفای فتنہ ھا:ج۱ص۴۱۸۔[۳]۔ الصحیح من سیرة النبیﷺ الاعظم:ج۱ص۱۲۲۔۱۲۴(تلخیص)

[۴]۔ الاصابة فی تمییز الصحابة:ج۱ص۲۱۵۔[۵] ۔ الاصابة فی تمییز الصحابہ:ج۱ص۱۸۳،۱۸۴ اور ۱۸۶۔نیز الصحیح من سیرة النبیﷺ الاعظم:کی پاورقی کے تمام حوالہ جات ملاحظہ فرمائیں۔[۶]۔ القصاص و المذکرین:۲۹

حقیقت میں اسرائیلیات سے قصہ کہانیوں کے جوڑ کی یہی ب سے اہم دلیل ہے ۔ تمیم داری (مان ،جو پہلے عیسائی تھے) نے ب سے پہلے قصہگوئی کی اور کعب‌الا حبار(تازہ مان ونے والا یہودی) کا بھی شامات میں یہی کام تھا؛ حتی ۔ اس کا سوتیلا بیٹا (یعنی تبیع بن عامر جس کی پرورش کعب‌الا حبار کے ذمہ تھی اور جس نے آسمانی تابیں پڑھیں تھیں) بھی اصحاب کے لئے قصہگوئی کرتا تھا!

محققین نے اس امر کی وضاحت کی ہے ۔ ابتدائے اسلام میں قصہ گوئی کرنے کے واقعات اہل تاب کی ثقافت سے متاثرہ تحریک کا نتیجہ تھے اورصدیوں سے ان کی اصل بنیاد ایسے قصے تھے جنہیں اہل تاب انبیاء اوردوسروں سے روایت کرتے تھے۔

قصہ گوئی کی تحریک کو اسلامی ثقافت کے ساتھ برابرقرار دیا گیااور علماء کی مخالفت کے باوجود بعض خلفاء و مورخین کی حمایت حاصل ونے کی وجہ سے یہ معاشرے میں پوری طرح نفوذ کر گئے جس نے اسلامی ثقافت پر بڑے تباہ کن اثرات چھوڑے۔[1]

ڈاکٹر مصطفی حسین لکھتے ہیں: اسلامی فتوحات کے بعد شام کا ماحول اسلامی ثقافت میں اسرائیلیات کو پھیلانے میں بہت اثر انداز وا اور تمیم داری جیسے افراد جو تازہ مان ونے والی عیسائیوں میں سے تھا-کا اس تحریک (اسرائیلیات کی ترویج) میں بہت اہم کردار تھا کیونکہ اصل میں عیسائی ونے کے باوجود اس کی شخصیت اور روایات پر اسرائیلی ثقافت کے اثرات کسی بھی محقق سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں؛ بالخصوص "جساسہ"کی کہانی ۔ جیسے اس کے راویوں نے رسول اکرم(ص) کی طرف جھوٹی نسبت دی ہے۔[2]

ڈاکٹر احمد امین بھی ظہور اسلام کے بعد شام کے حالات کے بارے میں کہتے ہیں:

----

[1]۔ اسرائیلیات تاثیر آن داستان ہای انبیاء در تفاسیر قرآن:۶۳

[2]۔ اسرائیلیات فی التراث الاسلامی:۷۹ اور ۸۰

شام میں اکثر عیسائی تھے جنہوں نے اپنا مذہب نہ چھوڑا اور وہ جزیہ دیتے تھے۔ایک گروہ نے اسلام قبول کیا اور انہوں نے اپنا علمی سرمایہ اسلام میں داخل کر دیا ۔ جو انہوں نے کیش عیسوی سے لیا تھا۔ مساجد کلیسا کے ساتھ برابر ہو گئیں تھیں۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کے میل جول تیزی سے بڑھ رہے تھے۔[1]

اس لحاظ سے شام کو "اسرائیلیات کے لئے سرسبز زمین" کا نام دیا جا سکتا ہے۔ معاویہ نے طاقت کے بل بوتے پر کچھ عیسائیوں کو اپنا مقرب اور مشیر منتخب کیا۔ان میں سے "سرجون" وزیر اور دربار کا خاص مصنف، "ابن آثال" دربار کا مخصوص طبیب اور اسی دربار کے خصوصی شاعر "اخطل" کے نام کی طرف اشارہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ معلوم ہے کہ یہ وہ لوگ نہیں تھے کہ جو اپنے مسیحی اعتقادات و افکار سے دستبردار ہو چکے تھے بلکہ وہ اس دربار میں اثر و نفوذ کر چکے تھے کہ ان پر اپنے نظریات مسلط کرتے تھے۔[2] مؤرخین نے ان عیسائیوں کے معاویہ سے باہمی میل جول کو بیان کرکے بہت سے نکات درج کئے ہیں۔ہم ان میں سے کچھ کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

۱۔ سرجون بن منصور رومی:اس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ مصنف اور معاویہ کا محرم راز یا اس کے اسرار کا محافظ تھا جو معاویہ کی موت کے بعد یزید کی خدمت میں تھا۔

کتاب الاغانی"میں وارد ہوا ہے کہ وہ یزید کے ساتھ مل کر شراب خوری کرتا تھا اور جب مسلم بن عقیل علیہ السلام کے کوفہ پہنچنے کی خبر آئی تو اسی نے یزید سے سفارش کی تھی کہ ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنا دیا جائے۔[3]اس کا بیٹا بھی عبدالملک بن مروان کے لئے کتابت کے فرائض انجام دے رہا تھا۔[4]

----

[۱]۔ فجر الاسلام:۱۸۹

[۲]۔ معالم المدرستین:ج۱ص۵۰ اور ۵۱

[۳] ۔ الاغانی:ج۱۶ص۶۸ ،"معالم المدرستین "سے اقتباس:ج۲ص۵۰،نیز رجوع کریں"تاریخ طبری: ج۳ص۲۲۸ اور ۲۳۹،الکامل فی التاریخ: ج ۴ ص ۱۷"

[۴]۔ التنبیہ الاشراف:۲۶۱،معالم :سے اقتباس:ج۲ص۵۰

۲۔ ابن آثال: مؤرخین کے مطابق یہ عیسائی معاویہ کا دربار ی طبیب تھا اور دمشق میں اس کا خصوصی ڈاکٹر تھا۔

احمد امین کہتے ہیں:معاویہ کو اس سے بڑی ہمدردی و عقیدت تھی اور ہمیشہ اس سے گفتگو کرتا تھا۔(۱)

یعقوبی بھی اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں: سب سے پہلے معاویہ نے ابن آثال کو سر زمین"حمص" سے ٹیکس جمع کرنے کے لئے مامور کیا تھا جب کہ اس سے پہلے کسی بھی خلیفہ نے عیسائیوں کو ایسی ذمہ داری نہیں سونپی تھی۔(۲)

۳۔ اخطل:یہ معاویہ کےدربار کا عیسائی شاعر تھا۔جاحظ اموی حکومت کے ساتھ اس کے تقرب کے سبب کے بارے میں لکھتے ہیں: معاویہ انصار کوذلیل و خوارکرنا چاہتا تھاکیونکہ ان میں سے اکثر حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے صحابی تھے اور معاویہ کی خلافت کے مخالف تھے۔اس کےبیٹے یزید نے کعب بن جعیل سے کہا کہ وہ انصار کی برائی کرے لیکن اس نے منع کر دیا اور کہا:میں ایک نصرانی غلام کے بارےمیں بتاتا ہوں جس کی زبان بہت لمبی ہے اور وہ ان کی برائی کرنے میں گریز نہیں کرے گا ،پس اس نے اخطل کے بارے میں بتایا۔(۳)

"الاغانی"میں بھی اسذیل میں وارد ہوا ہے:وہ عیسائی کافر تھا جو مسلمانوں کی توہین کرتا تھااور جب وہ آتا تھا تو ریشم کا لباس اور گردن میں سونے کی بنی ہوئی صلیب پہنے ہوتے تھا اور اس کی داڑھی سے شراب ٹپک رہی ہوتی تھی اور اسی حالت میں اجازت کے بغیر عبدالملک بن مروان کےپاس جاتا اور وہ یزید کاہمدم و ہمنشین تھااور اسی کے ساتھ جام سے جام ٹکراتا۔اسی طرح اس نے ایک شعر کہا تھا جسے

انہوں نے ہر کوزہ کے دروازے پر آویزاں کر دیا تھا۔(۴)

----

[۱]۔ فجر الاسلام:۱۶۲

[۲]۔ تاریخ یعقوبی:ج۲ص۲۲۳

[۳]۔ البیان والتبیین:ج۱ص۸۶،معالم المدرستینسے اقتباس:ج۲ص۵۰

[۴]الاغانی:ج۸ص۲۲۹ ،۳۲۱اور ج۱۶ص۶۸معالم المدرستین سے اقتباس:ج۲ص۵۰ اور ۵۱

اس کے بارے میں دوسرے محققین لکھتے ہیں:اس کے اشعار میں ایسے شواہد ملتے ہیں ، جن سے یہ پتہ چلتا ہے ا وی دور میں بھی عربوں کی بت پرستی کی پ رسومات باقی تھیں۔نیز ان اشعار سے یہ بھی پتہ چلتا ہے ، اس سلسلے کے افراد میں کسقدر ۔ یک مذہبی رواداری تھی۔ اخطل ان لوگوں کی سخت سرزنش کرتا تھاجنہوں نے طاقتور لوگوں کی قربت کی خاطر، اپنے باپ دادا کا بت پرستی اور عیسائیت کا دین چھوڑ دیا تھا۔اس کے بہترین اشعار بھی وہی ہیں جو اس نے ا ویوں کی شان میں لکھے ہیں۔ مسلمانوں کا مذاق اور تمسخر کرنے کے باوجود عبدالملک اس کی حمایت کرتا تھا۔[1] یہ شواہد واضح و روشن دلائل ہیں ، شام اور معاویہ کا دربار تمام قبیلوں اورقوموں کے اکٹھے ہونے کی جگہ میں تبدیل ہو چکا تھا ، جن کاہدف و مقصد ایک تھااور وہ ہدف اسلام کے تن آور درخت کی جڑوں کو کھوکھلاکرنے کی کوشش کرنا اور اسلامی اقتدار کے خلاف جنگ کرنا تھا۔معاویہ اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لئے ہر ذریعہ کو استعمال کرنا جائز سمجھتا تھا۔اس نے تازہ مسلمان ہونے والے یہودی اور عیسائی علماء (جو ظاہراً مسلمان ہوئے تھے)اور تمام ہوس پرست اور نقلی حدیثیں گھڑنے والوں کی خدمات لی اور من گھڑت روایات سے بہت استفادہ کیا اور یہ سب معاویہ کی سرپرستی میں ہو رہا تھا۔[2]

عمر کے دور حکومت میں تمیم داری

ابوریہ لکھتے ہیں: عمر بن خطاب بھی تمیم کا بہت احترام کرتا تھااور اسے"خیر أهل المدينة"[3](یعنی مدینے کا بہترین فرد) کے الفاظ سے یاد کرتا تھا۔اور یہ سب بالکل اسی وقت ہو رہا تھا جب حضرت علی علیہ السلام اور بزرگ صحابی بھی موجود تھے ۔ جب بعد میں دوسرے خلیفہ کے حکم پرلوگ مختلف طبقات میں تقسیم ہو گئے تو تمیم اہل بدر کے ساتھ تھا جن کا شمار پیغمبراکرم(ص) کے سب سے محترم اصحاب میں سے ہوتا تھا اور وہ سب سے زیادہ حقوق لیتا تھا۔

----

[1]۔ انتقال علوم یونانی بہ عالم اسلام(دلیسی اولیری):۲۱۶-[۲]۔ اسرائیلیات وتأثیر آن داستان ہای انبیاء در تفاسیر قرآن:۷۴

[۳] ۔ الاصابۃ: ج۱ص۱۸۴، نقش ائمہ در احیاء دین"سے اقتباس، چھٹا شمارہ: ۸۷ ۔ ذہبی کی روایت میں تمیم کو "خیر المؤمنین"کے نام سے یاد کیا گیا ہے۔"سیر أعلام النبلاء"کی طرف رجوع کریں: ج۲ص۴۴۶

اسی طرح جب اس نے حکم دیا ۔ ماہ رمضان کی مستحب نمازونافلہ کو جماعت کے ساتھ پڑھا جائے (سن ۱۴ ہجری) تو اس نے دو افراد کو امام جماعت نامزد کیا تھا جن میں سے ایک تمیم داری تھا جو ۔ راہب اور نصرانی عالم تھا اور تازہ مسلمان ہوا تھا۔

وہ ہزار درہم کی مالیت کا لباس پہن کر بڑے جلال اور مزین ہو کر نماز جماعت میں آتا اور مسلمانوں کی امامت کرتا تھا۔[1] عثمان کی خلافت کے اختتام تک تمیم مدینہ میں تھا لیکن اس کے قتل ہو جانے کے بعد وہ شام چلا گیا اور ۴۰ھ کو وہیں اس دنیا سے چلا گیا۔[2]

ابوریہ لکھتے ہیں: قابل توجہ نکات میں سے یہ ہے ۔ ہم یہ دیکھتے ہیں ۔ عثمان کے قتل ہو جانے اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد تازہ مسلمان ہونے والے تمام یہودی کاہن، عیسائی اور راہب وس پرست مسلمان شام چلے گئے۔

یہ واضح ہے ۔ یہ کام خدا کے لئے نہیں بلکہ فتنہ پھیلانے اور مسلمانوں میں نفرت و بغض کی آگ بھڑکانے کے لئے تھا ۔ اس کے ذریعے اموی حکومت کی بنیادیں مستحکم ہوں اور ان کے کشکول بھی اموی حکمرانوں کے دین سے بھر جائیں۔![3][4]

----

[۱] ۔ تاریخ ابن عساکر: ج۱۰ص۴۷۹، تہذیب ابن عساکر: ج۳ص۳۶۰، سیر اعلام النبلاء: ج۲ص۴۴۲، نقش ائمہ در احیاء دین" سے اقتباس: ج۶ص۸۷

[۲]۔ الاعلام(زرکلی): ج۲ص۷۱، اسد الغابۃ: ج۱ص۲۵

[۳]۔ اضواء علی السنۃ المحمدیۃ: ۱۸۲(حوالہ)

[۴]۔ اسرائیلیات وتاثیر آن داستان ہای انبیاء در تفاسیر قرآن: ۱۰۳

بنی امیہ کی حکومت کا عیسائیت کی حمایت کرنا

یہ اموی حکمرانوں کا غیر اسلامی کردار و رفتاراور ان کے عیسائیوں سے تعلقات صرف ولید تک ہی محدود نہیں تھے بلکہ اس سے قبل اور بعد بھی اسی کی طرح ہی تھے جنہوں نے ان کی مدد سے غصب کی گئی حکومت کا طوق اپنے گردن میں ڈال لیا۔

ولید سے پہلے ہشام نے بھی عیسائیوں کو اتنی اہمیت دی اور ان کو اتنا بلند مقام دیا کہ خالد بن عبداللہ قسری کو عراق کا حاکم بنا دیا ۔ جو کہ عیسائی زادہ تھا اور وہ نہ صرف عیسائیوں بلکہ یہودیوں حتی کہ زرتشتیوں کی بھی حمایت اور طرفداری کرتا تھا۔

کتاب "امویان...."میں لکھتے ہیں: ہشام کی خلافت کے پہلے عرصہ بعد خالد بن عبداللہ قسری ۱۲۴ سے ۱۳۸ تک عراق کا حاکم رہا ۔ بعض وقعوں پر وہ شرقی ریاستوں کی بھی مکمل نگرانی کرتا تھا لیکن کہتے ہیں کہ بعض دوسرے واقع میں خراسان اس کی حکومت سے خارج ہو گیا تھااور خلیفہ بذات خود وہاں کا حاکم مقرر کرتا تھا۔تقریباً اموی دور کے آغاز سے ہشام میں خالد کا خاندان اثر و رسوخ رکھتا تھا اور ولید کی خلافت کے زمانے میں خالد پہلے عرصے تک مکہ کا حاکم تھا۔ہشام کی طرح عراق میں مال پر قبضہ جمانے اور مال و دولت کے حصول کی خاطر چونچیں مارنے میں اس کا بھی کوئی ثانی نہیں تھا۔ سنت روائی میں اس کے بارے میں بھی دشمنی نظر کا احساس ہوتا ہے کہ کبھی اسے اسلام کا دشمن تو کبھی عیسائیوں،یہودیوں حتی کہ زرتشتیوں کا طرفدار بیان کیا گیا ہے۔ نقل ہوا ہے کہ ایک بار اس نے عیسائیت کو اسلام پر برتری دی اور اپنی عیسائی ماں کے لئے کوفہ میں ہر کسے پیچھے ایک کلیسا بنوایا۔بعض کتابوں میں اسے زندیق شمار کیا گیا۔یہ ایک ایسا عنوان ہے کہ جس میں اکثر تردید و تنازع رہاہے۔نیز اسے مانوی حتی کہ مزدکی افکار میں بھی دلچسپی تھی۔ کہتے ہیں:اسے اپنے خاندان سے اتنی محبت تھی کہ حتی اگر خلیفہ اسے کعبہ کو تباہ کرنے کا حکم دیتا تو یہ اس کے بھی تیار تھا۔لکھتے ہیں کہ جب یہ مکہ کا حاکم تھا تو اس نے زائرین کے لئے الگ سے پانی فراہم کیا تاکہ اس اقدام سے زمزم کے مقدس کنویں کی اہمیت کو کم کر کے اور یہ بتائے کہ اس کا پانی کڑوا ہے،اور اس نے یہ اعلان کیا کہ جو پانی اس نے فراہم کیا ہے وہ خدا کے نمائندے(خلیفہ) کے حکم سے ہے![1]

----

[1]۔ اموریان؛ نخستین ودمان حکومت گر در اسلام:۹۹

"نہایۃالا دب"میں لکھتے ہیں:خالد کی ماں عیسائی کنیز تھی(جس کا تعلق روم سے تھا اور خالد کے باپ نے اسے اسیر بنا لیا اورپھر خالد بھی اسی سے پیدا ہوا)خالد کا بھائی اسد بھی اسی عورت سے پیدا ہوا لیکن وہ مسلمان نہیں ہوا تھا اور جب وہ مر گیا تو خالد نے اس کے لئے اس کی قبر پر کلیسا بنوایا جس پر لوگوں نے اس کی مذمت کی اور فرزدق نے یہ اشعار کہے:"اے خدائے رحمن!اس سواری کی پشت شکستہ کردے جو خالد کو سوار کروا کرہمارے لئے دمشق سے لائی،کس طرح وہ لوگوں کی امامت کرنا چاہتا ہے جس کی ماں کا ایسا دین ہے کہ جوخدا کو یکتا نہیں مانتی؟ وہ اپنی ماں کے لئے کلیسابنواتا ہے جس میں عیسائی ہیں اور جو کفر سے مساجد کے مینار تباہ کر رہا ہے"

خالد نے حکم دیا تھا کہ منبروں کے مینار تباہ کر دیئے جائیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ کسی شاعر نے اس بارے میں شعر کہے تھے:

"اے کاش!میری زندگی مؤذنوں کے ساتھ ہوتی کہ وہ کسی بھی شخص کوگھر کی چھت پر دیکھ سکتے ہیں،یا ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں،یا دلکش نازنین ان کی طرف اشارہ کرتینہیں"جب خالد کو اس شعر کی خبر ہوئی تو اس نے اسے ایمان بنا کر مساجد کے مینار تباہ کرنے کا حکم دیا اور جب خالد تک یہ خبر پہنچی کہ اپنی ماں کے لئے کلیسا بنوانے کی وجہ سے لوگ اس کی مذمت کر رہے ہیں تو اس نے کہا:خداوند ان کے دین و آئین (اگر تمہارے دین و آئین سے بدتر ہے)پرلعنت کرے اوروہ معذرت کے طور پر یہ بات کہتا تھا کہ کہا گیا ہے کہ وہ کہتا تھا:کسی بھی شخص کا خلیفہ و جانشین اس کے خاندان میں اس کے رسول سے محترم ہے۔اور اس کی مراد یہ تھی کہ ہشام رسول خدا(ص) سے محترم ہے!ہم ان خرافات سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں۔[1] حجاج بن یوسف سے بھی یہی بات عبدالملک اور رسول خدا(ص)کے بارے میں نقل ہوئی ہے۔خالد بن عبداللہ قسری (جو عراق اور مشرقی علاوے میں حکومت کرتا تھا) حجاج کی سیاست پر عمل کرتا تھا۔

----

[1]۔ نہایۃالا دب: ج٦ ص٣٢٧

خالد ایک عام انسان تھااور جس طرح لکھا ہے ۔ حتی وہ قرآن کو بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا تھا! ایک دن خطبہ پڑھتے وقت اس نے ایک آیت غلط پڑھی اور منہ دیکھتا رہ گیا۔ اس کے دوستوں میں سے قبیلہ تغلب کا ایک شخص اٹھا اور اس سے کہا: امیر! اپنے لئے کام آسان کرو ،میں نے کوئی عاقل انسان نہیں دیکھا جو قرآن کوحفظ کرکے پڑے۔حفظ کرکے قرآن پڑھنا احمقوں کا کام ہے۔! خالد نے کہا:تم نے ٹھیک کہا ہے۔[1][2] عراق میں خالد کے مظالم اس حد تک پہنچ گئے تھے ۔ ہشام نے مجبوراً اسے برطرف کردیا۔[3]

اہل بیت علیہم السلام اور عراق کے لوگوں سے خالد کی دشمنی

"الکامل"میں مبرد نے نقل کیا ہے:خالد بن عبداللہ قسری جب عراق کا حاکم بنا تو وہ منبر سے امیر المؤمنین علی علیہ السلام پر سبّ و شتم کرتا تھا اور کہتا تھا: "أللّٰهم علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن هاشم، صهر رسول الله علی ابنته و أبا الحسن و الحسین" اس کے بعد وہ لوگوں کی طرف دیکھ کر کہتا تھا: کیا یہ رمز اور انداز نہیں ہے![4]

یہ کلام رسول اور آل رسول علیہم السلام سے اس کی دشمنی کو ظاہر کرتا ہے۔

----

[1]۔ ابوالفرج اصفہانی: ج۱۹ص۶۰ تاریخ تمدن اسلامی سے اقتباس: ج۴ ص۸۰

[2] ۔ نہ صرف خالد بلکہ بنی امیہ کے بعض خلفاء صحیح سے بات کرنی بھی نہیں آتی تھی۔
اس بارے میں نقل ہونے والے عجائبات میں سے ایک یہ ہے ۔ ولید بن عبدالملک مروان اپنی گفتگو اور محاوروں کے دوران بہت غلطیاں کرتا تھا ۔اس نے اپنی خلافت کے دوران ایک دن امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی توہین کی اور کہا: "انه لصّ ابن لصّ" اور کلمہ" لصّ" کو کسرہ کے ساتھ پڑھا ۔ لوگ اس پر بہت حیران ہوئے اور انہوں نے اس سے کہا: ہمیں نہیں پتہ ۔ ہم ان دو باتوں میں سے کس پر ہنسیں؛اس نسبت پر جو تم نے علی بن ابی طالب علیہما السلام سے دی ہے۔یا کلمہ لصّ پر جسے تم نے مجرور پڑھا ہے۔ (معاویہ۔ تاریخ: ۱۴۷)

[3] ۔ تاریخ تحلیلی اسلام:۲۱۸

[4]۔ معاویہ۔ تاریخ: ۱۴۷

ولید اور اس کے کارندہ خالد بن عبداللہ قسری کو عراق کے مسلمانوں سے خاص دشمنی تھی۔ یعقوبی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:ولید نے ایک خط میں حجاز پر اپنے کارندہ خالد بن عبداللہ قسری کو حکم دیا ۔ وہ عراق کے لوگوں میں سے جو بھی حجاز میں ہیں انہیں وہاں سے نکال کر حجاج بن یوسف کے پاس بھیج دو۔پس خالد نے عثمان بن حیان مرّی کو مدینہ بھیجا تا ۔ وہ عراق کے لوگوں میں سے جو بھی مدینہ میں وجود ہیں انہیں نکال دے اور اس نے بھی ان تمام لوگونکو ان کے اہل و عیال ہمراہ حجاج کے پاس بھیج دیا تاجروں اورغیر تاجروں میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑا اور اعلان کیا ۔ جو بھی کسی عراقی کوپناہ دے گا وہ امان میں نہیں ہے۔ اسے جیسے ہی خبر ملتی ۔ مدینہ والوں میں سے کسی کے گھر میں کوئی عراقی ہے تو وہ اسے فوراً نکال دیتا تھا۔[1]

بنی امیہ کے کارندے کلیسا بناتے تھے،قرآن کو حفظ کرکے پڑھنا احمقوں کا کام سمجھتے تھے اور فرزدق شاعر کے قول کے مطابق مدینہ کے منارا اپنے کفر کی وجہ سے تباہ کر دیتے تھے،خانہ خدا کو آگ لگاتے تھے، پیغمبر اکرم(ص) کے آثار نیست و نابود کرتے تھے اور جہاں تک ہو سکتا تھا وہ دین کے احکامات کو تبدیل کرتے تھے لیکن اس کے باوجود خود کو خدا کا خلیفہ سمجھتے تھے اوروہ جو کچھ کہتے تھے قوم بھی بغیر سوچے سمجھے اسے مان لیتی تھی!!

کیا ایسے لوگ مذہبی شعور رکھتے ہیں؟!

----

[1]۔ تاریخ یعقوبی: ج۲ص۲۴۶

چ تھا باب

د شمن کے دو بنیادی حربے

ا- مانوں میں تفرقہ سازی- ا وی اور عباسی دور میں زندیقی تحریک- جہمیہ-

ا وی دور میں معتزلہ- مرجئہ ، ا وی دور میں- بنی امیہ کے زمانے میں قدریہ،-جبریہ اور مرجئہ

مرجئہ اور قدریہ کے بارے میں رسول اکرم(ص) کی پیشگوئی- معاشرے میں مرجئہ کا کردار- بہشتی کافر!-

مرجئہ کی کلیسا اور عیسائیت سے ہماہنگی- مرجئہ کے فرقے- ابو حنیفہ اور مرجئہ-

مرجئہ اور شیعہ- مرجئہ اور شیعہ روایات- ا ویوں کے انحرافی عقائد میں یہودیوں اور عیسائیوں کا کردار

عقیدتی اختلافات مانوں و کو نابود کرنے کا اہم ذریعہ

ا وی دور میں عقلی علوم کی ترویج اور. خارجی کتابوں کا ترجمہ

مکتبی ابحاث، حکومت کی بقاء کا ذریعہ

۲- پیشگوئیوں کوچھپانا

الف: یہودی اور پیشگوئیوں کوچھپانا

ب:عیسائیت اور پیشگوئیوں کوچھپانا

برطانوی بادشاہ کا مان و ۱۰

نتیجہ بحث

۱۔ مسلمانوں میں تفرقہ سازی

جوافراد یہودیوں کی تاریخ سے آشنا ہیں اور انہیں اسلام کے آئین سے ان کی دشمنی کا علم ہے ،وہ جانتے ہیں کہ انہوں نے ہر ممکن طریقے سے اسلام کے خلاف مبارزہ آرائی کی ۔ ان کے پاس جو وسیلہ بھی تھاانھوں نے اس کے ذریعہ اسلام کا مقابلہ کیا تا کہ نہ صرف یہودی اور دوسرے تمام مذاہب کے درمیان ان کی ترقی کا راستہ روک سکیں بلکہ اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکیں اور اپنی ہر اری وئی سیاسی وفوجی طاقت کا سامان کر سکیں تا کہ غیر یہودی اقوام پر بھی اپنا حکم چلا سکیں!

اس قدرت طلبی کی بنیاد پر وہ مختلف مکر و فریب اور الٹی بازیوں کے مرتکب ہوئے تا کہ شاید ان کی دیرینہ خواہشات پوری وجائیں اور ان کے سینے میں وجود دشمنی کی آگ ٹھنڈی ہو جائے۔

ان کی ایک سازش (جسے وہ مناسب منصوبوں کے ساتھ انجام دیتے تھے) مسلمانوں کے درمیان عقیدتی تفرقہ پیدا کرنا تھا ۔

مسلمانوں میں مختلف فرقے بنانے میں عیسائیوں کا بھی ہاتھ تھا جو ان میں تفرقہ بازی اور عقیدتی اختلاف پیدا کرتے تھے۔

ان منصوبونسے یہودیوں کے دو اہم مقاصد تھے:

۱۔ اختلافات پیدا کرکے مسلمانوں میں تفرقہ بازی اور مختلف گروہ بنانے سے نہ صرف ان کے ہاتھوں سے طاقت چلی جائے گی بلکہ اس سلسلے میں مسلمان اصل دین اور اسلام کی بنیادمیں شک کرنے لگیں۔

لوگوں میں شک و شبہ پیدا کرنا ایک ایسا حربہ تھا کہ جسے یہودی نہ صرف ابتدائے اسلام ہی سے نہیں بلکہ ظہوراسلام اور پیغمبر اکرم(ص) کی بعثت سے پہلے بھی استعمال کرتے تھے تا کہ ظہور اسلام کے بعد لوگ اس میں شک و شبہ کریں بلکہ اسے شک کی نگاہوں سے دیکھیں۔

۲۔ اعتقادات میں اتحاد و یگانگت کو ختم کرکے انہوں نے نہ صرف مسلمانوں کے اتحاد کو برہم کر دیا بلکہ ان پر اپنا غلبہ پانے کا راستہ بھی ہموار کر لیا۔

امی اور عباسی دور میں زندیقی تحریک

کتاب"دولت عباسیان"میں لکھتے ہیں:زندیق اموی دور میں وجود میں آئے اور عباسیوں کے پہلے دور میں ان کی سرگرمیاں شدت اختیار کر گئیں۔

.....حقیقت میں زندیقیت مذہبی افکار کے قالب میں ایک سیاسی تحریک تھی جو اپنے پیروکاروں کو مانوی مذہب ،دینی اعتقاد کے مجموعے اور ان کی فکری میراث کی طرف دعوت دیتی تھی۔اس اعتبار سے یہ اسلامی میراث کی جاگزین عربی ہے۔اور کبھی فلسفی دعوت کے پیچھے سیاست چھپی ہوتی تھی کیونکہ زندیق نے فلسفہ کا لبادہ اوڑھ کرخود کو چھپایا ہوا تھا اوردر حقیقت بعض انقلابی پہلوؤں سے مجوس تھے کہ جن کا مقصد اسلامی حکومت کو نابود کرنا اور اس کی جگہ ایرانی حکومت کو لانا تھا۔

یہ واضح ہے کہ زندیق ایک مانوی تحریک تھی جس نے اسلامی فتوحات کے بعددوبارہ سے عراق اور ایران کے بہت سے علاقوں میں جگہ بنا لی۔اس رجحان کے انتشار کی وجہ مذہبی آزادی تھی کہ فتوحات کے بعد مختلف مذاہب کے پیروکاروں کو اس کا سامنا تھا اورجو معاشرے میں ایک طرح کے فکری و نظری اختلافات کا اختتام پذیر ہوا۔[1]

اس بناء پر کہ زندیقی ایک فرقہ کے عنوان سے اموی دور میں وجود میں آئے،اب چاہے اسے مانوی تحریک سمجھیں،یا مانوی و غیر مانوی تحریک سے اعم سمجھیں۔

جہمیہ

اہل سنت علماء نے "جہم بن صفوان" کے بارے میں جو کچھ کہا ہے،اس پر غور کرنے سے انسان حیرت زدہ ہو جاتا ہے کہ" جہم" کے فاسد اور دین مخالف افکار کے باوجود یہ اسے کس طرح مسلمان سمجھتے ہیں اورکس طرح اس کے فرقے کو اسلامی فرقوں میں سے ایک فرقہ سمجھتے ہیں؟! یہ کیوں اس بات پر غور نہیں کرتے کہ دین کی بنیادوں کو ہلا دینے والے اور انہیں جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والے افکار اور فاسد عقائد کس طرح مذہبی افکار و عقائد ہو سکتے ہیں؟!

----

[1] ۔ دولت عباسیان:۷۵

"جہم"واضح الفاظ میں کہتا تھا:ہر مسلمان باطنی طور پر مسلمان رہ سکتا ہے لیکن ظاہر میں عیسائیت و یہودیت کا اظہار کرے اور عیسائی یا یہودی کے عنوان سے اپنا تعارف کروائے!اور اس کا ایسا عمل اس کے دین کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا!

اس قول کی بنا پر ہر مسلمان اسلام سے دستبردار ہو کر ظاہری طور پر عیسائی یا یہودی ہو سکتا ہے اور صرف دل میں اسلام قبول کرنا ہی کافی ہے!

اس طرح"جہم"نے دوسرے باطل فرقوں میں اپنے عقائد کے پیروکاروں کا اضافہ کیا اور بہت سے افراد کو اپنے منحرف عقائد کی طرف جذب کیا۔

وہ کہتا تھا:ایمان کے لحاظ سے سب مؤمنین کا ایک ہی درجہ ہے حتیٰ پیغمبر اور ان کی امت بھی یکساں ہے۔انسان کوئی بھی عمل انجام دے چاہئے وہ کوئی برا کام یا گناہ ہو پھر بھی اس کے ایمان میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی چاہے سب مؤمنین کے اعمال مختلف ہوں لیکن ایمان کے لحاظ سے سب یکساں ہیں!

اس نے اپنے اس انحرافی عقیدے کے ذریعے لوگوں میں آزادی و گناہ کو فروغ دیا اور اس قول سے مسلمانوں کو گناہ،بے پردگی اور نیک کاموں سے دستبردار ہو جانے کی طرف راغب کیا!حقیقت میں اس نے دین کے نام پر دین کی جڑوں پر وار کیا۔

شہرستانی کہتے ہیں:[1]اپنے اس قول سے " جہم" معتزلہ پر بھی بازی لے گیاجو یہ کہتے ہیں: جسے معرفت حاصل ہو گئی اور پھر اس نے زبان کے ذریعے انکار کردیا تو اس نے اس انکار سے کوئی کفر نہیں کیا کیونکہ انکار کے ذریعے معرفت و شناخت ختم نہیں جائے گی اور وہ پہلے کی طرح مؤمن ہے۔ اس کی طرف نسبت دیتے ہیں کہ وہ ایمان کی تعریف میں بہت زیادہ خرافات کہتا تھا اور اسی پر ہی اکتفاء نہیں کرتا تھا کہ ایمان صرف باطنی تصدیق کا نام ہے بلکہ اس کا عقیدہ یہ تھا کہ جو بھی دل میں ایمان لائے اور بعد میں شرک کرے یا یہودیت و عیسائیت کا اظہار کرے تو یہ عمل اسے دائرہ ایمان سے خارج نہیں کرتا!

----

[1] ۔ الملل و النحل:۸۰۱، ملاحظہ کریں"مقالات الاسلامیین": ج۱ص۱۹۸

وہ کہتا تھا:[1] ایمان ایک قلبی معاہدہ ہے اور اگر مؤمن کسی تقیہ کے بغیر اپنی زبان سے کفر کا اعلان کرے ، بت پرستی کرے ، اسلامی سرزمین پر یہودیت وعیسائیت کا اقرار کرے،صلیب کی عبادت کرے اور اسلامی شہروں میں تثلیث کا پرچار کرے اور اسی حالت میں مر جائے تو وہ اسی طرح مؤمن ہے اور ایمان کامل کے ساتھ خداوند عزوجل کے پاس گیا اور وہ خدا کا دوست اور اہل جنت میں سے ہے!

اس نے مرجئہ کے اصحاب کو ان باتوں سے اپنی طرف کھینچ لیا ۔ ایمان میں نہ تو کوئی کمی واقع ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی اضافہ اور ایمان کے لحاظ سے سب مؤمن یکساں ہیں۔

وہ کہتا تھا:[2] ایمان پارہ پارہ نہیں ہو سکتا یعنی ایمان عہد و پیمان اور گفتار و کردار میں تقسیم نہیں ہو سکتا اور ایمان رکھنے میں مؤمنوں کو ایک دوسرے پر کوئی برتری نہیں ہے ،پیغمبروں اور امتوں کا ایمان یکساں ہے کیونکہ معارف کو ایک دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔

وہ انسان کے مجبور و بے اختیار ہونے میں جبریہ مذہب کی پیروی کرتا تھا۔

اشعری کہتا ہے:[3] یہ اعتقادات صرف ایک شخص "جہم" یک ہی منحصر نہیں ہیں بلکہ حقیقت میں کوئی انسان بھی کوئی عمل انجام نہیں دیتا مگر یہ کہ صرف خدائے وحدہ لاشریک ہی اس کا فاعل ہے اور لوگوں کے افعال کومجازی طور پر اسی کی طرف نسبت دی جاتی ہے۔جیسا کہ کہا جاتاہے:درخت نے حرکت کی،آسمان نے گردش کی، سورج غروب ہو گیا،اور درحقیقت یہ خداوند سبحان ہے جو درخت، آسمان اور سورج کے ساتھ یہ عمل انجام دے رہاہے۔

----

[1]۔ الفصل فی الملل والأھواء و النحل:ج۴ ص۲۰۴

[2]۔ الملل و النحل:ج۱ص۸۰، مقالات الاسلامیین: ج۱ص۱۹۸

[3]۔ مقالات الاسلامیین: ج۱ ص۳۱۲، الفرق بین الفرق:۱۲۸ ، الملل و النحل: ج۱ص۸۰

خدا نے رف انسان کو قوت دی ہے ۔ جس کی وجہ سے فعل انجام پا کے اور اس کے لئے فعل کو انجام دینے کا ارادہ و اختیار اگ سے خلق کیا ہے۔جیسا ۔ خدا نے طول کو خلق کیاہے اور آدمی اسی کے مطابق لمبا ہوتا ہے، رنگ کو خلق کیا ہے اور انسان اسی کے مطابق رنگ کو قبول کرتا ہے اور رنگین ہوتا ہے۔

وہ کہتا تھا:[1] ثواب وعذاب بھی جبر ہے ۔جس طرح تمام افعال جبر کی وجہ سے ہیں اور جہاں بھی جبر ثابت ہو جائے وہاں تکلیف بھی جبر ہو گی۔ [2]

اموی دور میں معتزلہ

بغدادی کتاب"الفرق بین الفرق "میں لکھتے ہیں: ایک دفعہ حسن بصری اور واصل بن عطاء غزال کے درمیان تقریر اور دومنزلوں کے درمیان منزلت یعنی ایمان و کفر کے درمیان واسطے کے بارے میں اختلاف ہو گیا اور عمرو بن عبید بھی اس بدعت میں اس کے ساتھ تھا۔

حسن نے اسے اپنی مجلس سے نکال دیا اور وہ بھی بصرہ کے ایک ستون کے ساتھ گوشہ نشین ہو گیا ،اور پھر انہیں اور ان کے پیروکاروں کو معتزلہ کا نام دے دیا کیونکہ انہوں نے دوسروں کے عقیدے سے عُزلت اختیار کر لی تھی (یعنی وہ دوسروں کے عقائد سے گوشہ نشین ہو چکے تھے) اور ان کا یہ دعویٰ تھا کہ مسلمانوں میں سے جو بھی فاسق ہو جائے ، وہ نہ تو مؤمن ہے اور نہ ہی کافر۔

"براون"معتزلہ کی پیدائش کے بارے میں کہتے ہیں:معتزلہ کی پیدائش اور ان کی وجہ تسمیہ کے بارے میں جوہم تک جو معلومات پہنچی ہیں وہ یہ ہیں کہ واصل بن عطا غزال (جو کہ پارسی نژاد تھا) کا اپنے استاد کے ساتھ گناہگار مؤمن کے بارے میں اختلاف ہو گیا کہ کیا پھر بھی وہ مؤمن ہے۔یا نہیں؟

----

[1]۔ الملل والنحل: ج۱ص۸۰

[2]۔ مرجئۃ و جہمیہ در خراسان اموی:۷۹

واصل، کہتا تھا: ایسے کسی شخص کو مؤمن، یا کافر نہیں کہا جاسکتا بلکہ اسے ایمان و کفر کی درمیانی منزل میں قرار دینا چاہئے۔

واصل نے مسجد بصرہ کے ایک گوشہ میں اپنا ٹھکانہ بنا لیا جہاں وہ لوگوں کے لئے اپنے عقیدے کی تشریح و وضاحت کرتا تھا اور حسن بصری اپنے اطرافیوں سے کہتا تھا: واصل نے ہم سے کنارہ کشی اختیار کی ہے اس وجہ سے واصل کے دشمنوں نے اسے اور اس کے پیروکاروں کو معتزلہ کا نام دیا۔

"دوزی" کے قول کے مطابق حاصل ہونے والی معلومات سے پتہ چلتا ہے کہ یہ گروہ عراق، یا قدیم بابل میں وجود میں آیا ہے۔ جہاں سامی اور ایرانی نژاد کا آمنا سامنا ہوا اور ایک دوسرے کے ساتھ ملحق ہوگئے اور ایک مدت کے بعد علوم کا قبلہ بن گئے اور ایک عرصہ کے بعد ہی وہ عباسی حکومت کا مرکز شمار کیا جانے لگا۔

"فون کریمر" کے مطابق معتزلہ مذہب دمشق میں رومی مذہبی پیشواؤں کے نفوذ اور بالخصوص یحیٰ دمشقی اور اس کے شاگرد "تئودور ابوقرّہ" کی ذریعے وجود میں آیا۔ اس گروہ کا دوسرا نام قدریہ ہے جو ان کے عقیدے پر واضح دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ انسان کے ارادے کو آزاد سمجھتے ہیں اور نیز یہ اس حدیث سے بھی مربوط ہے جو انہوں نے قول پیغمبر (ص) سے اخذ کی ہے۔ قدریہ اس امت کے مجوس ہیں۔ کیونکہ یہ گروہ جیسا کہ "اشتنر" کہتا ہے، شرّ کے وجود کو جائز سمجھتے ہیں اور انہوں نے ایک دوسرا قاعدہ وضع کیا کہ جو انسان اور خدا کے ارادے کے درمیان ضدّیت پر مبنی تھا۔[1]

مرجئہ، اموی دور میں

مرجعہ کی تبلیغ کرنا مسلمانوں کو اسلام سے دستبردار کرنے اور انہیں واپس پلٹانے اور انہیں یہودیت و عیسائیت کی طرف لے جانے کے لئے بہت مؤثر سازش تھی۔

لوگوں کی مکتب مرجئہ کی طرف دلچسپی سے اموی اپنی حکومت کو جاری رکھ سکے کیونکہ مرجئہ کے عقیدے کی رو سے بنی امیہ کسی بھی غلطی اور گناہ کے مرتکب ہو سکتے تھے اور کوئی ان سے مقابلے کے لئے بھی کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔

----

[1]۔ تاریخ سیاسی اسلام: (ڈاکٹر حسن بن ابراہیم حسن): ج۱ص۴۱۳

دوسرا بہت ہی اہم نکتہ یہ ہے ، عقیدہ مرجئہ کے رواج پانے سے بنی امیہ نے اپنی حکومت کو جاری رکھنے کے علاوہ ابو سفیان اور معاویہ سے وراثت میں ملنے والے اسلام کے خلاف بغض و کینہ سے بھی استفادہ کیا اور اسلام کے نام پر مرجئہ گری کے لباس میں لوگوں کو اسلام سے دور کیا اور یہودیت و عیسائیت اور کفر کی کھینچا۔

ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن نے یہ حقائق اپنی کتاب میں لکھے ہیں۔وہ "تاریخ سیاسی اسلام"میں لکھتے ہیں:

اسلام کی پہلی صدی کے دوسرے حصہ میں فرقہ مرجئہ بنی امیہ کے دالحکومت دمشق میں مسیحی عوامل کے نفوذ سے وجود میں آیا۔

مرجئہ کی وجہ تسمیہ: کلمہ مرجعہ "ارجاء" سے لیا گیا ہے جس کے معنی ہیں تاخیر ۔اس گروہ کا نام مرجئہ اس وجہ سے پڑھ گیا کہ مسلمان گناہگاروں کے بارے میں ان کا کوئی حکم نہیں تھا اور وہ ان کے حکم کو روز حساب پر موقوف کرتے تھے اور کسی بھی مسلمان کو اس کے کئے گئے گناہ کی وجہ سے محکوم نہیں کرتے تھے۔لیکن"فاب فلوتن"کے بقول مرجئہ کا نام اس آیت سے اخذ کیا گیا ہے:

(وَآخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللّٰہِ مَّا یُعَذِّبُھُمْ وَ ِمَّا یَتُوبُ عَلَیْہِمْ وَاللّٰہُ عَلِیْم حَکِیْم)[1]

اور کچھ ایسے بھی ہیں جنہیں حکم خدا کی امید پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ یا خدا ان پر عذاب کرے گا یا ان کی توبہ کو قبول کرلے گا وہ بڑا جاننے والا اور صاحبِ حکمت ہے ۔

اس بناء پر کلمہ مرجعہ "ارجاء" سے مشتق ہوا ہے جس کے معنی امید پیدا کرنا ہیں۔[2] کیونکہ مرجئہ کہتے تھے کہ ایمان کے ہوتے ہوئے گناہ کوئی نقصان نہیں پہنچاتا جس طرح کفر کے ہوتے ہوئے اطاعت کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

----

[1]۔ سورہ توبہ، آیت:۱۰۶

[۲] ۔ مرجئہ کا معنی امید پیدا کرنا نہیں ہے بلکہ ان کے اس عقیدہ "گناہگاروں کے بارے میں حکم کرنے میں تاخیر"کی وجہ سے ہے۔

مرجئہ کا اصلی و بنیادی عقیدہ یہ تھا ۔ جو بھی اسلام قبول کرتا ہے خدا کی وحدنیت اور پیغمبر(ص) کی نبوت کی گواہی دیتا ہے،وہ جس گناہ کا بھی مرتکب ہو اسے کافر قرار نہیں دینا چاہئے بلکہ اس کا انجام خدا پر چھوڑ دیں۔ "جہم بن صوفان"مرجئہ کے ان پیشواؤں میں سے ایک ہے جو اس بارے میں افراط کرتا تھا اور اس کا خیال تھا ۔ ایمان ،قلبی عقیدہ ہے اور جو بھی اس کا معتقد ہو وہ مؤمن ہے؛اگرچہ وہ بغیر کسی تقیہ کے اپنی زبان سے کفر کا اعلان کرے بت پرستی کرے ،اسلامی شہروں میں یہودی و عیسائی دین کا پرچار کرے،صلیب کی عبادت کرے اورتثلیث کی باتیں کرے اور اسی حالت میں مر جائے توایسا شخص خدا کے نزدیک مؤمن اور خدا کا دوست ہے اور اہل جنت میں سے ہے! "

جہم"معتقد تھا ۔ صحیح اسلام و ایمان ایک ہی ہے۔یہ طبیعی ہے ۔ اس عقیدہ کے پیروکار اسلام کے عملی واجبات کی تحقیر کرتے تھے اور دوسرے لوگوں کے بارے میں ان کی ذمہ داریوں کو قرآن کے مقرر کردہ واجبات سے برتر سمجھتے تھے۔ حقیقت میں یہ گروہ بنی امیہ کی حکومت سے راضی اور شیعوں اور خوارج کے مخالف تھے۔اس کے باوجود اپنے عقائد میں اہلسنت کے ساتھ ایک حد تک وابستہ تھے ۔لیکن جیسا ۔ "فون کریمر"کا کہنا ہے ۔ ان کے عقائد میں ایک حد تک نرمی تھی کیونکہ وہ کہتے تھے مؤمن ہمیشہ جہنم میں نہیں رہے گا۔کلی طور پر مرجئہ عمل سے زیادہ عقیدے کو اہمیت دیتے تھے۔ مرجئہ کے عقائد اموی درباریوں اور ان کے طرفداروں کے عقائد سے وابستہ تھے ،اس طرح ۔ کوئی شیعہ اور خوارج ان کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا تھا۔عیسائی اور دوسرے غیر مسلم لوگوں کی ان کے نزدیک اہمیت تھی اوراسے اہم منصب سونپنے لگے۔یہ عیسائی اپنے مقاصد و منافع کے پابند ، زمانے کے تقاضوں سے ہماہنگ اور وقت کے رخ پر چلنے والے تھے۔

(۱)

بنی امیہ کے زمانے میں قدریہ، جبریہ اور مرجئہ

کتاب "تاریخ تحلیلی اسلام"میں لکھتے ہیں: اموی حکومت کے دور میں صدی کے دوسرے نصف حصے میں دین کے اعتقادی مسائل سے متعلق فکری تحریکیں وجود میں آئیں جن کا مرکز غالباً عراق تھا۔اس کی وجہ یہ ہے ۔ عراق کے بعض شہروں (جن میں سے ایک کوفہ ہے) میں مختلف فلسفی اور دینی عقائد و افکار تھے۔ان میں جو پہلی بحث ہوئی وہ یہ تھی ۔ کیا لوگ اپنے اعمال میں مختار ہیں یا مجبور؟ان دو طرح کے افکار کے طرفداروں کو قدریہ و جبریہ کا نام دیا گیا۔

----

[۱]۔ تاریخ سیاسی اسلام: (ڈاکٹر حسن بن ابراہیم حسن): ج ا ص۴۰۹

جنگ صفین کے بعد مانوں میں اس کے آغاز کے آثار ملتے ہیں ۔ کسی نے امیرالمؤمنین علی علیہ السلام سے پوچھا:کیا ہم اپنے ارادہ و اختیار سے اس جنگ میں گئے،یا ہم مجبور تھے؟

اس کے بعد ہر گروہ نے اپنے عقائد کی تائید اور دوسرے کے عقائد کی مخالفت میں احادیث سے استناد کیا۔

امویوں کے دور حکومت میں ایک دوسرے مکتب کی تاسیس ہوئی جسے "مرجئہ" کا نام دیا گیا۔ امویوں نے اس گروہ سے اپنے مظالم کی توجیہات کے لئے استفادہ کیا ۔ جیسا کہ ہم نے کہا کہ خوارج کا ایک گروہ،گناہان کبیرہ کے مرتکب افراد کو ہمیشہ کے لئے جہنمی سمجھتا تھا اور ان کے مقابلے میں "مرجئہ" کہتے تھے:ان کا فیصلہ خدا پر چھوڑ دینا چاہئے۔ ان کا عذر یہ تھا کہ اگر اس بارے میں سختی کی جائے تو مان تفرقہ کا شکار ہو جائیں گے۔ ایسے طرز تفکر سے انھوں نے معاویہ اور دوسرے اموی خلفاء کی تائید کی کہ جو کوفہ، بصرہ اور دوسرے شہروں میں مختلف نیک و پارسا افراد کو قتل کر رہے تھے۔ مرجئہ نے اپنی فکر کی بنیاد اس آیت کو قرار دیا: (وَآخَرُونَ مُرْجَوْنَ لِأَمْرِ اللّهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَاللّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ)[1]

جبریہ، قدریہ اور مرجئہ کے تفکرات کی جنگ سے"معتزلہ" کے نام سے ایک معتدل فکری مکتب وجود میں آیا۔کہتے ہیں: اس طرز تفکر کے وجود میں آنے کی وجہ یہ تھی کہ حسن بصری،گناہان کبیرہ انجام دینے والے شخص کو کافر سمجھتا تھا ۔ لیکن اس کے شاگردوں میں سے "واصل بن عطا"کا اس سے مختلف نظریہ تھا اور وہ کہتا تھا: ایسا شخص کفر و ایمان کی درمیانی منزل پر ہو گا۔

کہتے ہیں:جب واصل بن عطا اپنے استاد سے الگ ہو گیا تو حسن نے کہا:"اعتزل منا"اس نے ہم سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ کے بارے میں دوسرے نظریات بھی ہیں۔[2]

----

[1] ۔ سورہ توبہ، آیت :۱۰۶"اور کچھ ایسے بھی ہیں جنہیں حکم خدا کی امید پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ یا خدا ان پر عذاب کرے گا،یا ان کی توبہ کو قبول کرلے گا وہ بڑا جاننے والا اور صاحبِ حکمت ہے "۔

[۲] ۔ تاریخ تحلیلی اسلام:۲۲۸

مرجئہ اور قدریہ کے بارے میں رسول اکرم(ص) کی پیشن گوئی

پیغمبر اکرم(ص) جو مستقبل اور مستقبل کے لوگوں سے باخبر تھے انہوں نے خیانت کاروں (جو آنحضرت کے بعد لوگوں میں تفرقہ پیدا کرتے) کی سازشوں کو روکنے کے لئے لوگوں کو ان پر نازل ہونے والی بلاؤں سے آگاہ کر دیا اور اپنے ہدایت کرنے والے ارشادات سے لوگوں آئندہ کے شوم خطرناک، مختلف مکاتب فکر اور گمراہ کرنے والے فرقوں سے باخبر کیا۔ تاکہ لوگ ان فرقوں سے دھوکا نہ کھائیں۔ صرف قرآن و عترت سے وابستہ رہیں بلکہ ظالم حکومت کے طغیان کو لگام ڈال سکیں اور ان پر قابو پا سکیں۔لیکن افسوس کہ لوگوں نے پیغمبر اکرم(ص) کی رہنمائی کو ان دیکھا کر دیا اور ہر ایک گروہ اگ سمت میں بھاگنے لگا اور بنی امیہ کے حاکم اپنے من پسند طریقے سے حکومت کرنے لگے۔

اب ہم یہاں رسول خدا(ص) کی راہنمائی کے چند نمونے بیان کرتے ہیں:

جس طرح رسول خدا(ص) نے لوگوں کو اموی سے خبردار کیا تھا اور ولید کو ظالموں کے پلڑے میں قرار دیا اور اسے انہی کا ساتھی شمار کیاتھا، اس سے پہلے کہ لوگ قدریہ اور مرجئہ کے بارے میں کوئی چیز جانتے آپ نے ان کی مذمت کی اور آئندہ صدیوں اور بالخصوص پہلی صدی کے لئے حجت تمام کر دی اور فرمایا:میری امت میں سے دو گروہوں کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں ہے:مرجئہ اور قدریہ۔[1] نیز فرمایا:قدر (یعنی قدری گری) سے ڈرو کہ جو عیسائیت کی ایک شاخ ہے۔[2]

اسی طرح فرمایا:خدا نے ستر پیغمبروں کی زبان سے میری امت کے دو گروہوں پر لعنت کی ہے: قدریہ اور مرجئہ کہ جو کہتے ہیں کہ ایمان صرف اقرار ہے اور اس میں عمل کا کوئی دخل نہیں ہے۔[3]

----

[1]۔ کنزالعمال:ج۱ص۱۸۸، بخاری کی اپنی تاریخ میں، نسائی، ابن ماجہ، خطیب اور طبرانی کی روایت ۔

[2]۔ کنزالعمال: ج۱ص۱۱۹، ابن عاصم،طبرانی اور ابن عدی کی روایت۔

[3]۔ کنزالعمال:ج۴ص۱۳۵، دیلمی کی حزیفہ اور حاکم کی ابوامامہ کی روایت۔

اسی طرح ایمان و اسلام کے بارے میں فرمایا:ایمان،عمل اور زبان سے جب کہ ہجرت جان اور مال سے ہے۔[1]

۵۔نیز فرمایا:ایمان خواہش اور وہ خود خواہی نہیں ہے بلکہ یہ ایسی چیز ہے جودل میں قرار پاتی ہے اور عمل اس کی تصدیق کرتا ہے۔[2]

۶۔اسی طرح فرمایا:ایمان اور عمل دو ایسے شریک بھائی ہیں کہ جو ایک رسی سے بندے ہوئے ہیں اور خدا ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے کے بغیر قبول نہیں کرتا۔[3]

۷۔نیز فرمایا:تم میں سے کوئی بھی ایمان نہیں لایا مگر یہ کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد،اس کے والدین اورتمام لوگوں سے زیادہ عزیز ہوں۔[4]

۸۔نیز آپ نے فرمایا:ایمان کے بغیر کوئی عمل اور عمل کے بغیر کوئی ایمان قبول نہیں ہو گا۔[5]

اسی طرح فرمایا:ایمان سے بندہ استوار نہیں ہو گا مگر یہ کہ اس کا دل استوار ہو اور اس کا دل استوار نہیں ہو گا مگر یہ کہ اس کی زبان استوار ہو اور وہ جنت میں داخل نہیں ہو گا مگر یہ کہ اس کا پڑوسی اس کے نقصان سے محفوظ رہے۔[7][6]

----

[1]۔ کنزالعمال: ج۱ص۲۴، عبدالخالق بن زاہر کی اپنی اربعین میں روایت۔

[2]۔ کنزالعمال:۲۵، ابن نجار کی روایت۔

[3]۔ کنزالعمال:۳۶، ابن شاہین کی روایت۔

[4]۔ کنزالعمال:۳۷، احمد، بیہقی، نسائی اور ابن ماجہ کی روایت۔

[5]۔ کنزالعمال:۶۸ ، طبرانی کی روایت۔

[6]۔ مجمع ازوائد:ج ۱ص۵۳، احمد کی روایت۔

[7]۔ ازژرفای فتنہ ھا: ج ۲ص۴۸۴

معاشرے میں مرجئہ کا کردار

گمراہ کرنے والے اشعار،شراب نوشی اورجنسی برائیاں ایسے امور تھے جوفکر کو گمراہ کرنے والے مرجئہ جیسے فرقے کے رواج پانے کے نتیجے میں لوگوں میں پھیلے۔

نوجوان بلند اہداف و مقاصد کی جستجو کرنے کی بجائے عشق و عاشقی کی طرف مائل ہو گئے اور دین و دینداری سے دور ہو گئے۔زندگی اور بے دینی رواج پا گئی اور لوگ خدا اور رسول(ص) کو بھول گئے۔

مرجئہ کے پیشواؤں کا اس میں بنیادی کردار ہے اور انہوں نے دین کے نام پر لوگوں کو بے دینی کی طرف دعوت دی اور ان سے حیا و غیرت سلب کر لی اور اس کی جگہ بے شرمی تھما دی۔

مرجئہ کے عقیدے کی وجہ سے لوگ شرم کا احساس نہیں کرتے تھے اور ولید بھی عقیدہ جبر کی برکت سے شرم محسوس نہیں کرتا تھا۔بہت سے جوان موسیقی،بیہودہ اشعاراور عیاشی میں لگ گئے اور انہوں نے اپنا سارا مال اسی عیش و عشرت کی زندگی میں تباہ کر دیا تھا۔

ڈاکٹر خلیف لکھتے ہیں:عیاش لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئے تھے، موسیقی کی محفلیں منعقد ہوتی تھیں جس میں بہت سی اداکارائیں شرکت کرتی تھیں،جس میں متعدد عیاش اور بے شرم گروہ برہنہ رقص کرتے تھے اور جس میں اموی و عباسی بھی شرکت کرتے تھے تاکہ دوسروں کو ذلت محسوس ہو۔

یہی ذلت جس نے ان کی طرف ہاتھ پھیلائے اور نئے آنے والوں اور اس کی طلب کرنے والوںکو آغوش میں لے لیا اور انہیں تاریک کھائی میں پھینک دیااور پروانوں کی طرح آگ کی طرف بڑھنے والے جوانوں کو نگل لیا ۔ جس قدر اس کھائی کا اندھیرا زیادہ ہو گیا اتنا ہی اس میں گرنے والوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا۔ اس طرح ان کی مستی اور لہو و لعب کو ایک دوسرے سے پیوست کرنے اور ان کی عیاشی کو ان سے جوڑنے والے شاعروں نے گمراہی کا انتظام کیا؛جو سب کے سب فاسق ،عیاش اور شراب سے مست تھے۔اس لہو لعب اور عیاش مکتب نے عورتوں اور مردوں کی صفوں میں عاشقانہ اشعار پڑھنے کی راہ بھی ہموار کی۔

اس مکتب میں رومانوی افسانے پڑھنا ،عشق و عاشقی کے نغمہ۔گانا عام تھا۔ اس مکتب کے نتیجے میں اسلامی معاشرے میں کنیزوں اور گانے والی عورتوں میں اضافہ ہوا اور اس مکتب کے کندھوں پر ہی زندقیت پھیلی جس نے اپنی بنیادوں کو مضبوط بنایا اور دیر کے اشعار رائج ہو گئے۔[1] ولید بن عقبہ (اپنے عیسائی دوست ابوزبید نصرانی کے ساتھ)وہ پہلا شخص تھا ، جس نے عثمان بن عفان کے زمانے میں اس کام کے لئے زمین ہموار کی اور ان کے لئے وسائل فراہم کئے۔دیر کے اشعار اور گانے والی کنیزوں کے ساتھ اموی حکومت نے اپنے آخری دن گزارے اور پھر یہ سماجی آفت عباسی حکومت کے سپرد کر دی۔اس حکومت میں بھی غلاموں کی تعداد بڑھی۔ مختلف اقوام، ثقافت، تمدن اور مختلف مذاہب سے کنیزیں اور غلام بچے فراہم ہوئے اور یہ نکتہ حاکموں اور ان کے بیٹوں پر اثرانداز ہوا یہاں تک کہ ان کے محلوں کی اکثر کنیزیں ایسی تھیں جنہوں نے گلے میں صلیب آویزاں کی ہوتی تھی۔ [2][3]

بہشتی کافر!

بعض مؤرخین نے وضاحت کی ہے ، خدا اور اس کے رسول پر ایمان اسلام کی شرط ہے۔اگرچہ انسان ظاہری طور پر کفرگوئی کریا یہودیت و عیسائیت کا اظہار کرے۔ بعض نے (جیسے "ابن حزم")مرجئہ کے عقیدے کے بارے میں مزید یہ کہا ہے:اگر کوئی اپنے دل میں خدا اور اس کے رسول کا معتقد ہو اگرچہ ظاہراً یہودی،یا عیسائی ہو تو وہ نہ صرف حقیقت میں مسلمان ہے بلکہ خدا کے اولیاء اور اہل بہشت میں سے ہے! اس عقیدے کی بنا پر تمام اموی حاکم بھی خدا کے اولیاء اور جنتی ہیں!کیونکہ وہ بعض لوگوں کو اجرت دیتے تھے ، فرقۂ مرجئہ کی تبلیغ کریں تا ، لوگ ان کا شمار اولیاء خدا میں سے کریں،چاہے وہ سب سے شرمناک کے مرتکب ہی کیوں نہ ہوئے ہوں۔

----

[1]۔ حیاۃ الشعر فی الکوفۃ: ۳۳ ۶ اور ۳۴ ۶

[2]۔ العصر العباسی الاول:۲۱

[3]۔ ازشرفای فتنہ ھا:ج ۲ ص ۴۹۴

کہ تاب"شیعہ در مقابل معتزہ و اشاعرہ "میں لکھتے ہیں: اس میں شک نہیں ہے ، مرجئہ اوی دور حکومت کے وسطی زمانے میں وجود میں آئے اور انہوں نے اسلامی محافل میں ان افکار کو پھیلانے کے لئے اپنی سرگرمیاں شروع کیں اور اوی حکمرانوں نے بھی ان افکار کو پھیلانے میں ان کی مدد کی۔چونکہ مرجئہ انہیں ومن لکھتے تھے اور انہیں ہر چیز سے زیادہ اسی صفت کی ضرورت تھی خصوصاً ان حالات میں ، جب خوارج اویوں اور تمام صحابیوں کے کافر ونے پرزور دیتے تھے اور معتزہ یہ نظریہ پیش کرتے تھے ، اسلام عقیدے،تمام واجبات اور احکام پر ل کرنے پر مبنی ہے اور جو بھی ان پر ل نہ کرے تو وہ جہنم کا حقدار و گا اگرچہ وہ اسلام کے تمام اصول و ارکان کا معتقد ہی کیوں نہ و۔ اس بنا پر خوارج کے مطابق اوی کافر تھے،یا معتزہ جس چیز کا دعو کر رہے تھے اس کی رو سے ان کا ٹھکانا جہنم تھالیکن مرجئہ کی نظر میں یہ مؤمن تھے اورکثرت سے گناہ و منکرات انجام دینے کے باوجود وہ دائرہ ایمان سے خارج نہیں وئے بلکہ بعض مرجئہ اس چیز کے قائل تھے ، ایمان کے متحقق ونے کے لئے رف خدا اور پیغمبر (ص) پر ایمان لانے کی شرط ہے۔اگرچہ انسان زبان سے کفر کا اظہار کرے اور بتوں کی پوجا کرے اور اسلامی شہروں میں یہودیت اور عیسائیت کا پرچار کرے اور اس سے بڑھ کر ان کا یہ کہنا تھا ، اگر وہ اس حال میں مر جائے تو وہ اولیاء خدا اور اہل بہشت میں سے ہے![1] یہ طبیعی امر ہے ، ہم ایسے حکمرانوں کا شاہدہ کریں جنہوں نے اس تفکر کو وا دی اور اس کی حمایت کیونکہ وہ اسلامی فرقوں میں سے کسی فرقے کو قبول نہیں کرتے تھے ، جو انہیں ان صفات عطا کرے ، یہ رقّیسیوں کی صف میں آجائیں۔جو ان کی حکومت اور مانوں پر ان کے تسلّط کو جائز اور ان کے گناہوں کی انجام دہی میں زیادہ روی اور اسلامی تعلیمات و مقدسات کی بے احترامی کو صحیح قرار دے۔ تعجب کی بات یہ ہے ، اس زمانے میں ، جب عقائد کے سلسلے میں فکری کشمکش کی آگ بھڑک رہی تھی ، گناہگاروں اور گناہان کبیرہ کو انجام دینے کے بارے میں خوارج اور معتزہ کے آراء عام و چکے تھے تو یہی حکمران اس تفکّر کے فاتح تھے۔اور جب اس زمانے میں ان کے کفر اور ان کے جہنم کی آگ میں دائمی طور پر رہنے کے بارے میں فتویٰ دیا گیا تو ان کے لئے بہت آسان تھا ، وہ اپنے اعمال کی شروعیت کے لئے دانشور اور اصحاب و مبلغین حاصل کریں اور خریدیں۔[2]

----

[1]۔ فجر الاسلام:۲۳۳ اورابن حزم سے منقول: ج۴ ص۲۰۴

[2]۔ شیعہ دربرابر معتزہ و اشاعرہ:۱۴۹

مرجئہ کی کلیسا اور عیسائیت سے ہماہنگی

مرجئہ کے افکار کو پروان چڑھانے اور انہیں پھیلانے والوں میں سے جیہ ابن دمشقی کا نام لے سکتے ہیں جسے اموی حکومت کے دارالحکومت میں بڑی شہرت حاصل تھی۔جس زمانے میں لوگ ارجاء کی باتیں کرتے تھے وہ اس سے مربوط دینی ابحاث میں مصروف رہتا تھا۔[۱] بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ مرجئہ کے اصول اور شرقی کلیسا کی تعلیمات(جو ان کی طرف منسوب ہے)میں ہماہنگی وجود تھی۔[۲] یہ تو تھا مرجئہ کے پس پردہ ہاتھوں کا واقعہ۔اس واقعہ کی شرائط اور اس کے لئے راہ ہموار کرنے کے بارے میں ڈاکٹر خلیف کہتے ہیں:

امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے عمر بن عبدالعزیز کی خلافت تک کے دور میں مرجئہ گری کے رجحان میں شدت آ گئی۔اس میں یزید،مروان،عبدالملک ،ولید اور سلیمان بن عبدالملک کا دور شامل ہے۔اسی دور میں اس رجحان میں شدت آنا طبیعی تھا کیونکہ یہ اضطراب اور روحانی بے سکونی کا دور تھا جس میں چھوٹے سے شبہ اور تہمت کی وجہ سے لوگوں سے پوچھ تاچھ کی جاتی اور انہیں سزا دی جاتی تھی۔[۳]

مشہور ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد کوفہ میں حالات کافی سنگین ہو گئے تھے ، طاقتور قیام سامنے آئے اور اموی حکومت کو یہ پتہ چل گیا تھا کہ بغاوت کرنے والوں کا سخت خشونت اور سنگدلی سے مقابلہ نہ کرے تو یہ شہر اس کے ہاتھوں سے نکل جاے گا۔لہذا انہوں نے عبداللہ بن زیاد اور حجاج بن یوسف ثقفی جیسے اپنے ظالم ترین اور سرکش ترین افراد کو ان پر مسلط کر دیا جس کی وجہ سے کوفہ ایک ڈکٹیٹر شپ کے زیر سایہ آ گیا۔[۵]،[۴]

----

[۱]۔ حیاۃ الشعر فی الکوفۃ:۳۱۲

[۲]۔ حیاۃ الشعر فی الکوفۃ:۳۱۲

[۳]۔ حیاۃ الشعر فی الکوفۃ:۳۱۳

[۴]۔ حیاۃ الشعر فی الکوفۃ:۳۱۴

[۵]۔ از ژرفای فتنہ ھا:ج۲ص۴۷۹

یہ واضح ہے ۔ ا وی حکمرانوں میں سے یزید ب سے زیادہ خیانت کار تھا اور جو ظلم و ستم اس نے کیئے وہ بنی امیہ
میں سے کسی اور نے نہیں کئے۔حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت ،کعبہ کو آگ لگانا اور واقعہ حرّہ کے بعد بہت سے
مانوں پر یہ واضح و گیا ۔ بنی امیہ نہ رف رسول اکرم(ص) کے جانشین نہیں ہیں بلکہ دین اور آل رسول علیہم السلام کے
دشمن ہیں۔

لوگوں میں ونے والی باتوں اور سراٹھانے والی تحریکوں نے بنی امیہ کی حکومت کو خبردار کردیا اور انہیں خوف میں مبتلا کر دیا تھا
اس لئے انھوں نے پ ایسے منصوبے بنائے تھے تا ۔ لوگوں کوقابو میں کیا جا کے۔کوفہ اس طرح کی تبدیلیوں اور تحریکوں کا مرکز
تھا۔کوفہ میں ان تبدیلیوں کو چلنے کے لئے ابن زیاد اور حجاج جیسے ظالموں کو کوفہ کا گورنر بنا دیا گیا۔اسی طرح لوگوں کے اعتراضات کو
خاموش کرنے کے لئے مرجئہ گری کو ترویج دی گئی تا ۔ مختلف مناطق میں اس کی تبلیغ کرکے لوگوں کو مرجئہ عقائد کا معتقد
بنایا جائے۔

مرجئہ کے فرقے

جس طرح ا ویوں کی مدد سے فرقۂ مرجئہ کے پیروکاروں کی تعداد میں اضافہ وا اسی طرح خود ساختہ اختلافات کی وجہ سے
یہ چند فرقوں میں تقسیم وئے۔ان فرقوں میں سے ہر فرقہ عقیدے کے لحاظ سے دوسرے فرقہ سے مختلف تھا اور ان میں سے
ا ویوں اور ان جیسے دوسرے حکمرانوں کے لئے ب سے مناسب اور سازگار فرقہ "کرّامیہ" تھا۔

فرقۂ کرّامیہ مان ونے کے لئے نہ دین کے احکام پر ل کرنا ضروری سمجھتا تھا اور نہ ہی قلبی اعتقاد کو ضروری سمجھتا
تھا!اس بناء پر مان شخص بھی یہود و نصاریٰ کے اعمال انجام دے سکتا تھا چاہے ا نی طور پر مان ویا نہ و ۔مان ونے
کے لئے رف اتنا ہی کافی تھا ۔ زبان سے اسلام کے احکامات اور دستورات کا اقرار کرے پھر چاہے دل میں ان کی مخالفت کرے
اور چاہے ل کے اعتبار سے پنی زبان کے اقرار کے بر خلاف ہی ل کرے۔یہ ظاہر سی بات ہے ۔ اس طرح کے مان
ا وی حکمرانوں کے لئے بہت سازگار تھے۔

مرجئہ کے دوسرے فرقے بھی تھے ۔ممکن ہے ، ان میں ت۔رقہ بازی اور فرقہ بندی کی ایک فرقے میں طاقت کے تمرکز کی روک تھام کے لئے و اور یہ ظاہر سی بات ہے ، اگر طاقت و قدرت کی ایک گروہ ہی میں جمع ہو جائے اور وہ دوسرے کئی گروہوں میں تقسیم نہ ہو تو ممکن ہے ، حاکم قدرت کے لئے سردرد کا باعث بنے۔پس ہر گروہ میں ت۔رقہ حکام کے فائدے میں ہے۔

ابوالحسن اشعری نے مرجعہ کے بارہ فرقے ذکر کئے ہیں اور وہ ب اس پر متفق ہیں ، ایمان ، عقیدے والے ہی کا نام ہے اور ل حقیقتِ ایمان سے خارج ہے۔اس بارے میں رف فرقہ کرامیہ (محمد بن کرام کے پیروکار)نے ان کی مخالفت کی ہے اگرچہ ان کا عقیدہ ہے ، ایمان رف زبان سے اقرار کرنے کا نام ہےاور ، ا نی و قلبی تصدیق ضروری نہیں ہے۔

اسی بناپر کہتے ہیں ، پیغمبر (ص) کے زمانے میں زندگی بسر کرنے والے منافقین حقیقت میں مؤمن تھے اگرچہ وہ دل سے ایمان نہیں لائے تھے !اسی طرح وہ ان سے انکار کرنے کو کفر قرار دیتے ہیں(!)[1]

لیکن اسفرائنی کی کتاب"التبصیر"میں ارجاء کے پیروکاراس تفصیل سے پانچ فرقوں میں تقسیم وئے ہیں:

۱۔ یونسیہ فرقہ:یہ یونس بن عون کے پیروکار ہیں۔یہ معتقد ہیں ، ایمان کا تعلق دل اور زبان سے ہے اور ان کی حقیقت خدا کی معرفت و محبت اور اس کے پیغمبروں کی کتابوں کی تصدیق کرنا ہے۔

۲۔ غسّانیہ:جو غسّان مرجئی کے پیروکار ہیں اور جن کا اعتقاد ہے ، ایمان رف خدا کے وجود اور اس کی محبت کا اقرارکرنا ہے لیکن اس میں اضافہ اور کمی و سکتی ہے۔

۳۔ ثوبیہ: ابو معاذ کے پیروکارا ور ان کا عقیدہ تھا ، ایمان ایک چیز ہے جو تمہیں کفر سے محفوظ رکھے۔

۴۔ثوبانیہ:یہ ابوثوبان مرجئی کے پیروکار تھے۔انہوں نے عقلی واجبات کو وجود خدا اور اس کے پیغمبروں سے بڑھا دیا اور جس چیز کو بھی عقل صحیح قرار دے اسے ایمان کے ارکان شمار کرتے ہیں۔

----

[۱] ۔ التعلیقة علی التبصیر فی الدین،اسفرائنی:۹۱،التعلیقة علی مقالات الاسلامیّین:۲۰۳

۵۔ مریسیہ:یہ بشیر مریسی کے پیروکار ہیں ۔ہم نے جو پہلے ذکر کیا اس کے علاوہ یہ تخلیق قرآن کا معتقد تھا۔

جو پہلے ذکر کیا گیا اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ مرجئہ اس پر متفق تھے کہ عمل،ایمان کے ارکان میں سے نہیں ہے۔اس طرح سے ان کی یہ کوشش تھی کہ خوارج کے سامنے ایمان کے معنی کو مرود و مشخص کریں کیونکہ خوارج گناہان کبیرہ انجام دینے والوں کو تو دور کی بات بلکہ یہ اپنے تمام مخالفین کو بھی کافر شمار کرتے تھے اور ان سب کو ایک طرف قرار دیتے تھے اور دوسرے مسلمانوں کو دوسری جانب۔

اسی طرح یہ معتزلہ سے مقابلے کے لئے بھی تھا کیونکہ وہ عمل کو ایمان کے ارکان میں سے شمار کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ گناہگار ہمیشہ کے لئے جہنم کی آگ میں رہیں گے۔خوارج (جنہوں نے ایمان کو اپنی جاگیر بنایا ہوا تھا اور معتزلہ کے مقابلے میں زبانی تصدیق کے علاوہ ارکان پر عمل کرنے کے بھی قائل تھے) کے مقابلے میں مرجئہ کے نظریات پیدا ہوئے۔ اس زمانے میں پھیلنے والے ان نظریات کی طرح ان میں بھی ارتقاء پیدا ہوا۔جیسے دوسرے نظریات کہ جو پہلے ایک تفکر کی صورت میں ظاہر ہوئے اورپھران میں جتنی بحث ہوتی اور جتنا وقت گزرتا ان میں اتنی ہی زیادہ وسعت آجاتی۔ خاص طور پر جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ مرجئہ کے آراء و نظریات بنیادی طور پر حکمرانوں کی مصلحت کے لئے کام کر رہے تھے اور اپنے منافع کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ اس کی تبلیغ و ترویج کے لئے مدد کرتے تھے۔اس رو سے ان میں سے بعض نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ انسان جب تک دل اور زبان سے خدا اور اس کے پیغمبروں پر ایمان رکھتا ہو اسے جہنم کی آگ میں عذاب نہیں دیا جائے گا چاہے وہ گناہ اور منکرات کو ہی انجام کیوں نہ دے!![2]

ابو حنیفہ اور مرجئہ

جس طرح مؤرخین اور مؤلفین فرق و مذاہب کی کتابوں میں ابوحنیفہ کو مرجئہ میں سے شمار کرتے ہیں کیونکہ اس کا یہ عقیدہ تھا کہ ایمان، زبان سے اقرار اور قلبی تصدیق کا نام ہے اور ایمان انہی دو سے تشکیل پاتا ہے اور اسلام و ایمان ایک دوسرے کا لازمہ ہیں۔

----

[۲] ۔ شیعہ دربرابر معتزلہ و اشاعرہ:۱۵۱

جہم بن صفوان اور اس میں ونے والے مناظرے (جیسے حلی کئے ںاب "مناقب ابی حنیفہ!" میں ذکر کیا ہے) میں ابو حنیفہ نے کہا ہے: اگر کوئی مرجائے جب ، وہ خدا اور اس کی صفات کو پہچانتا و اور خدا کو وحدہ لا شریک مانتا ولیکن زبان سے ان کا اقرار نہ کرے تو وہ کافر مرا اور وہ اہل دوزخ میں سے ہے۔ مؤمن اس وقت مؤمن ہے ، جس کی اسے معرفت ہے اس کا زبان سے اقرار کرے اور اس پر ایمان بھی رکھے۔

اس سے نقل وا ہے ، اس نے ایمان کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ دل سے تصدیق اور زبان سے اقرار کرے، اس لحاظ سے وہ خدااور لوگوں کے سامنے مؤمن شمار وگا۔

۲۔ دل سے تصدیق کرے لیکن تقیہ یا خوف کی وجہ سے زبان سے اقرار نہ کرے تو وہ خدا کے نزدیک تو مؤمن ہے لیکن لوگوں کی نظر میں مؤمن شمار نہیں و گا۔

۳۔ زبان سے اقرار کرے لیکن دل سے اس کی تصدیق نہ کرے۔ اس صورت میں وہ لوگوں کی نظر میں تو مؤمن ہے لیکن خدا کے نزدیک کافر ہے۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے ، انسان کے کامل ایمان کے لئے ضروری ہے ، وہ زبان سے اقرار کرے لیکن احکامات پر عمل کرنا صدق ایمان کی شرط نہیں ہے! اسی بنیاد پر ابو حنیفہ معتقد تھا ، ایمان کم یا زیادہ نہیں ہوتا اور ان دونوں موارد میں ایمان کی تو یف بے ورد ہے۔ لیکن اس میں جو فرق ہے وہ احکامات کو انجام دینے اور محرمات کو ترک کرنے میں ہے اور یہ اس وجہ سے ہے تا ، لوگوں میں فرق پیدا کیا جا کے اور برتری قرار دی جا کے ۔ لیکن ایمان کے لحاظ سے کسی کو دوسرے پر برتری حاصل نہیں ہے!۔[1]

----

[1]۔ شیعہ دربرابر معتزلہ و اشاعرہ: ۳۰۷

مرجئہ اور شیعہ

"مقالات تاریخی" کے دسویں شمارے میں لکھتے ہیں: ابوحنیفہ اور مؤمن الطاق میں ہونے والی بحثوں میں سے ایک" شیعہ و مرجئہ کی اصطلاح ایک دوسرے کے مدمقابل"ہے۔ابوحنیفہ نے مؤمن الطاق سے کہا:میں نے سنا ہے کہ تم شیعوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جب تم میں سے کوئی مرجائے تو تم اس کا بایاں ہاتھ توڑ دیتے ہو تاکہ قیامت کے دن اس کی کتاب اس کے دائیں ہاتھ میں تھمائی جائے۔ مؤمن الطاق نے کہا:یہ جھوٹ ہے۔لیکن میں نے بھی سنا ہے کہ جب تم میں سے کوئی مر جائے تو تم پانی کا ایک برتن اس کے مقعد میں رکھ دیتے ہو تاکہ اسے قیامت کے دن پیاس کا احساس نہ ہو!

ابو حنیفہ نے کہا:وہ بات تمہارے لئے جھوٹ کہی گئی تھی اور یہ جھوٹی بات ہمارے لئے بیان کی گئی ہے۔[1]

"محاسبۃ مع ابی حنیفۃ و المرجئۃ"کے نام سے مؤمن الطاق کی ایک کتاب ذکر ہوئی ہے۔[2]جیسا کہ"مناظرۃ الشیعی والمرجی فی اُصح علی الّنین و....."کے نام سے ابویحیٰ جرجانی کی بھی ایک کتاب تھی۔[3]ان دونوں کتابوں میں شیعی اصطلاح کو مرجئہ کے مدمقابل سنی کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔

قابل ذکر ہے کہ ابوحنیفہ کی زید بن علی کی حمایت اور پھرحضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے بارے میں ابوحنیفہ کا رویہ کچھ دوستانہ ہے۔اس کے علاوہ نقل ہوا ہے کہ ابوحنیفہ نے دشمنوں کے مقابلے میں حضرت علی علیہ السلام کے مقام کی تائید کی تھی اور انہیں باطل قرار دیا تھا۔اس نے تاکید کی تھی کہ اگر علی علیہ السلام نے جنگ نہ کی ہوتی تو ہمیں یہ پتہ نہ چلتا کہ باغیوں کے ساتھ کیسا سلوک کریں۔[4]اس آخری بات کی نسبت شافعی سے بھی دیتے ہیں۔

----

[1]۔رجال کشی:۱۹۰

[2]۔ رجال النجاشی:۳۲۶

[3]۔ رجال النجاشی:۲۵۴

[4]۔ عقود الجمان:۳۰۷

اس کے علاوہ حضرت علی علیہ السلام کے مخالفوں کے بارے میں مرجئہ سے کام لینے کے بارے میں اسکافی کے کلمات میں بھی شاہد وجود ہیں ، وہ لکھتے ہیں: "و منزلۃ المرجئۃ فی النّصب و التقصیر فی علیّ ،منزلۃ الیہود فی التقصیر و شتم عیسیٰ بن مریم "[1]
یہ بالکل ویسا ہی استعمال تھا جو شیعہ روایت میں وجود تھا۔وہ کہتے ہیں:ناصبی گری اور حضرت علی علیہ السلام کے حق میں کوتاہی کے سلسلے میں مرجئہ کا وہی مقام تھا جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دشنام دینے اور ان کے حق میں کوتاہی کے سلسلہ میں یہودیوں کا مقام تھا۔اسی طرح اسکافی ناصبی ،نابتہ اور مرجئہ کی اصطلاحات کو بھی ایک ردیف میں قرار دیتے ہیں۔[2]

احتمال ہے کہ نواصب کے لئے مرجئہ کی اصطلاح سے استفادہ کرنے کے لئے اہم ترین شاہد ایک شعر ہے جسے جاحظ اور مسعودی نے نقل کیا ہے۔ مسعودی کی روایت ہے کہ مامون نے ابراہیم بن مہدی کی مذمت کرنا چاہی کہ جو بغداد میں اس کے خلاف کھڑا ہوا تھااور تسنن کا علم بلند کئے ہوا تھا۔ علی بن محمد مختار ہاشمی نے اس کے لئے یہ شعر کہا:

اذ المرجّ سرّک أن تراہ   یموت لحینہ من قبل موتہ

فجدّد ندہ ذکریٰ علی   وصلّ علی النبیّ و آل بیتہ

اگر مرجئی کی موت سے پہلے اس کی موت دیکھنا چاہتے ہو ،تو ان کے سامنے حضرت علی علیہ السلام کا ذکر کرو اور پیغمبر (ص) اور ان کی اہلبیت علیہم السلام پر درود بھیجو۔[3]

جاحظ نے "العثمانیّۃ"میں بھی ایک طرح سے شیعہ و مرجئہ کو ایک دوسرے کے مدمقابل قرار دیا ہے۔[4][5]

----

[1]۔ المعیار والموازنۃ:۳۰

[2]۔ المعیار والموازنۃ:۳۰،۷۱

[3] ۔ مروج الذہب:۳،۴۱۷،۲۳، البیان والتبیین: ج۲،ص۱۴۹، تلخیص مجمع الآداب ابن فوطی، حرف کاف، حالات زندگی ش ۳۸ الفرق الاسلامیۃ فی شعر الاموی:۲۶۹ ، الکنی والالقاب:۳،۲۰۱، حیاۃ السیاسیۃ للامام الرضا علیہ السلام:۲۳۲

[4]۔ العثمانیّۃ:۲،۷

[5]۔ مقالات تاریخی(دسواں شمارہ):۸۵

اگر اسکافی کی یہ بات (مرجئہ حضرت علی علیہ السلام کے ایسے ہی دشمن تھے جیسے یہودی حضرت عیٰ علیہ السلام کے دشمن تھے) صحیح و تو پھریا یہ کہیں ۔ ابو حنیفہ مرجئہ میں سے نہیں تھا اور۔یا پھر یہ کہیں ۔ حضرت علی علیہ السلام کی حمایت اور آپ کے مخالفین کی مّ میں اس سے نقل ونے والی باتیں صحیح نہیں ہیں۔کیونکہ مرجئہ اگر۔ اصحابیوں کی رح کی ہی حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے دشمن وں تو اس کا بالکل احتمال نہیں ہے ۔ اگر ابوحنیفہ مرجئی تھا تو وہ آنحضرت کی حمایت و طرفداری کرے۔ بہ ہر حال مرجئہ کی حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام اور آپ کے شیعوں سے دشمنی ثابت ہے۔ اسی وجہ سے بنی امیہ مرجئہ کی طرفداری کرتے تھے ۔ لوگوں کے دلوں میں اہلبیت اطہار علیہم السلام کی مخالفت کا بیج بویا جائے جس کے نتیجہ میں وہ خاندان وحی علیہم السلام سے دور وجائیں۔بعض روایات میں مرجئہ کی اہلبیت علیہم السلام سے دشمنی کی تصریح وئی ہے۔

مرجئہ اور شیعہ روایات

شیعوں کے ائمہ علیہم السلام کی بہت سی روایات میں مرجئہ کی اصطلاح کو اہلسنت کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے اور اکثریہ حضرت علی علیہ السلام اور اہلبیت اطہار علیہم السلام کے مخالف معنی میں استمال وئے ہیں۔

حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت نقل وئی ہے ۔ آپ نے فرمایا:

أللّٰھمّ العن المرجئة؛فانّھم أعداؤنا فی الدنیا و الآخرة۔[1]

خداوندا مرجئہ پر لعنت فرما ۔ یہ دنیا و آخرت میں ہمارے دشمن ہیں۔

دوسری روایت میں حضرت امام صادق علیہ السلام نے قدریّہ و خوارج پر ایک بار اور مرجئہ پردو بار لعنت کی ہے۔راوی نے اس کا سبب پوچھا تو آنحضرت نے فرمایا: ان کے عقیدے کی بنیاد پر ہمارے قاتل مؤمن ہیں ۔اس بناء پر قیامت تک ان کا لباس ہمارے خون سے رنگین رہے گا۔[2]

----

[۱]۔ الکافی: ج۸ ص۲۷۶، بحلاانوار: ج۴۶ ص۲۹۱

[۲]۔ الکافی:ج۲ص۴۰۹

ایک اور روایت میں ا حاق بن حامد کاتب۔کہتا ہے:قم میں یکپڑے بیچنے والا ایک ش تھا جس کا مذ ب شیعہ تھا اور اس کا ایک شریک مرجئہ تھا۔ان کے۔پاس بہت ہی قیمت یکپرا ٓآیا۔شیعہ ش نے کہا:میں یہ یکپڑا اپنے ولا کے لئے لے کر جاؤں گا۔ مرجئی نے کہا:میں تمہارے ولا کو نہیں۔جانتا لیکن تم یکپڑے کے ساتھ جو۔کر۱ چاہتے و کرو۔جب اس نے وہ لباس امام۔ ۔ علیہ السلام یک پہنچایا تو آپ نے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا اور آدھا یکپڑا واپس کر دیا اور فرمایا:مجھے مرجئی کے مال کی ۔رورت نہیں ہے۔[۱]

پیغمبر اکرم(ص) نے جو یہ روایت ارشاد فرمائی :"میری امت کے دو گرو وں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے، ایک مرجئہ اور دوسرا قدریہ"یہ روایت حضرت امام علی بن وسی ارضا علیہما السلام سے بھی منسوب ہے اور ذکر وا ہے ۔ آنحضرت نے یہ حدیث حضرت ختمی المرتبت(ص) سے روایت کی ہے۔[۲] اسی طرح حضرت امام باقر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے ۔ آپ نے فرمایا: یہودیوں کی مرجئہ سے شباہت اور قدریہ کی نصاری سے شباہت ۔ں ہی ہے جیسے رات کو رات اور دن کو دن سے شباہت ہے۔[۳] ایک دوسری روایت میں آیا ہے ۔ ابوبصیر نے کہا:امام صادق علیہ السلام نے مجھ سے بصرہ کے لوگوں کے بارے میں پوچھا: میں نے عرض کیا:وہ مرجئی،قدری اور حروری ہیں۔ آنحضرت نے فرمایا:

لعن اللّٰہ تلک الملل الکافرۃ المشرکۃ التی لا تعبد اللّٰہ علی شیٔ۔[۴]

اسی طرح امام باقر علیہ السلام نے فرمایا: میں۔پانچ گرو وں سے بیزاری اختیار کرتا ہوں:مرجئہ،خوارج،قدریہ،شامی(بنی امیہ)اور ناصبی۔[۵]

----

[۱]۔ بحارالانوار:ج۵۱ص۳۴۰، از کمال الدین

[۲]۔ جامع الاخبار:۱۸۸

[۳]۔ جامع الاخبار:۱۸۹،بحارالانوار:ج۵ص۱۲۰

[۴]۔ الکافی:ج۲ص۴۰۹-۴۱۰

[۵]۔ مستدرک الوسائل:ج۱۲ص۳۱۷،بحارالانوار:ج۱۸ص۳۹۳

یہ اس چیز کی حکایت کر رہی ہیں ۔ اکثر وارد میں جب ائمہ اطہار علیہم السلام سے مرجئہ کے بارے میں کوئی حدیث نقل وئی تو ان کے ناصبی ونے کی خصلت پر ا رارکیا گیا ہے۔اگرچہ ممکن ہے ۔ کبھی مرجئہ کی نظر میں ایمان کی تعریف کی طرف بھی اشارہ وا و۔ حضرت امام صادق علیہ السلام سے ایک اور روایت میں ذکر واہے ۔ آپ نے فرمایا:

اپنے بچوں کو ابتداء ہی سے حدیث کی تعلیم دو اس سے پہلے ۔ اس بارے میں مرجئہ تم پر سبقت لے جائیں ۔[1]

ضیاء الدین سہروردی نے ایک دوسرا واقعہ یوں نقل کیاہے : حکایت کرتے ہیں ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے جعفر منصور کے سامنے کسی مرجئی شخص کے ساتھ مناظرہ کیا ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے بحث میں کہا ۔ ایک مرجئی کو پیغمبر اکرم(ص) کے پاس لایا گیا ۔ آنحضرت(ص) کے حکم پر اس کو قتل کر دیں!اس شخص نے جواب دیا:پیغمبر(ص) کے زمانے میں یہ مذہب نہیں تھا!امام صادق علیہ السلام نے فرمایا:جو چیز پیغمبر(ص) کے زمانے میں نہیں تھی ،تم وہ کہاں سے لے آئے؟![2]

سعد بن عبداللہ اشعری نے تیسری صدی کے آخر میں مرجئہ کو تاریخی لحاظ سے بالکل شیعوں کے برابر قرار دیا ہے اور یہ مرجئہ کے بارے میں شیعوں میں رائج اصطلاح کی پیروی کانتیجہ تھا۔ وہ لکھتا ہے:جب حضرت علی علیہ السلام قتل و گئے تو آپ کے بہت تھوڑے سے شیعوں اور پیغمبر اکرم(ص) کی رحلت کے بعد آپ کی امامت پر یقین رکھنے والے افرادکے علاوہ آپ کے اصحاب اورجو فرقے طلحہ،زبیر اور عائشہ کے ساتھ تھے۔وہ ب ایک و گئے اور انہوں نے معاویہ کا ساتھ دیا۔ معاویہ کے ہمراہ جانے والے افراد، حشویہ ،ملوک کے پیروکار اور ان کے یار و مدد گار شامل تھے ۔ زبردستی لط وتے تھے۔انہوں نے معاویہ کو قبول کیا اور ان ب کو مرجئہ کا نام دیا گیا۔[4][3]

----

[1] ۔ ج۶ص۴۷: بادروأولادکم بالحدیث قبل أن یسبقکم الیھم المرجئہ"، التھذیب شیخ طوسی: ج۸ ص۱۱۱، وسائل الشیعۃ:ج ۲۱ص۴۷۸ اور۴۴۲۷۔

[2]۔ آداب المریدین:۱۹۱-۱۹۲

[3]۔ المقالات و الفرق:۵

[4]۔ مقالات تاریخی (دسواں شمارہ):۸۷

امویوں کے انحرافی عقائد میں یہودیوں اور عیسائیوں کا کردار

اموی دور حکومت میں لوگوں کے دماغ میں فتنہ کی آندھیاں چلنے لگیں۔یہ وہی حکومت جس نے صاحبان علم سے جنگ کی اور جس نے بعثت پیغمبر(ص) کے زمانے کے مشرکوں کے عقائد کو نئے اور دلکش لباس میں پیش کیا۔علماء کا اتفاق ہے کہ اموی حکومت میں قدری گری زیادہ پھیلی اور امویوں نے اسے اپنی آغوش میں پروان چڑھایااور اس کی حمایت کی تاکہ یہ پلے بڑھے اور اس کی جڑیں مضبوط ہوں۔[1] انہوں نے خدا کی راہوں کو مسدود کرنے اور قضا و قدر جیسے افکار پیش کئے اور انہیں ترویج دی۔ ان کا مقصدیہ تھا کہ دنیا کو حیرت و سرگردانی اور فکری بے راہ روی میں مبتلا کریں۔اس کام کا نتیجہ شریعتوں کو مقدس نہ سمجھنا،اس کے قوانین کی پابندی نہ کرنا اورحرام اعمال کو انجام دینا تھا کہ جن سے آسمانی ادیان نے منع کیا ہے۔یہ تمام کج روی قضاء الٰہی کے بہانے سے انجام دی جا رہی تھی ۔ امویوں نے اس فکر کی پرورش کی اور پھیلایا تاکہ رسول اکرم(ص) کی زبان سے ان کے بارے میں جو کچھ صادر ہوا ہے ، اسے چھپا سکیں اور یہ بیان کر سکیں کہ حاکمیت اور ان کا اقتدار خدا کی مشیت و ارادے کا نتیجہ ہے۔ مسلمان ان کی اطاعت کرنے پر مجبور ہیں اور کسی بھی طرح کی سرکشی اور ان کے خلاف کوئی تحریک ،قضاء الٰہی کے خلاف سرکشی شمار کی جائے گی۔ جس نے سب سے پہلے جبر کو نئے انداز میں پیش کیا ،اس کے بارے شیخ محمد ابوزہرہ لکھتے ہیں:"کہتے ہیں کہ اکثر کا خیال ہے کہ جبری گری اموی دور کے آغاز میں پھیلی اور اس دور کے اختتام تک یہ ایک مکتب میں تبدیل ہو گئی۔کہتے ہیں کہ اس تفکّر کو سب سے پہلے رواج دینے والے یہودی تھے، جنہوں نے یہ افکار مسلمانوں کو سکھائے اورپھر ان کی نشر و اشاعت کی۔کہا جا سکتا ہے کہ سب سے پہلے جس مسلمان نے اس فکری تحریک کی طرف دعوت دی ،وہ جعد بن درہم تھا جس نے یہ افکار شام کے ایک یہودی سے سیکھے اورپھر اس نے بصرہ میں لوگوں میں اس کی ترویج شروع کر دی۔ پھر جہم بن صفوان نے یہ افکار جعد سے سیکھے"۔[2]

----

[1]۔ تاریخ المذاب الاسلامیّہ:۱۰۴-۱۱۱، تاریخ الفرق الاسلامیّہ:۲۶

[2]۔ تاریخ المذاب الاسلامیّہ:۱۰۴-۱۱۱، تاریخ الفرق الاسلامیّہ:۲۶

جہم رف۔جبر کے عقیدے کی ہی ترویج نہیں کر رہا تھا بلکہ جنت و دوزخ اور خدا سے ملاقات وغیرہ جیسے اپنے نظریات کی طرف بھی لوگوں کو دعوت دیتا تھا۔[1]اس طرح اہل کتاب سے جبر کے افکار سیکھنے کے بعد(جو ویوں کی سیاست سے سازگار تھے) اوی درخت کی شاخیں،اہل کتاب کے درخت کی شاخوں سے مل گئیں۔ ظاہر ہے ، شام اموی خلافت کا دارالحکومت اور مختلف مذاہب و نظریات کا پیروکار تھا۔اویوں نے مذاہب کے سربراوں سے سلسلۂ روابط رکھا وا تھا اور انہوں نے قیصر کے ساتھ معاہدہ کیاا تھا ، اپنی طاقت کی حفاظت کے لئے وقت پڑھنے پر مانوں کو قتل اور ان کی سرکوبی کریں۔اس معاہدہ کے دوران احبار اپنی مارت کو اونچاکرنے کے لئے اسلامی معاشرے میں رخنہ ڈال رہے تھے اور اوی بھی انہیں اپنے قریب کر رہے تھے۔تاریخی لحاظ سے یہ مطلب بھی قطعی ہے ، سرجون سیحی(جو معاویہ اور اس کے بعد یزید اور پھر مروان بن حکم[2]کا مشیر اور اوی حکومت کا راز دار تھا)جبریوں میں ب سے آگے تھا۔[3] اس بناء پر ب فرقوں کے علماء کے مطابق اموی حکومت نے جبری گری کو ترویج دینے اور اسے تقویت دینے کی سیاست اپنائی اور اسے اپنی سیاست کی بنیاد قرار دیا کیونکہ اس کی چادر میں اویوں کے کالے کرتوت پوشیدہ تھے اور ان کے منبر سے ان کے فقیہ ہر بند گلی سے بھی اپنے لئے راستہ نکال لیتے تھے۔ اگر ان سے پوچھا جاتا ، حضرت علی علیہ السلام سے جنگ کیوں کی؟ کیوں انہیں دشنام دیتے و؟کیوں حجر بن عدی کو قتل کیا؟ یااکثر کو معاویہ سے ملحق کیوں کیا اور استلحاق کی جاہلی سنت کو پھر سے کیوں زندہ کیا؟ یا امام حسین علیہ السلام کو کیوں قتل کیا؟ یاحرہ کے واقعہ میں کیوں مدینہ پر حملہ کیا اور اسے مال غنیمت کی طرح لوٹا اور مکہ پر کیونسنگ باری کی گئی؟کیوں خدا کے مال کو اپنا بازیچہ اور خدا کے بندوں کو اپنا بندہ بنایا؟ کیوں خدا کے دین وکر پا ل کیا اور نماز کو ضائع کیا؟ ان ب سوالوں اور دوسرے سوالوں کے جواب میں ان کا ایک ہی جواب ہوتا ، یہ ب خدا کی قضاو قدر کے مطابق تھا اور اس پر امت کا اجماع ہے اور اگر کوئی اس کی مخالفت کرتا ہے تو پھر وہ جانے اور تلوار جانے!

----

[۱]۔ تاریخ المذاہب الاسلامیہ:۱۰۶

[۲]۔ التنبیہ والاشراف:ج۱ص۲۸۵

[۳]۔ تاریخ الفرق الاسلامیہ:۶۹

عقیدتی اختلافات مسلمانوں کو برباد کرنے کا اہم ذریعہ

اموی حکومت نے سرکاری طور پر اپنے متقدمین کی سنت اور ان کے نقش قدم پر چلی۔ اہل کتاب نے بھی ان سے ایک قدم آگے بڑھایا جو ان کے باہمی تخریبی مقاصد میں سے تھا۔وہ جبری گری کے خلاف واقعات کی طرف تیزی سے بڑے اور انہوں نے امت وکو مزید فکری خوراک فراہم کرنے کی کوشش کی۔ ان کا اصل مقصد یہ تھا کہ مانوں کو مکمل طور پر دو متضاد وضوعات سے مربوط رکھا جائے جس سے وہ حیرت و سرگردانی میں دچار رہیں اور انہیں حقیقت (جو ان کے لئے ایک فطری نظام ہے) کی طرف قطعاً نہ آنے دیاجائے۔ قدری افکار کا اصل تفکر یہ تھا کہ انسان کے تمام اعمال و افعال اس کے ارادہ کا نتیجہ ہیں جو مکمل طور پر خداکے ارادے سے مستقل ہے۔[1] یہ عقائد مکمل طور پر جبری گری سے متعارض تھے حالانکہ جبریوں کا یہ خیال تھا کہ انسان پتھر یا کنکر کی طرح حوادث کی تند وتیز آندھیوں کا اسیر ہے اور اسے خود کوئی اختیار حاصل نہیں ہے۔جس کے نتیجہ میں وہ لوگوں کو حاکموں کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ان کا یہ دعویٰ تھا کہ تقدیر الٰہی ابتداء ہی سے ان کے لئے مقدر کر دی گئی ہے تا کہ وہ طاغوت کے محکوم ہی رہیں! بقول شاعر:"قلم قضا جس پر چلنا تھا چل گیا۔پس تمہاری طرف سے حرکت و سکون یکساں ہیں اور رزق و روزی کے حصول کے لئے تمہاری کوششیں ایک جنون ہے حالانکہ جنین کو رحم میں بھی روزی فراہم کی جاتی ہے۔[2] ٹھیک اسی زمانے میں کہ جب جبریوں نے ایسے افکار کی ترویج کی تو قدریوں نے بھی ان کے خط مقابل میں حرکت کی اور ان ہدف یہ تھا کہ لوگوں کو ان مسائل میں الجھا دیں۔ جھگڑوں کی آگ شعلہ ور کردیں اور ہر حال میں اس کا فائدہ اہل کتاب کو ہی پہنچ رہا تھا۔ جس نے سب سے پہلے قدر کا تذکرہ کیا اور اس تفکر کا بیج بویا ،اس کے بارے میں شیخ ابوزہرہ کہتے ہیں:جس نے سب سے پہلے قدر کے بارے میں بات کی ،وہ عراق کا ایک شخص تھا جو پہلے عیسائی تھااور پھر مسلمان ہو گیا اور اس کے بعددوبارہ عیسائی ہو گیا

----

[1]۔ تاریخ المذاہب الاسلامیہ:۱۱۱۔ تاریخ الفرق الاسلامیہ:۷۹

[2]۔ تاریخ الفرق الاسلامیہ:۸۱

معبد جہنی اور غیلان دمشقی نے بھی یہ افکار اسی سے ہی سیکھے تھے۔[۱]

ان افکار سے جو پ اویوں کے سیاسی منصوبوں ،ان کی خلافت اور خدا کے اسماء و صفات کے بارے میں سازگار تھا،وہ انہوں نے اخذ کیا اور پھر ان افکار کے پیروکاروں کو چلنے میں گ گئے ۔ ان واقعات میں پ لوگ قتل وئے اور پ لوگ بھاگ گئے ؛لیکن پھر بھی یہ مکتب ختم نہیں وا ۔ اس کے بعد بصرہ میں بہت سے فرقے باقی بچے اور پھیلے لیکن پ کے مطابق یہ فرقے ثنوی تفکرات اور دو قدرت(نور و ظلمت) کے عقائد میں تبدیل و گئے۔[۲][۳]

گذشتہ واقعات سے واضح ہو جاتا ہے رف عقیدتی و فکری اختلافات لوگوں میں تفرقہ پیدا کرنے ،انہیں ایک دوسرے سے جدا کرنے اور اموی حکومت کی بقاء کا باعث ہی نہیں بنے بلکہ انہیں اختلافات اور لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے بہت سے لوگ قتل بھی وئے۔

ظاہر ہے ایک دوسرے کے ہاتھوں مانوں کا قتل ہونا اور ان کے درمیان کینہ وحسد کی آگ بھڑکانا یہودیوں کا دیرینہ ہدف اور عیسائیوں کی بھی ہمیشہ سے یہی خواہش تھی۔

اگر رسول خدا(ص) کے زمانے میں دین کے دشمن مانوں سے جنگ کرتے تھے تو پہلے ان کی اپنی فوج کے سپاہی بھی مرتے تھے اور بعد میں وہ مانوں کو قتل کرتے تھے لیکن بنی امیہ کے زمانے میں لشکر کشی اور ان کے سپاہیوں کے قتل وئے بغیر ہی انہوں نے مانوں کو ایک دوسرے کی جان کا دشمن بنا دیا اور خود ایک طرف بیٹھ کر مانوں کے قتل و غارت کا تماشا دیکھتے رہے۔

یہود و نصاریٰ پ ایسے منصوبے بناتے تھے جن کی وجہ سے مان تفرقہ کے شکار و کر ایک دوسرے ہی کو قتل کریں اور یہودو نصاریٰ کے اس گھنونے منصوبے کو اموی عملی جامہ پہنا رہے تھے۔

----

[۱]۔ تاریخ المذاب الاسلامیہ:۱۱۲، تاریخ الفرق الاسلامیہ:۴۰

[۲]۔ تاریخ المذاب الاسلامیہ:۱۱۷

[۳]۔ از ژرفای فتنہ ھا: ج۲ص۴۷۲

امی دور میں عقلی علام کی ترویج اور.....

جیسا ، ہم نے کہا ، جہمیہ وغیرہ کے افکار کی ترویج،بنی امیہ کی حکومت کو جاری رکھنے،اسلام کے عقیدے سے لوٹنے اور کا-ر میں دلچسپي پیدا کرنے میں یہودیت و عیسائیت کا بہت اہم کردار تھا۔

بنی امیہ نے پنی حکومت کو مضبوط کرنے اور اپنے منصوبوں اور افکارو کو نافذ کرنے پر ہی اکتفاء نہیں کیا بلکہ گمراہ کن افکار کی ترویج دینے کے علاوہ لوگوں کو ان مسائل کی طرف کھینچنے کے لئے عقلی علوم کو عربی۔ ان میں منتقل کیا۔

ب سے پہلے خالد بن یزید نے یہ کام انجام دیا جس نے"مریانوس" نام کے ایک عیسائی کی مدد سے عقلی علوم کو عربی مما-ک میں داخل کیا ۔ اگرچہ بنی امیہ کے زمانے میں یہ کام پ زیادہ رواج نہیں پایا تھا لیکن بنی العباس اور ۔ بالخصوص م-ا ون نے اس کی بہت ترویج کی ۔

۔ "تاریخ سیاسی اسلام"میں لکھتے ہیں:عقلی علوم ا وی دورمیں رائج تھے ۔ فقط پ لوگ کیمیا میں مصروف تھے اور جدید نہیں ۔ انہوں نے یہود انہوں سے سیکھا و جنہیں دوہزار سال پہلے اس کا علم تھا۔

یہ نہیں کہہ سکتے ، عربوں نے شرق پر اسکندر کے حملے کے بعد یونانیوں سے طب سیکھی کیونکہ ا وی زمانے تک عرب-وں ک-و ی علوم کی کوئی۔خبر نہیں تھی اور خالد بن یزید بن معاویہ وہ پ لا شخص تھا جس نے طب، نجـوم اور کیمیا ع-رب مما-ک م-یں منتقل کیا۔

کیمیا کی صنعت مدرسہ اسکندریہ میں رائج تھی اس لئے خالد نے "مریانوس " مسیحی کو اپنے پاس بلایا اور اس سے تقاضا کیا ۔ وہ اسے طب اور کیمیا کی تعلیم دے۔جب اس نے یہ تعلیم حاصل کر لی تو اس نے حکم دیا ، اس سے مربوط یونانی اور قبطی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا جائے۔یہ دوسروں کے علوم کوعربی میں منتقل کرنے کے لئے عربوں کا پ لا اقدام تھا۔

خالد کو علم نجوم میں بھی دلچسپي تھی اور وہ یہ علم حاصل کرنے اور اس کے وسائل کی فراہمی کے لئے حد سے زی-ادہ دلچس-پي لیتا تھا ۔ شاید نجوم کی کتابوں میں اس کے لئے کوئی ترجمہ کیا گیا و لیکن ہم تک اس کی کوئی۔خبر نہیں پہنچی۔

جاحظ کتاب "البیان والتبیین" میں کہا ہے:خالد بن یزید بن معاویہ فصیح و بلیغ خطیب، شاعر اور ادیبوں کی آراء کو پسند کرتا تھا ۔ وہ پہلا شخص تھا جس نے نجوم، طب اور کیمیا کو عربی میں ترجمہ کیالیکن عرب عباسی زمانے کے آغاز اور خاص طور پر مامون کے زمانے میں تجربی علوم جیسے طب، کیمیا، ہیئت ، تاریخ وغیرہ میں مشغول ہوئے۔

اس زمانے میں فارسی، یونانی اور ہندی سے بہت سی کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہوا اور وہ عربوں درمیان رائج ہوئیں۔[1]

خارجی کتابوں کا ترجمہ

بنی امیہ کے دور میں یہودیوں اور عیسائیوں کا اثر و رسوخ برقرار تھا یہاں تک کہ ان کی اور یونانی فلاسفہ کی کتابیں عربی میں ترجمہ ہوئیں ۔ اسی طرح کیمیا کے بارے میں کچھ کتابیں بھی عربی میں ان میں منتقل ہو کر لوگوں تک پہنچیں ۔ اگرچہ بعض لوگ مامون کودوسرے مذاہب کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہونے کا عامل سمجھتے ہیں اور بعض منصور کو اس کام کے لئے واسطہ قرار دیتے ہیں۔

لیکن ظاہراً خارجی کتابوں کو عربی میں ترجمہ کرنے میں ان دونوں کا ہاتھ تھا لیکن اس کام کا آغاز انہوں نے نہیں کیا تھا بلکہ ان سے پہلے خالد بن یزید نے یہ کام شروع کیا تھا۔کتاب"نظام اداری امویان درصدر اسلام میں لکھتے ہیں: جاحظ نے "البیان و التبیین"[2]میں کہا ہے:خالد بن یزید بن معاویہ ایک فصیح و بلیغ خطیب اور شاعر تھا۔یہ وہ پہلا شخص تھا جس نے ستارہ شناسی،طب اور کیمیا کی کتابوں کا ترجمہ کیا۔(یعنی اس کے لئے ترجمہ کیا گیا)۔ ابن ابی الحدید"شرح نہج البلاغہ"[3]میں لکھتے ہیں:خالد بن یزید بن معاویہ وہ پہلا شخص تھا جس نے مترجمین اور فلاسفہ کو وظائف دئے اور وہ اہل حکمت،فن کے ماہرین اور مترجمین کو اپنے قریب لایا۔خالد ۸۵ھ میں فوت ہوا جب کہ ابھی تک بعض صحابی زندہ تھے۔

----

[1]۔ تاریخ سیاسی اسلام (ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن): ج۱ص۴۹۰

[2]۔ البیان والتبیین: ج۱ص۱۳۶

[3]۔ شرح نہج البلاغہ: ج۳ص۴۷۶

صلاح الدین صفدی سے نقل ہوا ہے۔ ترجمہ کا آغاز کرنے والا مأمون نہیں تھا بلکہ اس سے بہت پہلے اس کام کا آغاز ہو چکا تھا۔ یحییٰ بن خالد نے "کلیلہ و دمنہ" کو فارسی سے عربی میں ترجمہ کیا اور اس کے لئے کتاب "مجسطی" کا ترجمہ کیا گیا۔

یہ بھی مشہور ہے۔ کیمیا میں بہت زیادہ دلچسپی رکھنے کی وجہ سے خالد بن یزید بن معاویہ وہ پہلا شخص تھا جس نے یونانی کتابوں کا عربی میں ترجمہ کیا۔

کہتے ہیں: خالد کے لئے طب اور ستارہ شناسی کی کتابیں ترجمہ کی گئیں۔ البتہ کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں۔ سب سے پہلے جس کے لئے طب اور ستارہ شناسی کی کتابوں کا ترجمہ کیا گیا وہ منصور عباسی تھا اور خالد صرف کیمیا کا دلدادہ تھا۔ اس باب میں جس کے کچھ رسالے بھی ہیں اور اس نے یہ فن "مریانس رومی" نام کے ایک عیسائی سے سیکھا تھا۔

"کشف الظنون"[1] میں ذکر ہوا ہے: خالد بن یزید بن معاویہ (جو حکیم آل مروان اور حکیم آل امیہ کے نام سے مشہور تھا) نے کیمیا میں خاطر خواہ کام کیا۔ پھر اس نے فلاسفہ کے ایک گروہ کو بلایا اور اسے حکم دیا۔ کیمیا کو یونانی زبان سے عربی میں منتقل کریں اور یہ عالم اسلام کا پہلا ترجمہ تھا۔

سیوطی کی کتاب "الأوائل" میں ذکر ہوا ہے: سب سے پہلے جس کے لئے طب اور ستارہ شناسی کا عربی میں ترجمہ کیا گیا وہ خالد بن یزید ہے اور کچھ کے مطابق وہ منصور ہے۔

ابن الندیم کہتا ہے: خالد بن یزید کے زمانے میں کیمیا اسکندریہ میں رائج تھا پھر خالد نے ایک گروہ کو بلایا۔ جس میں "اسطفار" رومی راہب بھی شامل تھا۔[2]

قفطی کی کتاب "اخبار الحکماء" میں ذکر ہوا ہے۔ ابن السندی نے قاہرہ کے کتب خانہ میں تانبے کا ایک سکّہ دیکھا جس پر امیر خالد بن یزید کا نام لکھا ہوا تھا۔

----

[1]۔ کشف الظنون: ج۱ص۴۷۷

[2]۔ الفہرست: ۲۴۲ اور ۲۴۴

اس طرح ابن خلدون کا وہ نظریہ ّ لط جاتا ہے ۔ جس میں اس نے خالد کو بہ روایت ّ سے نزدیک اور علوم و ...اعات اور ۔ بالخصوص کیمیا(جس کے لئے طبایع سے آشنائی ضروری ہے)سے دور قرار دیا تھا۔

ابن الندیم (جو ابن خلدون کی بنسبت خالد کے زمانے سے نزدیک ہے)کا کہنا ہے ۔ خالد کے زمانے میں کیمیا رائج تھا۔ کتاب "تاریخ آداب اللغة العربیة"[۱]میں ذکر ہوا ہے ۔ مروان کے زمانے میں 'ماسرجویہ" کے نام سے ایک طبیب (جس کا تعلق سریانی یہودی مذہب سے تھااور جو بصرہ میں رہتا تھا)نے ایک پادری امرون بن اعین کی لکھی ہوئی کتاب"کناش"کا سریانی سے عربی میں ترجمہ کیا۔جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنا تو اسے کہ کتاب خزانے میں ملی۔ پ لوگوں نے اس کی تشویق کی ۔ اسے باہر نکالا جائے تا ۔ مان اس سے استفادہ کریں ۔ عمر بن عبدالعزیز نے وہ کتاب ۔ باہر لانے اور اسے لوگوں کے اختیار میں دینے کے لئے چالیس ۔ یک استخارہ کیا۔

کتاب"شفاء الغلیل"میں ذکر ہوا ہے ۔ "کناش"(غُراب کے وزن پر)ایک سریانی لفظ ہے جس کے معنی تذکرہ کا مجموعہ ہے۔حکماء کی کتابوں میں یہ کلمہ بہت زیادہ نظر آتا ہے ۔[۲]

یہ ظاہر سی بات ہے ۔ ۔ مریانس رومی اور اسطفار رومی (جن کے خالد بن یزید سے تعلقات تھے)جیسے عیسائیوں کے افکار ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں کے افکار پر اثرانداز ہوتے ہوں گے ۔ بالخصوص خالد بن یزید پر ۔ جو یزید کا بیٹا اور میسون مسیحی کا نواسہ تھا۔ اگرچہ خالد بن یزید غالبا۔ خلافت پر تخت نشین نہیں ہوا تھا لیکن اس کے بعد مروان اور پ دوسرے اور ان کے بعد بنی العباس جیسے منصور و مامون (جو خلافت کے دعویدار تھے) نے اسی راہ کو جاری رکھا ۔اس کام سے حقیقت کی جستجو کرنے والوں کے ذہنوں میں اہم سوال جنم لیتا ہے۔

----

[۱]۔ تاریخ آداب اللغة العربیة: ج۱ص۲۳۳

[۲]۔ نظام اداری مسلمانان در صدر اسلام:۳۳۳

وہ سوال یہ ہے:اگر خلافت کے دعویدار اور خود کو رسول خدا(ص) کا جانشین اور خدا کا خلیفہ سمجھنے وا لے ان جیسے افـراد کا دعو جھوٹا تھا تو مان ان کا احترام کیوں کریں ؟انہیں خدا کا خلیفہ کیوں سمجھیں ؟ اور اگر یہ خدا کے خلیفہ تھے تـو انہـیں دوسروں پر کوئی امتیاز اور فوقیت کیوں نہیں تھی؟یہاں تک ہ حصول علم کے لئے بھی انہوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کے سـامنے ہاتھ پھیلائے؟

مکتبی ابحاث، حکومت کی بقاء کا ذریعہ

زمانہ قدیم سے سیاستدان اپنی حکومت کی بقاء کے لئے لوگوں میں اختلاف اور تفرقہ پیدا کرتے چلے آئے ہیں اور اپنے منصـوبوں کے ذریے لوگوں کو ایک دوسرے کی جان کے دشمن بناتے آئے ہیں تا ہ وہ سیاسی مسائل سے دور رہیں اور ان کی غفلت کی وجہ سے سیاستدان لوگوں پر حکومت کر سکیں۔

جیسا ہ ہم نے دوسرے مورد بھی کہا ہے ہ قرآن کریم کی آیات کی بناء پریہ ایک ایسا منصوبہ تھا جس پـر فرعـون نے اپنی حکومت کوبچانے کے لئے عمل کیا اور اس کے بعد ہر دور کا فرعون بھی اسی پر عمل پیرا رہااور وہ پس پردہ اپنے ہی ایجـاد کـئے ہوئے اختلافات کے ذریعہ لوگوں پرحکومت کرتے رہے۔

پیغمبر اکرم(ص) اور حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے اسی طرح منصوبے کے برخلاف لوگوں کو اختلافات اور تفرقہ بازی سے باز رکھا اور قرآن و عترت کو محور قرارد ے کر لوگوں کو ایک صحیح عقیدے کی طرف دعوت دی۔

لیکن بنی امیہ نے قرآن و عترت کی محوریت کو ختم کرنے کے لئے تفرقہ پیدا کیا تا ہ آسانی سے لوگـوں پـر حکومـت کـر سکیں ۔

اسی وجہ سے ان کی حکومت کے دوران مختلف مذہبی فرقے وجود میں آئے اور ہر گروہ دوسرے گروہ سے لڑائی جھگـڑے مـیں مشغول ہو گیااور لوگ حکومتی مسائل سے غافل ہو گئے۔

۲۔ پیشن گوئیوں کو چھپانا

دنیا کے لوگوں کو اسلام کی طرف آنے سے روکنے کے لئے یہودیوں اور عیسائیوں کا ایک اور بنیادی حربہ پیشنگوئیوں کو چھپانا تھا۔ اس راہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کا اپنا اپنا حصہ تھا اور مختلف منصوبوں کے ذریعے یہ بنیادی اور موثر پروگرام انجام دے رہے تھے۔انہوں نے جو پروگرام انجام دیئے ان کے ذریعہ انہوں نے بہت سے خاندانوں کو تاریکی و ظلمت کے اندھیرے میں رکھا اور انہیں نور و روشنی سے دور رکھا۔اس صورت میں اگر تورات و انجیل کی پیشنگوئیاں عام لوگوں کے اختیار میں ہوتیں تو دنیا والوں کے عقائد کی شکل ہی کچھ اور ہوتی۔

اس بحث میں ہم صرف رسول اکرم(ص) کے بارے میں تورات کی ان پیشنگوئیوں کے چند نمونے بیان کریں گے جنہیں یہودیوں نے مخفی رکھا اور پھر حقائق کو چھپانے کے سلسلے میں بہت ہی اہم واقعہ ذکر کریں گے جس میں کلیسا اور عیسائیت نے عیسائیوں کو اسلام کی طرف آنے سے روکنے کے لئے اقدامات کئے۔

الف: یہودی اور پیشن گوئیوں کو چھپانا

یہودیوں کے شیطانی حربوں میں سے ایک (جسے وہ رسول اکرم(ص) کی رسالت کے آغاز سے ہی نہیں بلکہ ظہور اسلام اور آنحضرت کی ولادت سے پہلے سے انجام دے رہے تھے)لوگوں کو ظہور اسلام اور نبی مکرّم اسلام(ص) کی نبوت کے بارے میں سوچنے سے بھی دور رکھنا تھا۔ یہودی علماء نے ظہور اسلام کی نشانیوں اور آنحضرت کی الٰہی حکومت کے ظہور کو لوگوں سے چھپایا اور انہیں آنحضرت کی طرف آنے سے روکا تا کہ اس طرح وہ لوگوں پر حکمرانی کر سکیں اور ان کے جہل و نادانی سے سوء استفادہ کر سکیں۔ پیغمبر اکرم(ص) کی ولادت اور آنحضرت کی بعثت کے بعد یہودی بزرگوں نے اسی طرح سے ہی اپنی دھوکا دہی کو جاری رکھا اور بے شمار افراد کو آئین اسلام سے دور رکھا۔

ان کی مکاریاں،دھوکے اور گھنونے منصوبے بہت ہی وسیع پیمانے پر تھے ۔جس کے جاہل اور بے۔خبر لوگوں پربہ۔ت گہ۔رے اثرات مرتب وئے۔

ان کا ایک ھاکا ۔ منصوبہ ۔ن پیشنگوئیوں کو چھپ۔ا تھا جو ان کی آسمانی ۔تابوں میں وجود تھیں ۔ یہودی عماء نے ت۔ورات م۔یں تحریف کرکے اسلام اور رسول اکرم(ص) کی نبوت ورسالت کے بارے میں بہت ہی واضح و آشکار پیش۔نگوئیوں ک۔و چھپای۔ا اور انہ۔یں لوگوں کی دسترس سے دور ھکھ۔ا ۔ وہ اسی طرح اپنے ۔ل راستے پر گامزن رہیں اور آئیں اسلام کی ط۔رف مائ۔ل ۔ونے سے دور رہیں۔ اب ہم جو واقعہ نقل کر رہے ہیں وہ یہودی عماء کی انہی مکاریوں کا ۔ترین ونم۔ ۔ ہے۔

مرحوم ابو الحسن طالقانی (جو مرحوم مرزا شیرازی کے شاگردوں میں سے ہیں)بیان کرتے ہیں:

میں ۔ دوستوں کے سات کربلا کی زیارت سے سامراء کی طرف آ رہا تھا ۔ظہر کے وقت ہم نے"دجیل"۔امی قریہ میں قیام کیا ۔ تا ۔اکھ۔ا کھانے اور ۔ دیر آرام کرنے کے بعد عصر کے وقت وہاں سےوا۔ ۔ وں۔

وہاں ہماری ملاقات سامراء کے ایک طالب علم سے وئی جو ک۔ی دوسرے طالب علم کے سات تھا۔وہ دوپہر کے کھ۔انے کے لئے ۔ خریدنے آئے تھے ۔میں نے دیکھا ۔ جو ش۔ سامراء کے طالب علم کے سات تھا وہ ۔ پڑھ رہ۔اہے ۔م۔یں نے غ۔ور سے۔ ۔ا تو مجھے م۔لوم وگیا ۔ وہ ۔عبرانی۔ ۔ان میں توریت پڑھ رہا ہے ۔مجھے بہت تعجب وا ۔میں نے سامراء م۔یں رہ۔نے وا لے طالب علم سے پوچھا ۔ یہ شیخ کون ہے اور اس نے ۔عبرانی۔ ۔ان کہاں سے سیکھی؟

اس نے کہا:یہ ش۔ ۔ ۔تازہ مان وا ہے اور اس سے پہلے یہودی تھا ۔

میں نے کہا:بہت خوب؛پھر ۔ت۔ی۔ا کوئی واقعہ و گا تم مجھے وہ واقعہ بتاؤ۔

۔ ۔تازہ مان ونے والے طالب علم نے کہا:یہ واقعہ بہت طولانی ہے جب ہم سامراء کی طرفےوا۔ ۔ وں گے تو م۔یں وہ واقعہ۔ راستے میں تف۔یل سے آپ کے گوش گزار کروں گا۔

عصر کا وقت وگیا اور ہم سامراء کی طرفےوا۔ ۔ وگئے ۔میں نے اس سے کہا:اب آپ مجھے اپ۔ا واقعہ بتائیں ۔ اس نے کہا:

میں مدینہ کے نزدیک خیبر کے یہودیوں میں سے تھا ۔خیبر کے اطراف میں پ قریہ وجود ہیں ۔ جہاں رسول اکرم (ص) کے زمانے سےب ۔ یک یہودیآ۔ باد ہیں ان میں سے ایک قریہ میں لائبریری کے لئے ایک چھوٹی سی جگہ تھی۔جس میں ایک بہت قدیم کمرہ تھا۔اسی کمرے میں توریت کا ایک بہت قدیم نسخہ تھاجو کھال پر لکھا گیا تھا ۔اس کمرے کا دروازہ ہمیشہ بند رہتا تھا اور اسے تالا لگا رہتا تھا۔بزرگوں نے تاکید کی تھی ۔ کسی کو بھی اس کمرے کا تالا کھولنے اور توریت کا مطالعہ کرنے کا حق نہیں ہے۔ شہور یہ تھا ۔ جو بھی اس توریت کو دیکھے گا اس کا دماغ کام کرنا چھوڑ دے گا اور وہ پاگل و جائے گا۔ بالخصوص نو جوان اس کتاب کو نہ دیکھیں!

اس کے بعد اس نے کہا:ہم دو بھائی تھے جو یہ سوچتے تھے ۔ ہمیں اس قدیم توریت کی زیارت کرنی چاہئے ۔ہم اس شخص کے پاس گئے جس کے پاس اس کمرے کی چابی تھی اور ہم نے اس سے درخواست کی ۔ وہ کمرے کا دروازہ کھول دے لیکن اس نے سختی سے منع کر دیا ۔کیونکہ کہلا جاتا ہے ۔ "الانسان حریص علی ما منع"یعنی انسان کو جس چیز سے منع کیا جائے ،وہ اس کا زیادہ حریص ہو جاتا ہے۔لہذا ہم میں اس کتاب کے مطالعہ کا اور زیادہ شوق پیدا و گیا۔ہم نے اسے اچھے خاصے پیسے دیئے تا ۔ وہ ہمیں چھپ کر اس کمرے میں جانے دے۔

ہم نے جو وقت طے کیا تھا ،اسی کے مطابق ہم اس کمرے میں داخل و گئے اور ہم نے بڑے آرام سے کھال پر لکھی گئی قدیم توریت کی زیارت کی اور اس کا مطالعہ کیا۔اس میں ایک صفحہ مخصوص طور پر لکھا گیا تھا جو ۔ بہت جاذب نظر تھا ۔جب ہم نے اس پر غور کیا تو ہم نے دیکھا ۔ اس میں لکھا وا تھا"آخر ی زمانے میں عربوں میں ایک پیغمبر مبعوث و گا "اس میں ان کی تمام خصوصیات اور اوصاف حسب و نسب کے لحاظ سے بیان کی گئیں تھیں۔نیز اس پیغمبر کے بارہ او یاء کے نام بھی لکھے گئے تھے ۔ میں نے اپنے بھائی سے کہا:بہتر یہ ہے ۔ ہم یہ ایک صفحہ لکھ لیں اور اس پیغمبر کی جستجو کریں ۔ہم نے وہ صفحہ لکھ لیا اور ہم اس پیغمبر کے فریفتہ و گئے۔

اب ہمارا ذہن صرف خدا کے اسی پیغمبر کو تلاش کرنے کے بارے میں سوچتا تھا ۔لیکن چونکہ ہمارے علاقے سے لوگوں کی

کوئی آمد و رفت نہیں تھی اور رابطہ کرنے کا بھی کوئی انتظام نہیں تھا اس لئے ہمیں کوئی چیز بھی حاصل نہ ہوئی یہاں تک کہ چند انجان تاجر خرید و فروخت کے لئے ہمارے شہر آئے ۔ میں نے چھپ کر ان میں سے ایک شخص سے چند سوال پوچھے ،اس نے رسول اکرم(ص) کے جو حالات اورنشانیاں بیان کیں وہ بالکل ویسی ہی تھیں جیسی ہم نے توریت میں دیکھیں تھیں۔آہستہ آہستہ ہمیں دین اسلام کی حقانیت کا یقین ہونے لگا ۔لیکن ہم میں اس کے اظہار کرنے کی جرأت نہیں تھی ۔امید کا صرف ایک ہی راستہ تھا کہ ہم اس دیار سے فرار کر جائیں۔

میں نے اور میرے بھائی نے وہاں سے بھاگ جانے کے بارے میں بات چیت کی ۔ہم نے ایک دوسرے سے کہا:مدینہ یہاں سے نزدیک ہے ہوسکتا ہے کہ یہودی ہمیں گرفتار کر لیں بہتر یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کے کسی دوسرے شہر کی طرف بھاگ جائیں۔

ہم نے موصل و بغداد کا نام سن رکھا تھا ۔میرا باپ چند عرصہ پہلے ہی فوت ہوا تھا اور انہوں نے اپنی اولاد کے لیئے وصی اور وکیل معین کیا تھا ۔ہم ان کے وکیل کے پاس گئے اور ہم نے اس سے دو سواریاں اور چند نقدی پیسے لے لئے۔ہم سوار ہوئے اور جلدی سے عراق کا سفر طے کرنے لگے ۔ہم نے موصل کا پتہ پوچھا ۔لوگوں نے ہمیں اس کا پتہ بتایا ۔ہم شہر میں داخل ہوئے اور رات مسافروں کی قیامگاہ میں گزاری۔

جب صبح ہوئی تو اس شہر کے چند لوگ ہمارے پاس آئے اور انہوں نے کہا:کیا تم لوگ اپنی سواریاں فروخت کرو گے ؟ہم نے کہا : نہیں کیونکہ ابھی تک اس شہر میں ہماری کیفیت معلوم نہیں ہے ۔ ہم نے ان کا تقاضہ رد کردیا۔آخر کار انہوں نے کہا:اگر تم یہ فروخت نہیں کرو گے تو ہم تم سے زبردستی چھین لیں گے۔ہم مجبور ہو گئے اور ہم نے وہ سواریاں فروخت کر دیں۔ہم نے کہا یہ شہر رہنے کے قابل نہیں ،چلو بغداد چلتے ہیں۔

لیکن بغداد جانے کے لئے ہمارے دل میں ایک خوف سا تھا ۔کیونکہ ہمارا ماموں جو کہ یہودی اور ایک بڑا تاجر تھا ،وہ بغداد ہی میں تھا ۔ہمیں یہ خوف تھا کہ کہیں اسے ہمارے بھاگ جانے کی اطلاع نہ مل چکی ہو اور وہ ہمیں ڈھونڈ نہ لے۔

بہ ہر حال ہم بغداد میں داخل وئے اور ہم نے رات کو کاروان سرا میں قیام کیا۔اگلی صبح وئی تو کاروان سرا کا ماک کمرے میں داخل وا۔وہ ایک ضعیف ش تھا۔اس نے ہمارے بارے میں پوچھا۔ ہم نے مختصر طور پر اپنا واقعہ بیان کیا اور ہم نے اسے بتایا کہ ہم خیبر کے یہودیوں میں سے ہیں اور ہم اسلام کی طرف مائل ہیں ہمیں کسی مان عالم دین کے پاس لے جائیں جو آئین اسلام کے بارے میں ہماری رہنمائی کرے۔

اس ضعیف العمر ش کے ونٹوں پر ہلکی سی کراہٹ نمودار وئی اور اس نے اپنے دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھتے وئے کہا:سر آنکھوں پر؛چلو بغداد کے قاضی کے گھر چلتے ہیں۔ہم اس کے ساتھ بغداد کے قاضی سے ملنے کے لئے چلے گئے۔مختصر تعارف کے بعد ہم نے اپنا واقعہ ان سے بیان کیا اور ہم نے ان سے تقاضا کیا کہ وہ ہمیں اسلام کے احکامات سے روشناس کرئیں۔

انہوں نے کہا:بہت خوب؛پھر انہوں نے توحید اور اثبات توحید کے پ دلائل بیان کئے۔پھر انہوں نے پیغمبر اکرم(ص) کی رسالت اور آپ(ص) کے خلیفہ اور اصحاب کا تذکرہ کیا۔

انہوں نے کہا:آپ(ص)کے بعدعبداللہ بن ابی قحافہ آنحضرت(ص) کے خلیفہ ہیں۔

میں نے کہا:عبداللہ کون ہیں؟میں نے توریت میں جو پ پڑھا یہ نام اس کے مطابق نہیں ہے!!

بغداد کے قاضی نے کہا:یہ وہ ہیں کہ جن کی بیٹی رسول اکرم(ص) کی زوجہ ہیں۔

ہم نے کہا:ایسا نہیں ہے؛کیونکہ ہم نے توریت میں پڑھا ہے کہ پیغمبر(ص) کا جانشین وہ ہے کہ رسول(ص) کی بیٹی جن کی زوجہ ہے۔ جب ہم نے اس سے یہ بات کہی توقاضی کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور وہ قہر و غضب کے ساتھ کھڑا وا اور اس نے کہا:اس رافضی کو یہاں سے نکالو۔انہوں نے مجھے اور میرے بھائی کو مارا اور وہاں سے نکال دیا۔ہم کاروان سرا واپس آگئے۔وہاں کا ماک بھی اس بات پر خفا تھا اور اس نے بھی ہم سے بے رخی اختیار کر لی۔ اس ملاقات اور قاضی سے ونے والی گفتگو اور اس کے رویہ کے بعد ہم بہت حیران وئے۔ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ کلمہ "رافضی"کیاہے؟رافضی سے کہتے ہیں اور قاضی نے ہمیں کیوں رافضی کہا اور وہاں سے نکال دیا؟

میرے اور میرے بھائی کے درمیان ونے والی یہ گفتگو آدھی رات یک جاری رہی اور پ دیر کے لئے نمگین حالت میں سو گئے ۔ہم نے کاروان سرا کے ماک کو آواز دی ۔ وہ ہ یں اس ابہام سے نجات دے ۔شاید ہم قا نی کی بات نہیں سمجھے اور قا نی ہماری بات نہیں سمجھ پائے۔

اس نے کہا:اگر تم لوگ حقیقت میں آئین اسلام کے طلبگار و تو جو پ قا نی کہے اسے قبول کر لو۔

ہم نے کہا:یہ کیسی بات ہے؟ہم اسلام کے لئے اپنا مال ،گھر ،رشتہ دار ب پ چھوڑ چھاڑ کے آئے ہیں ۔ ہماری اس کے علاوہ اورکوئی غرض نہیں ہے ۔

اس نے کہا:چلو میں ایک بار پھر تمہیںقا نی کے پاس لے جاتا وں۔لیکن کہیں اس کی رائے کے برخلاف کوئی بات نہ کہہ دینا۔ہم پھر قا نی کے گھر چلے گئے۔ہمارے اس دو ت نے کہا:آپ جو کہیں گے یہ قبول کریں گے۔

قا نی نے باتکرنا شروع کی اور وعظہ و نصیحت کی ۔میںنے کہا:ہم دو بھائی اپنے و ن میں ہی مان و گئے تھے اور ہم اتنی دور دیار غیر میں اس لئے آئے ہیں تا ہم اسلام کے احکامات سے آشنا و سکیں۔اس کے علاوہ ہمارا اور کوئی مقصد نہیں ہے۔اگر آپ اجازت دیں تو ہمارے پ سوال ہیں؟قا نی نے کہا:جو پوچھنا چا و پوچھو۔

میں نے کہا:ہم نے صحیح اور قدیم توریت پڑھی ہے اور اب میںوجہ نہیں کہنے لگا وں ہم نے یہ اسی کتاب سے ہی لکھی ہیں۔ہم نے پیغمبر آخر ازمان (ص) اور آنحضرت(ص) کے خلفاء اور جانشینوں کے تمام نام،صفات اور نشانیاںوہیں سے ہی لکھی ہیں۔جو ہمارے پاس ہے۔لیکن اس میں عبداللہ بن ابی قحافہ کے نام جیسا کوئی نام نہیں ہے۔

قا نی نے کہا: پھر اس توریت میں کن اشخاص کے نام لکھیں ہیں؟

میں نے کہا:پہلے خلیفہ پیغمبر(ص) کے داماد اور آپ کے چچا زاد بھائی ہیں۔ابھی یک میری بات پوری نہیں وئی تھی ۔ اس نے ہماری بدبختی کا طبل بجایا۔یہ بات سنتے ہی قا نی اپنی جگہ سے اٹھا اور جہاں یک و سکا اس نے اپنے جوتے سے میرے سر اور چہرے پر مارا اور میں شکل سے جان چھڑا کر وہاں سے بھاگا۔میرا بھائی م سے بھی پہلے وہاں سے بھاگ نکلا۔

میں بغداد کی گلیوں میں راستہ بھول گیا ۔میں نہیں جانتا تھا ۔ میں اپنے خون آلود سر اور چہرے کے ساتھ کہاں جاتا پھر دیر میں چلتا گیا یہاں تک ۔ میں دریائے دجلہ کے کنارے پہنچا۔ دیر کھڑا رہا لیکن میں نے دیکھا ۔ میرے پاؤں میں کھڑے رہنے کی ہمت نہیں ہے ۔میں بیٹھ گیا اور اپنی مصیبت ، غربت، بھوک، خوف اور دوسری طرف سے اپنی تنہائی پر رو رہا تھا اور افسوس کر رہا تھا۔

اچانک ایک جوان ہاتھ میں دو کوزے پکڑے ہوئے دریا سے پانی لینے کے لئے آیا اس کے سر پر سفید رنگ کا عمامہ تھا وہ میرے پاس دریا کے کنارے بیٹھ گیا جب اس جوان نے میری حالت دیکھی تو انہوں نے مجھ سے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے؟ میں نے کہا: میں مسافر ہوں اور یہاں مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں ۔

انہوں نے فرمایا: تم اپنا پورا واقعہ بتاؤ؟

میں نے کہا: میں خیبر کے یہودیوں میں سے تھا۔ میں نے اسلام قبول کیا اور اپنے بھائی کے ساتھ ہزار درہم اٹھا کر یہاں آیا۔ ہم اسلام کے احکام سیکھنا چاہتے تھے ۔لیکن انہوں نے مجھے یہ صلہ دیا اور پھر میں نے اپنے زخمی سر اور چہرے کی طرف اشارہ کیا۔

انہوں نے فرمایا: میں تم سے یہ پوچھتا ہوں ۔ یہودیوں کے کتنے فرقے ہیں؟

میں نے کہا: بہت سے فرقے ہیں۔

انہوں نے فرمایا: اکہتر فرقے ہو چکے ہیں ۔کیا ان میں سے سب حق پر ہیں؟

میں نے کہا: نہیں

انہوں نے فرمایا: نصاریٰ کے کتنے فرقے ہیں؟

میں نے کہا: ان کے بھی مختلف فرقے ہیں۔

انہوں نے فرمایا: بہتر فرقے ہیں ۔کیا ان میں سے بھی سب حق پر ہیں؟

میں نے کہا: نہیں

پھر انہوں نے فرمایا:اسی طرح اسلام کے بھی متعدد فرقے ہیں۔ان کے تہتر فرقے ہو چکے ہیں لیکن ان میں سے صرف ایک فرقہ حق پر ہے ۔ میں نے کہا:میں اسی فرقہ کی جستجو کر رہا ہوں اس کے لئے مجھے کیا کرنا چاہئے؟

انہوں نے اپنے مغرب کیجانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: اس طرف سے کاظمین روانہ ہو جاؤ اور پھر فرمایا: تم شیخ محمد حسن آل یاسین کے پاس جاؤ وہ تمہاری حاجت پوری کر دیں گے۔

میں وہاں سے روانہ ہوا اور اسی لمحہ وہ جوان بھی وہاں سے غائب ہو گیا۔میں نے انہیں ادھر ادھر دیکھنے کی کوشش کی لیکن وہ دکھائی نہ دیئے ۔مجھے بہت تعجب ہوا ۔میں نے خود سے کہا:یہ جوان کون تھا اور کیا تھا؟ کیونکہ گفتگو کے دوران میں نے توریت میں لکھی ہوئی پیغمبر اور ان کے اولیاء کے اوصاف کے بارے میں بات کی تو انہوں نے فرمایا:کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے وہ اوصاف بیان کروں؟میں نے عرض کیا: آپ ضرور بیان فرمائیں۔انہوں نے وہ اوصاف بیان کرنا شروع کیں اور میرے دل میں یہ خیال آیا کہ جیسے خیبر میں موجود وہ قدیم توریت انہوں نے ہی لکھی ہو۔جب وہ میری نظروں سے اوجھل ہوئے تو میں سمجھ گیا کہ وہ کوئی الٰہی شخص ہیں وہ کوئی عام انسان نہیں ہیں ۔لہذا مجھے ہدایت کا یقین ہو گیا۔ مجھے اس سے بہت تقویت ملی اور میں اپنے بھائی کو تلاش کرنے نکل پڑا۔بالآخر وہ مجھے مل گیا ۔ میں بار بار کاظمین اور شیخ محمد حسن آل یاسین کا نام دہرا رہا تھا تا کہ میں ان کا نام بھول نہ جاؤں ۔ میرے بھائی نے مجھ سے پوچھا کہ یہ کون سی دعا ہے جو تم پڑھ رہے ہو؟

میں نے کہا:یہ کوئی دعا نہیں ہے اور پھر میں نے اسے سارا واقعہ بتایا ۔وہ بھی بہت خوش ہوا۔

آخر کار ہم لوگوں سے پوچھ کر کاظمین پہنچ گئے اور شیخ محمد حسن کے گھر چلے گئے ۔ہم نے شروع سے آخر تک سارا واقعہ ان سے بیان کیا ۔وہ شیخ کھڑے ہوئے اور بہت گریہ و زاری کی میری آنکھوں کو چوما اور کہا:ان آنکھوں سے تم نے حضرت ولی عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے جمال کی زیارت کی ہے؟....[1]

----

[1] ۔ معجزات و کرامات ائمہ اطہار علیہم السلام:۱۷۵ ، مرحوم آیت اللہ سید ہادی خراسانی سے منقول، کامیابی کے اسرار:ج۲ ص۱۱۶

اگر یہودی عماء (جو مکتب وحی کے ب سے بڑے دشمن تھے اور ہیں) ایسے حقائ و کہ نہ چھپاتے اور ان کے دولتمند حضرات نور الٰہی کو بجھانے کی کوششیں نہ کرتے تو یہ حقائ کے واضح و آشکار وجاتے جنہیں دیکھ کر بہت سے لوگ آئین اسلام کی طرف آجاتے اور اپنے تحریف شدہ دین سے دستبردار وجاتے ۔لیکن افسوس! یہ وہ لوگ نہ رگ لوگوں کو پرستی کی طرف آنے کی راہ میں حائل تھے بلکہ(جیسا یہ ذکر کریں گے) انہوں نے انہیں آخرت کی دنیااور قیامت کا منکر بنا ڈالا۔ جس کے لئے انہوں نے اپنے پوشیدہ ہاتھوں کو ہر قسم کی خباثت سے آلودہ کیا اوراب آلودہ کر رہے ہیں۔

ب:عیسائیت اور پیشن ئیں کو چھپانا

یہودیوںکی طرح عیسائیوں نے بھی اسلام کی ترقی کو روکنے کے لئے پیشنگوئیوں کو چھپانے کو ایک اہم ذریعہ قرار دیا۔انہوں نے اس راہ میں کوششیں کیں اور اسی راہ کوجاری رکھا۔

عیسائیوں نے بھی یہودیوں کی طرح نہ رف پیشنگوئیوں کو ظاہر کرنے سے گریز کیا بلکہ انہوں نے اسلام کی نشر و اشاعت کا باعث بننے والے اہم ترین حقائ کو چھپایا اور اب بھی چھپا رہے ہیں۔

ایک بہت ہی اہم واقعہ(جس کا کلیسا اور عیسائیت کی شکست میں بڑا کلیدی کردار ہے)جو عیسائیوں کو اسلام کی طرف راغب کر سکتا ہے ،وہ انگلینڈ کے صاحب اقتدار بادشاہ کا اسلام قبول کرنا ہے۔

یہ واضح سی بات ہے یہ اپنی قوم میں بہت زیادہ اثر و رسوخ رکھنے والے بادشاہ کا مان ونا ان کے مذہبی عقائد پر بہت زیادہ اثرانداز وتاہے۔

عیسائیوں نے برطانیہ کے عیسائیوں کو اسی طرح کلیسا کاپیروکار رکھنے کے لئے وہاں کے بادشاہ کے مان ونے کی خبر کو چھپایا کیونکہ بادشاہ کے مان ونے کا واقعہ مستقبل میں عیسائیوں کا اسلام کی طرف مائل ونے کا باعث بن سکتا تھا۔اس لئے انہوں نے یہ اہم واقعہ اپنی کتابوں میں ذکر ہی نہیں کیا۔

اس واقے سے آگاہ ونے کے لئے اب ہم اسے بیان کرتے ہیں:

برطانوی بادشاہ کا مسلمان ہونا

برطانوی بادشاہ "اوفا"(OFFA)

تاریخ کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ گذشتہ صدی میں برطانوی بادشاہ "اوفا" کا نام سامنے آیا جس نے اسلام قبول کیا تھا لیکن یہ حقیقت کھل کر سامنے نہ آئی۔

"اوفا" کون تھا؟

اس نے کب حکومت کی؟

اس نے کیوں اسلام قبول کیا؟

اس کے مسلمان ہونے کی خبر کو کیوں چھپایا گیا؟

مذکورہ سوالوں کے جواب جاننے کے لئے برٹش انسائیکلوپیڈیا اور فرنچ انسائیکلوپیڈیا (لاروس) کی طرف رجوع کریں۔ان دونوں انسائیکلوپیڈیا میں "اوفا"(OFFA) کے بارے میں یوں ذکر ہوا ہے:

اوفا "انگلوسکسونی "(Anglo-Saxon) بادشاہ تھا جس نے انتالیس سال (۷۵۷ ء سے ۷۹۶ء)تک برطانیہ پر حکومت کی۔اس زمانے میں یہ انگلینڈ کا سب سے طاقتور بادشاہ تھا۔

پہلے وہ مارسیا(Mercia) یا وسطی برطانیہ(Middle England) کا بادشاہ تھا ۔یہ مملکت سات ملکوں کا حصہ تھی۔اس بادشاہ نے چھوٹے ملکوں جیسے Saxons,W اور Welsh کو فتح کرکے اپنے ملک کو وسعت دی۔

اس نے اپنی بیٹیوں کی شادی Wessex اور Northrmbia کے حکمرانوں سے کی اور یوں اس نے اپنے اثرورسوخ کے دائرے کو مزید پھیلایا جس میں برطانیہ کے تمام حصے شامل تھے۔اس نے فرانس کے بادشاہ "شارلمان" اور پاپ "اندریانِ اوّل" سے معاہدہ بھی کیا۔اس کے زمانے کے باقی بچنے والے آثار میں سے دیوار اور ڈھیر ہے جو مارسیا (Mercia) اور ولش(Welsh) کے درمیان بنایا گیا جو اب تک "دیوار اوفا"OFFA DYKE" کے نام سے مشہور ہے۔

یہاں یک تو ایک عام سئلہ تھا لیکن ۱۸۴۱ء(۱۲۲۷) میں مؤرخین کے لئے ایک سوال پیدا وا ۔ اس سال سونے کا ایک سکہ ملاجو اس طاقتؔ ۔ بادشاہ کے زمانے کا تھا۔اس کے پر کون سی ا ن چیز تھی ، جس نے ب کو حیران کر دیا۔یہ سکہ اب بھی برطانیہ کے عجائب گھر میں قدیم سکّوں کے حصہ میں وجود ہے۔حیران کن چیز یہ تھی ، اس کے کے دونوں طرف کلمہ شہادت "اشھد أن لا الہ الاَّ اللّٰہ ، و اشھد أن محمّداً رسول اللّٰہ"اور عربی۔ ان میں قرآن کی ایک آیت لکھی وئی تھی۔

یہ ت ۃ ا اس سکہ کا واقعہ:

سکہ کے ایک طرف عربی۔ ان میں لکھا وا دکھائی دیتا ہے: "اشھد أن لا الہ الاَّ اللّٰہ ، وحدہ لا شریک لہ "اور سکہ کے حاشیہ میں " محمّد رسول اللّٰہ"اور پھر " اۓَرْسَلَهُ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ"[1]لکھا وا تھا اور درمیان میں انگلش میں یہ جملہ "OFFA-REK"(یعنی بادشاہ اوفا)نقش تھا۔حاشیہ میں عربی میں یوں لکھا وا تھا:"بسم اللہ،یہ دینار ۱۵۷ میں بنایا گیا۔

"اوفا" بادشاہ کے دستخط سے یہ تشخیص دی جاسکتی ہے ۔ یہ سکہ ۷۵۷ء سے ۷۹۶ ء کے درمیان بنایا گیا ۔ جب "انگلوساکسونی"پر "اوفا"حکومت کر رہا تھا۔ ۱۵۷ھ وہی ۷۷۴ء بنتا ہے۔ اس بارے میں بہت سے تحریریں کی گئیں اور دسیوں مقالے لکھے گئے ،ہم اس وضوع کے بارے میںمؤرخین کے فرضیات اور تھیوریوں کو یوں خلاصہ کر سکتے ہیں:

پہلا فرضیہ:"اوفا" بادشاہ مان و گیا تھا۔

دوسرا فرضیہ:اس نے مفہوم و معنی کو سمجھے بغیر خوبصورتی کے لئے عربی کے ان کلمات اور آیت سے استفادہ کیا۔

تیسرا فرضیہ:اس نے یہ سکہ اپنے ملک کے حجاج (جو بیت المقدس کی زیارت کو جاتے ہیں)کی مدد کے لئے بنوایا ۔ وہ اس سے استفادہ کریں اور ان کے لئے سفر کی سختی آسان و جائے ۔گویااس کا یہ کام ایک سیاسی پہلو رکھتا تھا۔

----

[1] ۔ سورہ توبہ ، آیت:۳۳ (هُوَ الَّذِى أَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ)

چوتھا فرضیہ:اس نے ۷۸۷ء میں پاپ "اندریان" سے معاہدہ کیا کہ بادشاہ سالانہ مالیات ادا کرے اور ممکن ہے کہ یہ سکہ اسی مقصد کے لئے بنایا گیا ہو۔

محققین میں سے ایک کا کہنا ہے:یہ واضح ہے کہ آخری تین فرضیہ منطقی اور انسانی عقل سے سازگار نہیں ہیں۔یہ ناممکن ہے کہ کوئی بادشاہ خوبصورتی کے لئے سکہ پر کوئی جملے لکھے کہ اسے جس کے معنی بھی معلوم نہ ہوں۔جب کہ یہ جملات "شہادت" ہیں کہ جن میں اسلام کے عقائد کا خلاصہ کیا جاتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ یورپ کے بادشاہوں پر اسلامی تمدن اثرانداز ہوا اور انہوں نے عربی نام ان میں سکوں پر چھپوایا تھا۔

ان میں سے ایک "الفانسو ہشتم ،فاسیلی دیمتریش" اور "نورمان"حکمرانوں میں سے تھے کہ جن میں "ویلیم راجر"شامل ہے ۔حتی کہ سلطنت جرمنی کے حاکم" ہنری چہارم"نے عثمانی خلیفہ" المقتدر باللہ"کا نام اپنے ملک کے سکہ پر نقش کروایا تھا لیکن ان میں سے کسی نے بھی "اوفا"کی طرح کلمہ توحید سکہ پر نقش نہیں کیا تھا۔

تیسرے فرضیہ کے بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ فرضیہ بہت مبہم ہے اور اس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ پاپ بادشاہ "اوفا"سے یہ تقاضا کرے کہ سکہ پر کلمہ شہادتین نقش کروائے اور اسے مالیات کے طور پر ادا کرے؟

کیا اس میں کوئی منطق نظر آتا ہے؟کیا یہ ناممکن نہیں ہے ؛جب کہ ہم جانتے ہیں کہ پاپ اسلام کے بدترین دشمنوں میں سے تھے۔لہذا یہ فطری امر ہے کہ وہ سکہ پر دشمن کا شعار و عقیدہ دیکھ کر اس کی مخالفت کرے گا۔چاہے سکہ پر یہ خوبصورتی کے لئے ہی نقش کئے گئے ہوں۔

چوتھے فرضیہ کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کمزور فرضیہ ہے ۔یہ ماننا مشکل ہے کہ بادشاہ "اوفا"نے یہ سکہ اس لئے بنوایا تھا کہ بیت المقدس کی زیارت کے لئے جانے والے اپنے ہم وطن لوگوں کی مدد کرے ۔ کیونکہ اس زمانے میں عیسائی مقدس شہروں کو دیکھنا چاہتے تھے ،ان کے لئے مسلمانوں کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں تھی اور اسلامی ملکوں میں ان کی رفت و آمد تھی۔

شاید یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ اس بادشاہ کی مملکت میں سکہ نہ بنتا ہو لہذا اس نے اپنا سکہ کسی عربی ملک سے بنوایا ہو۔ لیکن یہ احتمال ضعیف ہے اور یہ وار نہیں ہوتا۔

کیونکہ برٹش انسائیکلوپیڈیا میں ذکر ہوا ہے کہ اس بادشاہ کے نوادرات میں سے نئی طرز کے پیسے ملے ہیں کہ جن پر بادشاہ اور سکہ بنانے والے کا نام نقش ہوا ہے۔کئی صدیوں تک انہیں سکوں سے استفادہ کیا جاتا رہا کہ جن پر بادشاہ "اوفا" اور اس کی بیوی ملکہ کاٹریز(Cynethyth)کی تصویر بنی ہوئی تھی۔انگلینڈ میں سکہ بنانے کا نظام متعدد زمانوں میں رائج تھا۔

ممکن ہے کہ اس بادشاہ کے زمانے میں رائج سکوں کے پیسے اور نمونے برٹش انسائیکلوپیڈیا میں سکّوں (Coins)یا بادشاہ کے حالات زندگی کی بحث میں مل سکتے ہیں۔دوسرے لفظوں میں یہ کہ یہ احتمال انتہائی ضعیف ہے کہ بادشاہ اپنے ملک میں سکّہ نہیں بنا سکتا تھا۔حقیقت یہ ہے کہ "اوفا" بادشاہ نے اسلام قبول کیا تھا لیکن ہمیں اس بارے میں کوئی دلیل نہیں ملی اور ان سکّوں کے علاوہ کوئی اور مدرک بھی وجود نہیں ہے۔ہمارے پاس اس بادشاہ کے مسلمان ہونے کے بارے میں معلومات کیوں نہیں ہیں؟مؤرخین اس کی وجہ یوں بیان کرتے ہیں کہ برطانیہ کے کلیسانے اس بادشاہ کے مسلمان ہونے کی وجہ سے اس کے بارے میں تمام مدارک مٹا دیئے تھے!کیا صرف یہ بادشاہ ہی مسلمان ہوا تھا یا اس کے خاندان کے افراد اور رشتہ دار بھی مسلمان ہوئے تھے؟ہمیں اس کا علم نہیں ہے اور اس بارے میں کوئی معلومات بھی نہیں ہیں۔ ہم جو جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ بادشاہ نے بیت المقدس کی زیارت کے وقت مسلمانوں اور ان کے علماء سے ملاقات کی ہو اور اس دوران اسلام قبول کرکے اسلام کا معتقد ہوا ہو۔حیرت انگیز بات یہ ہے کہ برٹش انسائیکلوپیڈیا اور فرنچ انسائی کلوپیڈیا (لاروس)نے اس مسئلہ کی طرف اشارہ نہیں کیا بلکہ اسے کلی طور پر ان دیکھا کر دیا ہے۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ لوگوں کے اس اعتقاد کو تقویت ملتی ہے جن کا یہ کہنا ہے کہ ان انسائیکلوپیڈیا میں علمی غیرجانبداری کا لحاظ نہیں کیاگیا۔[1]

----

[1]۔ اسلام و غرب:۲۲

نتیجۂ بحث

ہم نے جو پ ذکر کیا اس سے یہ واضح و گیا ۔ اسلام کے دشمنوں نے دوسرے حربوں کے علاوہ دو بنیادی حربوں سے اسلام کی مخالفت کی اور انہوں نے یہ سوچا ۔ فرتہ سازی اور حقائ کو چھپانے سے اسلام کو شکست دے دیں گے لیکن ان کے یہ بے بنیاد خیالات نقش بر آب وئے اور تمام تر کوششوں کے باوجود وہ نہ رف اسلام اور مانوں کو دبا نہ سکے بلکہ پیغمبر اکرم(ص) اور اہلبیت علیہم السلام کی کوششوں سے اسلام کا پرچم ہمیشہ سربلند رہا اور آخر کار تمام مذاہب اور انسانی مکاتب نابود ہو جائیں گے اور دنیا پر رف مکتب پیغمبر اکرم(ص) اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی حکومت و گی۔

جی ہاں!لوگوں کے لئے قرآن، پیغمبر اکرم(ص) اور امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشنگوئیوں نے یہودیوں اور عیسائیوں کے توسط سے پیشنگوئیوں کو چھپانے کا جبران کر دیا ہے۔

اگرچہ دشمن بہت سے مانوں کو ا ویوں کی آغوش میں جگہ دینے اور انہیں اسلام کی حقیقت سے دور کرنے میں کامیاب رہے لیکن بنی امیہ اور ان کی حکومت کے بارے میں قرآن کریم ، پیغمبر خدا(ص) اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی پیشنگوئیوں نے گمراہی کے بھنور میں پھنسے وئے شمار مانوں کو نجات دی ہے اور انہیں بنی امیہ کی غاصب حکومت اور مکتب اہلبیت علیہم السلام کے تمام مخالفوں سے آگاہ کیا ہے۔

ان پیشنگوئیوں سے آگاہی کے لئے اب ہم انہیں بیان کرتے ہیں ۔ جنہیں اہلسنت عماء نے بھی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے تا ۔ محترم قارئین یہ جان سکیں ۔ اسلام کے دشمنوں نے حقائ کو چھپانے میں شکست کھائی ہے اوران کے لئے ا وی حکومت کا غاصب ونا روز روشن کی طرح واضح و جائے۔

کیونکہ یہ پیشنگوئیاں بہت زیادہ تھیں لہذا ہم نے ان میں سے پو گ تاب کے ایک مستقل اب میں ذکر کیا ہے۔

پانچواں باب

پیشن گوئیاں

01) بنی امیہ کے بارے میں قرآن کی پیشنگوئی

02) بنی امیہ کے بارے میں قرآن کی دوسری پیشنگوئی

03) حکَم اور اس کے بیٹوں کے بارے میں قرآن کی پیشنگوئی

04) پیغمبر اکرم(ص) اور امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشنگوئیوں کا راز

05) بنی امیہ کے بارے میں رسول اکرم(ص) کی پیشنگوئیاں

06) بنی امیہ کی حکومت کے بارے میں رسول اکرم(ص) کی پیشنگوئی

07) حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی بنی امیہ کی حکومت کے بارے میں "الغارات " سے منقول پیشنگوئی

08) بنی امیہ کی حکومت کے بارے میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی ایک اور پیشنگوئی

09) بنی امیہ کے انجام کے بارے میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشنگوئی

10) بنی امیہ کے زوال کے بارے میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی دیگر پیشنگوئی

11) بنی امیہ اور بنی العباس کے بارے میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی ایک اور پیشنگوئی

12) بنی امیہ اور بنی العباس کے بارے میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی دوسری پیشنگوئی

13) حکم کے داخل ہونے کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی پیشنگوئی اور اس پر لعنت کرنا

14) یہودیوں، مشرکوں اور منافقوں کے لئے حکم بن ابی العاص کا جاسوسی کرنا

15) معاویہ وغیرہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی پیشنگوئی

16) معاویہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی دوسری پیشنگوئی

17) معاویہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی ایک اور پیشگوئی

18) معاویہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی ایک اور پیشگوئی

19) معاویہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی دوسری پیشگوئی

20) عبداللہ بن مروعاص کی ز. بانی معاویہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی پیشگوئی

21) معاویہ و مروعاص کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی پیشگوئی

22) امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی معاویہ کے بارے میں پیشگوئی

23) "الغارات"کی روایت کے مطا. شامیوں کی فتح کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشگوئی

24) اس بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی دوسری پیشگوئی

25) "الغارات "سے منقول امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی دوسری پیشگوئی

26) "مروج الذ ب" سے منقول امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشگوئی

27) جنگ ص ین میں۔جناب مار۔یاسر کی شہادت کے بارے میں رسول اکرم(ص) کی پیشگوئی

28) جنگ ص ین میں۔جناب مار۔یاسر کی رہنمائی

29) جنگ ص ین میں مار۔یاسر کا خطاب اور مرو عاص پر اعتراض

30) مار کے قتل کے بارے میں شبث بن ُربعی کا معاویہ سے کلام

31)۔جناب مار کی شہادت کے بارے میں متواتر حدیث

32) رسول خدا(ص) کی حدیث نقل کرتے وقت صحابہ۔ ُ.ابعین کے حالات

33)۔جناب مار۔یاسر کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی پیشگوئیوں کے اثرات

34) ذوالکلاع سے مار۔یاسر کی گفتگو کے سو۔ اہم نکات

35) جناب اویس قرنی کے بارے میں رسول اکرم(ص) کی پیشگوئی اور جنگ صفین میں آپ کی شرکت

36) جنگ صفین میں جناب اویس قرنی کی شہادت

37) اس روایت میں اہم نکات

38) جنگ صفین کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی

39) حکمیّت کے بارے میں رسول خدا(ص) کی پیشگوئی

40) حکمیّت کے بارے میں رسول خدا(ص) کی دوسری پیشگوئی

41) ایک دوسری روایت کی رو سے حکمیّت کے بارے میں رسول خدا(ص) کی پیشگوئی

42) حکمیّت سے مربوط پیشگوئی میں اہم نکات

43) رسول خدا(ص) کی عائشہ کے بارے میں پیشگوئی

44) مروان کے بارے میں رسول خدا(ص) کی پیشگوئی

45) مروان کا معاویہ سے ملنا اور اس کی خباثت

46) مروان کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشگوئی

47) مروان کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی دوسری پیشگوئی

48) مروان کے بارے میں ایک اور پیشگوئی

49) امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی مروان کے بارے میں "نہایۃ الارب" سے پیشگوئی

50) عمرو بن سعید بن عاص کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی پیشگوئی

51) جنگ نہروان میں ذوالثدیہ کے قتل کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) پیشگوئی

52) محمد بن ابی بکر اور ان کی شہادت کے واقعہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) پیشگوئی

53) سمرة بن جندب کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) پیشگوئی

54) کربلاکے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشگوئی

55) کربلا میں ابن زیادکے لشکر کے سرداروں میں سے حصین بن تمیم کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشگوئی

56) پیشگوئیوں کے وقوع پذیر ونے کو روکنے کے لئے برید منصوبہ بندی

57) ا- رشید ہجری کی شہادت اور ان سے مقابلہ کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشگوئی

58) ۲-جناب میثم کی شہادت اور ان سے مقابلہ کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشگوئی

بنی امیہ کے بارے میں قرآن کی پیشنگوئی

قرآن مجید میں پروردگار عالم کی بنی امیہ کی حکومت کے بارے میں پیشنگوئی لوگوں کو بنی امیہ کے طرز حکومت اوران کے غیر اسلامی کردار و رفتار سے آشنا کروانے کے لئے ہے ۔ جس میں تمام اہلسنت اور بالخصوص نوجوانوں کے لئے بہت بڑا درس ہے ۔ تا کہ وہ یہ جان لیں کہ بنی امیہ اور مکتب اہلبیت علیہم السلام کے تمام مخالفین کا نہ صرف حکومت الٰہی پر کوئی حق نہیں تھا بلکہ وہ اس حکومت کے غاصب تھے، اور ان میں نہ صرف یہ کہ الٰہی حکام کی صفات ہی نہیں تھیں بلکہ وہ اپنے منصوبوں اور مکاریوں سے الٰہی حکومت کو اس کے حقیقی حاکموں سے غصب کرکے خدا کے خلیفہ کے عنوان سے مسلمان کی گردن پر سوار ہو گئے۔جہاں تک ہو سکا انہوں نے نور الٰہی کو بجھانے اور دین کے احکامات کو نیست ونابود کرنے کی کوشش کی۔لیکن ان سب کے باوجود قرآن کریم اور پیغمبر عظیم(ص) کی پیشنگوئیوں نے اس زمانے میں بھی بے شمار لوگوں کو خواب غفلت سے بیدار کیااور اس زمانے کے لوگوں کی راہ راست کی طرف ہدایت کی۔

جس طرح قرآن کریم اور پیغمبر اکرم(ص) کے ارشادات نے اس زمانے کے بہت سے لوگوں کو آگاہ کیا تا کہ وہ اپنے آباء و اجداد کے عقائد سے دستبردار ہو جائیں ،اسی طرح اس زمانے میں بھی لوگ قرآن مجید کی آیات اور پیغمبر اکرم(ص) کی احادیث میں غور فکر کرکے راہ حق کو پہچان کر اسی راہ پر گامزن ہو سکتے ہیں۔

اس طرح کی آیات و روایات سے آشنا ہونے کے لئے ان موارد پر توجہ کریں:

۱۔ ترمذی نے یہ روایت سورہ قدر کے باب،(باب۸۵) میں یوسف بن سعید سے نقل کی ہے:

جب لوگوں نے معاویہ کی بیعت کی تو اس کے بعد ایک شخص حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے کہا:تم نے مؤمنین وسیاہ کر دیا!یا کہا:اے مؤمنوں کو روسیاہ کرنے والے!

آنحضرت نے اس سے فرمایا:

میری مذمت نہ کرو،خداوند تم پر رحمت کرے؛کیونکہ پیغمبر اکرم(ص) نے دیکھا کہ بنی امیہ ان کے منبر پر بیٹھے ہیں۔

آنحضرت اس واقعہ سے پریشان ہوئے ،پس یہ آیت نازل ہوئی:

(إِنَّا أَعْطَيْنَاکَ الْكَوْثَرَ)[1]یعنی جنت میں ایک نہر۔

(انَّا أَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ،،وَمَا أَدْرَاکَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ،، لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ،، تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ،، سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ)[2]

بیشک ہم نے قرآن کو شب قدر میں نازل کیا.اور آپ کیا جانیں کہ یہ شب قدر کیا چیز ہے. شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے.اس میں فرشتے اور روح القدس اذن خدا کے ساتھ تمام امور کو لے کر نازل ہوتے ہیں.اور یہ رات طلوع فجر تک سلامتی ہی سلامتی ہے۔

اے محمد !بنی امیہ اس کے مالک بن جائیں گے!

قاسم کہتے ہیں:میں نے بنی امیہ کی حکومت کو شمار کیا جس کے ہزار مہینہ تھے نہ اس سے کم اور نہ ہی اس سے زیادہ۔[3]

۲۔ سیوطی نے کہا ہے:خطیب نے اپنی تاریخ میں ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا:

رسول خدا(ص) نے بنی امیہ کو اپنے منبر پر دیکھا تو اس واقعہ سے بہت پریشان ہوئے۔ پس خداوند کریم نے ان پر وحی کی کہ یہ ایک حکومت ہے جو انہیں ملے گی اور پھر یہ آیت نازل ہوئی: (انَّا أَنْزَلْنَاهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ،، وَمَا أَدْرَاکَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ،، لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ، تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ،، سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ) خطیب نے ابن مسیب سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا: رسول خدا(ص) نے فرمایا:

----

[1]۔ سورہ کوثر، آیت:۱

[2]۔ سورہ قدر،آیت: ۱- ۵

[3]۔ الدر المنثور: ج۶ص۳۷۱

میں نے دیکھا بنی امیہ میرے منبر پر چڑھیں گے،یہ واقعہ میرے لئے بہت ناگوار تھا۔خدا نے یہ آیت نازل فرمائی: (انَّا أَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ)

۳۔ ابن اثیر کہتا ہے: جب (امام)حسن (علیہ السلام) واپس کوفہ گئے تو ایک شخص نے ان سے کہا:اے مومنوں کو روسیاہ کرنے والے!(امام) حسن (علیہ السلام) نے اس سے فرمایا: میری سرزنش نہ کرو؛کیونکہ رسول اکرم(ص) نے خواب میں دیکھا کہ بنی امیہ ایک

ایک کر کے ان کے منبر پر چڑھ رہے ہیں ۔آپ اس واقعہ سے بہت پریشان ہوئے۔ خداوند عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی:(انّا أَعْطَیْنٰاکَ الْکَوْثَرَ)"ہم نے تمہیں کوثر عطا کی"جوجنت میں ایک نہر ہے۔

اور یہ آیت نازل فرمائی: (انَّا أَنْزَلْنَاهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ ،، وَمَا أَدْرَاکَ مَا لَیْلَةُ الْقَدْرِ ،، لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ،، تَنَزَّلُ الْمَلَائِکَةُ وَالرُّوحُ فِیْهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن کُلِّ أَمْرٍ ،، سَلَامٌ هِیَ حَتَّی مَطْلَعِ الْفَجْرِ)

بنی امیہ تمہارے بعد اس کے مالک بن جائیں گے۔

طبری نے بھی "تاریخ طبری: 5810" میں اس روایت کو نقل کیا ہے اور سیوطی نے بھی "تاریخ خلفاء:25"میں اسے ترمذی سے نقل کیا ہے ۔ حاکم نے بھی اسے اپنی مستدرک میں اور ابن جریر نے اپنی تفسیر میں اس روایت کو نقل کیا ہے۔[1]

بنی امیہ کے بارے میں قرآن کی دوسری پیشگوئی

قرآن کریم میں بنی امیہ کو شجرہ ملعونہ سے تعبیر کیاگیا ہے اور ابن ابی الحدید کے مطابق مؤرخین و محدثین عبداللہ بن عباس (پیغمبر اکرم(ص) کے چچا زاد بھائی) سے نقل کرتے ہیں: ایک رات پیغمبر اکرم(ص) نے خواب میں دیکھا کہ بندروں کا ایک گروہ آپ کے منبر کے اوپر چڑھ رہا ہے اور اتر رہا ہے ۔ اس خواب کے بعد آنحضرت بہت پریشان ہوئے ۔گویا اس خواب سے آپ مطمئن نہیں تھے یہاں تک آنحضرت پر سورہ قدر نازل ہوا جوپیغمبر (ص) کے لئے سکون کا باعث بنا۔

----

[۱]۔ معاویہ بن ابی سفیان:۲۵

مفسرین قرآن کی تفسیر کی بناپر درج ذیل آیۂ مبارکہ رسول اکرم(ص) کے اس خواب کی طرف اشارہ ہے ۔ خداوند متعال نے فرمایا:

(وَاِذْ قُلْنٰالَکَ اِنَّ رَبَّکَ أَحٰاطَ بِالنّٰاسِ وَمٰا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِی أَرَیْنٰاکَ اِلاّٰ فِتْنَةً لِلنّٰاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْآنِ وَنُخَوِّفُهُمْ فَمٰا یَزِیْدُهُمْ اِلاّٰ طُغْیٰاناً کَبِیْراً)[۱]

اور جب ہم نے کہہ دیا کہ آپ کا پروردگار تمام لوگوں کے حالات سے باخبر ہے اور جو خواب ہم نے آپ کو دکھلایا ہے وہ صرف لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ ہے جس طرح کہ قرآن میں قابل لعنت شجرہ بھی ایسا ہی ہے اور ہم لوگوں کو ڈراتے رہتے ہیں لیکن ان کی سرکشی بڑھتی ہی جارہی ہے۔[۲]

پیغمبر اکرم(ص) اس خواب کے بعد بہت زیادہ پریشان تھے یہاں تک کہ بعض کہتے ہیں:اس کے بعد وقتِ آخر تک رسول خدا(ص) کے لبوں پر مسکراہٹ نہیں آئی۔

اس آیت میں شجرہ ملعونہ (وہی بنی امیہ کے حکمران)کی طرف واضح اشارہ ہوا ہے۔

۴۱ ھ میں معاویہ کے ساتھ حضرت امام حسن علیہ السلام کی صلح کے بعد سفیان بن ابی لیلیٰ حضرت امام حسن علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے کہا:اے مؤمنوں کو رسوا کرنے والے تم پر سلام ہو!

حضرت امام حسن علیہ السلام نے فرمایا:بیٹھو، خدا تم پر رحمت کرے؛ پیغمبر اکرم(ص) پر بنی امیہ کی بادشاہی واضح ہو گئی تھی اور آپ نے خواب میں یوں دیکھا تھا کہ وہ ایک کے بعد ایک آپ کے منبر پر جا رہے ہیں۔اس کام سے رسول خدا(ص) بہت پریشان ہوئے اور خدا نے اس بارے میں قران کریم کی یہ آیات نازل فرمائیں اور پیغمبر(ص) سے یوں خطاب ہوا:" اور جو خواب ہم نے آپ کو دکھلایا ہے وہ صرف لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ ہے جس طرح کہ قرآن میں قابل لعنت شجرہ بھی ایسا ہی ہے...."۔

----

[۱]۔ سورۂ اسراء، آیت:۶۰

[۲] ۔ اس آیۂ شریفہ میں ایک بہت خوبصورت تلمیح استعمال ہوئی ہے اور وہ "یزید "کا نام ہے اور یہ موضوع کہ بہت بڑا ظالم و سرکش ہے

میں نے اپنےبابا علی علیہ السلام (ان پر خدا کی رحمت ہو) سے سنا ، آپ نے فرمایا:

جلد ہی امت کی خلافت موٹی گردن اور موٹے پیٹ والا شخص سنبھالے گا۔

میں نے پوچھا :وہ کون ہے؟

فرمایا:وہ معاویہ ہے۔

میرےبابا نے مجھ سے فرمایا:قرآن نے بنی امیہ کی حکمرانی اور اس کی مدت کی خبر دی ہے اور خداوند متعال نے فرمایا ہے:"شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے" اور پھر فرمایا:یہ ہزار مہینے بنی امیہ کی مدت حکومت ہے۔[1]

اس روایت میں ایک اور پیشگوئی بھی ہوئی ہے کہ جو اس کی صحت پر دوسری دلیل ہے اور وہ یہ ہے:بنی امیہ کی مدت ہزار ماہ ہی ہوگی اور اس مدت کے دوران خاندان عصمت و طہارت علیہم السلام اور تمام لوگوں پر کیسے کیسے مظالم کئے جائیں گے۔

اہلسنت کے معروف علماء نے متعدد روایات میں بنی امیہ کے فتنہ کے بارے میں قرآن کی پہ آیات نقل کی ہیں کہ جو ان سب لوگوں کے لئے عبرت کا وسیلہ ہونی چاہئیں کہ جو معاویہ اور تمام بنی امیہ کو مثبت نظر سے دیکھتے ہیں۔

ان روایات مس بنی امیہ کو کفر کے امام اور دین کے دشمنوں کے طور پر متعارف کروایا گیا ہے ۔ اس بناء پر اہل سنت میں ایسا گروہ کہ جومعاویہ کو مسلمان اور رسول خدا(ص) کا خلیفہ سمجھتا ہے !وہ اپنے عقیدے میں تجدید نظر کریں اور اپنے دل سے ان کی محبت کو نکال دیں ۔

کیا ایسا ہوسکتا ہے کہ خود کو ملت اسلام کا جزء اور رسول خدا(ص) کی شریعت کا تابع شمار کرنے والے آنحضرت(ص) کے دشمنوں اور آنحضرت کے خاندان اطہار علیہم السلام کے دشمنوں کا احترام کریں اور انہیں رسول خدا کا جانشین اور خلیفہ سمجھیں؟!

کیا جن کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) نے فرمایا کہ میں نے انہیں بندروں اور خنزیروں کی شکل میں دیکھا ہے،تو کیا ان میں آنحضرت(ص) کے آئین کی قیادت و رہبری کرنے کی صلاحیت ہے؟!

----

[1]۔ اعجاز پیغمبر اعظم(ص) در پیشگوئی از حوادث آئندہ:۳۰۲

۔ "تاریخ بغداد"میں خطیب بغدادی کہتے ہیں: رسول اکرم(ص) نے فرمایا:

أریت بن أُمیّة فی صورة القردة و الخنازیر، یصعدون منبر، فشق ذلک فأنزلت (اِنّٰا أَنْزَلْنٰاهُ فِی لَیْلَةِ الْقَدْرِ)

مجھے بنی امیہ دکھلائے گئے ، وہ بندروں اور خنزیروں کی شکل میں میرے ممبر پر چڑھیں گے، یہ مجھ پر سخت ناگوار گذرا پس یہ آیت نازل ہوئی:"

۔نیز کہا ہے ، پیغمبر اکرم(ص) نے فرمایا:

أریت بن أُمیّة یصعدونمنبر، فشق علیّ فأنزلت (اِنّٰا أَنْزَلْنٰاهُ فِی لَیْلَةِ الْقَدْرِ)[1]

مجھے بنی امیہ دکھلائیگئے ، وہ میرے ممبر پر چڑھیں گے اور یہ مجھ پر سخت ناگوار گذرا پس یہ آیت نازل ہوئی:"بیشک ہم نے اسے شب قدر میں نازل کیا ہے"۔

سیوطی نے "الدر المنثور"میں نقل کیاہے:

رأء رسول اللّٰه (ص) بن فلان ینزون علی منبره نزو القردة، فساء ذلک ، فما استجع ضاحکاًحتّی مات وأنزل اللّٰه:(وَمٰاجَعَلْنَا الرُّؤْیَاالَّتِی أَرَیْنٰاکَ اِلاّٰ فِتْنَةً لِلنّٰاسِ)۔

رسول اکرم(ص) نے دیکھا ، بنی امیہ ان کے ممبر پر بندروں کی طرح اچھل رہے ہیں۔پس آپ اس سے بہت پریشان ہوئے اور اس واقعہ کے بعد کسی کے سامنے نہیں مسکرائے یہاں تک ، اس دنیا سے چلے گئے ۔خداوند کریم نے یہ آیت نازل فرمائی:" اور جو خواب ہم نے آپ کو دکھلایا ہے وہ صرف لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ ہے"۔نیز سیوطی نے روایت کی ہے ، رسول خدا(ص) نے فرمایا: أریت بن امیّة علی منابر الأرض وسیتملّکونکم فتجدونھم أرباب سوء

مجھے بنی امیہ دکھلائے گئے ، وہ زمین کے ممبروں پر چڑھے ہوئے ہیں اور وہ بہت جلد تمہارے مالک بن جائیں گے!اور پھر تم انہیں برے ارباب پاؤ گے۔

----

[1]۔ معاویہ بن ابی سفیان:۳۸ ،تاریخ بغداد:۴۴۹

واهتمّ رسول اللّه (ص) لذلک: فأنزل اللّه (وَماجَعَلْنَاالرُّؤْيَاالَّتِی أَرَيْنٰاکَ اِلاّٰ فِتْنَةً لِلنّٰاسِ)[1]

پیغمبر اکرم (ص) اس واقعہ سے بہت پریشان و غضبناک وئے پس خداوند کریم نے یہ آیت نازل فرمائی:" اور جو خواب ہم نے آپ کو دکھلایا ہے وہ رف لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ ہے"۔

حکَم اور اس کے بیٹوں کے بارے میں قرآن کی پیشنگوئی

بنی امیہ کی حکومت کے بارے میں نقل ونے والی پیشنگوئیوں میں سے پ پیشنگوئیاں ان ب کے بارے میں ہیں اور پ پیشنگوئیاں ان میں سے منصوص افراد کے بارے میں ہیں۔جیسے ابوسفیان،حکم،یا اس کے کسی بیٹے کے بارے میں وارد ونے والی پیشنگوئیاں۔

ہم اس بارے میں جو روایت ذکر کریں گے ،وہ روایت اہلسنت کے شہور علماء نے اپنی کتابوں میں نقل کی ہیں۔

سیوطی نے اپنی تفسیر میں ابن ابی حاتم سے اور اس نے مر کے بیٹے سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم(ص) نے فرمایا:

میں نے حکم بن ابی العاص کے بیٹوں کو اپنے منبر پر دیکھا گویا وہ بندروں کی طرح تھے، خداوند نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

(وَما جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِی أَرَيْنٰاکَ اِلاّٰ فِتْنَةً لِلنّٰاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ)[2]

اور جو خواب ہم نے آپ کو دکھلایا ہے وہ رف لوگوں کی آزمائش کا ذریعہ ہے جس طرح کہ قرآن میں قابل لعنت شجرہ بھی ایسا ہی ہے۔ "شجرہ ملعونہ"سے حکم اور اس کے بیٹے مراد ہیں۔

نیز سیوطی نے عائشہ سے روایت کی ہے کہ اس نے مروان بن حکم سے کہا:

میں نے رسول خدا(ص) سے سنا ہے کہ وہ تمہارے باپ اور دادا سے فرما رہے تھے:

----

[1]۔ معاویہ بن ابی سفیان:۲۸،الدر المنثور:ج۴ص۱۹۱

[2]۔ سورہ اسراء،آیت:۶۰

انکم الشجرة الملعونة فی القرآن

تم ہی وہ شجر و جس پر قرآن میں لعنت کی گئی ہے۔[1]

آلوسی نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے ۔ رسول اکرم(ص) نے فرمایا:

رأیت ولد الحکم بن ابی العاص علی المنابرکأنّہم القردة، و أنزل اللّٰہ تعالی فی ذلک: (وَمٰا جَعَلْنٰا....)،والشجرة الملعونة الحکم وولده

میں نے حکم بن ابی العاص کے بیٹوں کو منبروں پر دیکھا گویا وہ بندر وں کی طرح تھے۔خداوند نے اس بارے میں یہ آیت (وَمٰا جَعَلْنٰا..)نازل فرمائی ۔اور شجر ملعو ۔ حکم اور اس کے بیٹے ہیں۔[2] قر ی نے بھی اپنی تفسیر میں نقل کیا ہے:

انه رأء فی المنام بن مروان علی منبره نزو القردة، فساء ذلک فقیل:انّما ه الدّنیا أعطوها، فسرّی عنه و ما کان له بمکّة منبر و لکنّه یجوز أن یری بمکّة رؤیا المنبر بالمدینة

رسول اکرم(ص) نے عالم خواب میں دیکھا ۔ بنی مروان آپ کے منبر پر بندروں کی طرح اچھل رہے ہیں ۔آپ اس واقعہ سے بہت پریشان وئے تو آنحضرت سے کہا گیا ۔ یہ دنیا ہے ۔ جو انہیں دی جائے گی۔اس سے آپ کا غم ہلکا وا اور اس زمانے میں آنحضرت کا مکہ میں کوئی منبر نہیں تھا لیکن آپ نے مکہ میں عالم خواب میں وہی منبر دیکھا تھا ۔ جو مدینہ میں تھا۔[3]

شوکانی نے اپنی تفسیر میں یہ روایت ذکر کی ہے ۔ پیغمبر اکرم(ص) نے فرمایا: رأیت ولد الحکم بن ابی العاص علی المنابر کأنّھم القردة ، فأنزل اللّٰہ ھذه الآیة میں نے حکم بن ابی العاص کے بیٹوں کو منبروں پر دیکھا گویا وہ بندروں کی طرح تھے،پس خدا نے یہ آیت (وَمٰا جَعَلْنٰا...)نازل فرمائی ۔[4]

----

[1]۔ معاویہ بن ابی سفیان:۲۸،الدر المنثور:ج۴ص۱۹۱

[2]۔ معاویہ بن ابی سفیان:۲۹،روح المعانی:ج۴ص۱۹۱

[3]۔ معاویہ بن ابی سفیان:۳۱،الجامع لأحکام القرآن:ج۱۰ص۲۸۳

[4]۔ معاویہ بن ابی سفیان:۳۱،فتح القدیر:ج۳ص۲۹۸

فخر رازی نے بھی اپنی تفسیر میں اس آیت مبارکہ کے بارے میں روایت کی ہے:

.... رأى رسول اللّٰہ(ص)ف المنام انّ ولد مروان یتداولون منبره، فقصّ رؤیاه علی أبی بکر و عمر و قد خلا ف بیته معهما، فلمّا تفرّقوا سمع رسول اللّٰہ (ص) الحکم یخبر رسول اللّٰہ (ص)، فاشتدّ ذلک علیه و ممّا یؤکده هذا التأویل قول عایشه لمروان: لعن اللّٰہ أباک و أنت ف صلبه، فأنت بعض من لعنه اللّٰہ[1]

.... رسول خدا(ص) نے خواب میں دیکھا کہ مروان کے بیٹے آپ کے منبر پر چڑھ رہے ہیں۔آپ نے اپنا خواب ابوبکر و عمر سے بیان کیا کہ جو پیغمبر(ص) کے گھر میں آپ کے ساتھ تنہا تھے ۔ جب وہ چلے گئے تو رسول خدا(ص) نے سنا کہ حکم نے یہ واقعہ پیغمبر(ص) سے نقل کیا ہے ۔ یہ واقعہ آپ پر سخت ناگوار گذرا (کہ ان دو افراد نے آپ کا فرمان حکم تک پہنچا دیا) اس آیت کی تاویل پر جو چیز تاکید کرتی ہے وہ عائشہ کا مروان سے کہا گیا قول ہے کہ خداوند نے تمہارے باپ پر لعنت کی ہے جب کہ تم اس کے صلب میں تھے پس تم پر بھی خدا کی لعنت ہے۔سیوطی نے بھی اس آیت کی تاویل میں یہ روایت دوسری عبارت میں نقل کی ہے:

.... رأى رسول اللّٰہ (ص) بن الحکم بن أب یالعاص ینزون علی منبره نزو القردة، فساء ذلک، فما استجمع ضاحکاً حتّی مات و أنزل اللّٰہ فی ذلک (وَمٰا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِی أَرَیْنٰاکَ اِلاّٰ فِتْنَةً لِلنّٰاسِ)[2]

پیغمبراکرم(ص) نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے منبروں پر حکم بن ابی العاص کے بیٹے بندروں کی طرح اچھل رہے ہیں ۔ اس واقعہ کے بعد آپ بہت پریشان ہوئے اور دنیاسے جاتے وقت تک کسی نے آپ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا ۔

----

[۱]۔ معاویہ بن ابی سفیان:۳۱،جامع البیان:ج۹ص۱۱۲

[۲]۔ معاویہ بن ابی سفیان:۳۲،۳۳،تاریخ الخلفاء:۲۶

زمخشری نے بھی اپنی تفسیر میں اس آیت کی تاویل کو دوسری طرح نقل کیا ہے:اس نے اس آیت مبارکہ (وَمٰا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِی أَرَیْنٰاکَ اِلاّٰ فِتْنَةً لِلنّٰاسِ) کے بارے روایت کی ہے:

رأی فی المنام أنّ ولد الحکم یتداولون منبره کما یتداول الصبیان الکرّة۔[1]

پیغمبر اکرم(ص) نے خواب میں دیکھا ۔ حکم کے بیٹے آپ کے منبر پر اس طرح کھیل رہے ہیں ۔ جس طرح بچے گیند سے کھیلتے ہیں۔

پیغمبر اکرم(ص) اور امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشینگوئیوں کا راز

پیشنگوئیاں مستقبل کے لوگوں کا رسول اکرم(ص) کے ساتھ ارتباط اور ان بزرگ ہستیوں کے صحیح عقائد سے آشنا ہونے کا ذریعہ ہیں۔ جنہوں نے پیغمبر اکرم(ص) کے زمانے کو درک نہیں کیا اور جو آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہونے اور آپ کے ارشادات سے استفادہ کرنے سے محروم تھے اور ہیں،لیکن وہ مستقبل کے بارے میں آنحضرت کے بیان کئے گئے فرمودات کی طرف رجوع کرکے رسول خدا(ص) کی نظر میں آنے والے واقعات کا تجزیہ کر سکتے ہیں اور وہ یہ جان سکتے ہیں ۔ جو واقعات آنحضرت کے زمانے کے بعد وقوع ہوئے۔یا وقوع پذیر ہوں گے ،ان کے بارے میں رسول اکرم(ص) نے کیا فرمایا ہے۔

پیشنگوئیوں اور آئندہ کے حوادث کو بیان کرنے سے خاندان وحی علیہم السلام کا مقصد یہ تھا ۔ مستقبل کے لوگ اپنے زمانے میں پیش آنے والے واقعات سے آگاہ ہوں اور کھلی آنکھوں سے ان کا مشاہدہ کریں اور ان کے مقابلے میں ہوشیار رہیں۔

اگرچہ خاندان وحی علیہم السلام نے گذشتہ زمانے میں اپنے پاس موجود لوگوں سے اپنے فرامین بیان کئے لیکن ان کے فرامین ہر اس شخص کے لئے ہیں ۔ جنہوں نے ان حوادث کا سامنا کیا یاسامنا کریں گے۔اسی طرح اس زمانے کے بعد زندگی گزارنے والے لوگوں کو گذشتہ تاریخ سے آگاہ ہونا چاہئے اور انہیں یہ جاننا چاہئے ۔ ان واقعات کے بارے میں رسول خدا(ص) اور دین خدا کے پیشواؤں کا کیا اعتقاد تھا۔

----

[1]۔ معاویہ بن ابی سفیان:۳۴،الکشّاف:ج۲ص۶۷۶

اس بناء پر جس زمانے کے بارے میں بھی خاندان وحی علیہم السلام نے کسی واقعہ کی پیشنگوئی کی ہو تو اس زمانے کے لوگوں (اور اس زمانے کے بعد زندگی گذارنے والوں) کو ان سے آگاہ ہونا چاہئے تا کہ آنکھیں بند کرکے گمراہی کی طرف نہ چلے جائیں اور گمراہ کرنے والی سازشوں سے دھوکا نہ کھائیں۔

پس خاندان وحی علیہم السلام کی طرف سے پیشنگوئیوں کو بیان کرنے کا ایک راز یہ ہے کہ آئندہ آنے والے لوگ اپنے زمانے کے حوادث و واقعات سے آگاہ ہوں اور گمراہ کرنے والوں کی سازشوں سے محفوظ رہیں اور گمراہی کی وادی میں قدم نہ رکھیں۔

ایک بہت ہی اہم نکتہ کہ جس کی طرف توجہ اور غور و فکر کرنا بہت ضروری ہے،وہ یہ ہے کہ حدیث لکھنے سے منع کرنے کے اسباب وعلل میں سے ایک رسول اکرم(ص) کی احادیث میں پیشنگوئیوں کے انتشار کو روکنا تھا۔کیونکہ رسول اکرم(ص) کی حدیثوں کی وجہ سے لوگ آئندہ کے حالات اور جنم لینے والے فتنوں سے آگاہ ہورہے تھے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ بہت سے افراد کی ہوشیاری اور بیداری کے لئے مؤثر تھیں۔

رسول اکرم(ص) کی پیشنگوئیوں سے آگاہ افراد کے لئے یہ حقیقت واضح و روشن ہے اور سب لوگوں کو ان سے آگاہ ہونے کے لئے حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے سپہ سالار جناب عمار یاسر کی شہادت کے بارے میں رسول خدا(ص) کی پیشنگوئی کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

ہم آئندہ اس بارے میں بحث کریں گے تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ آنحضرت کی پیشنگوئیوں نے کس طرح شام کے لشکر میں اختلافات پیدا کر دیئے اور ان میں سے بہت سے لوگ امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے ساتھ کیوں مل گئے حتی کہ پیشنگوئیوں کے اثرات اتنے گہرے تھے کہ معاویہ اور عمرو عاص کے درمیان اختلافات پیدا ہو گئے اور نزدیک تھا کہ اس کی وجہ سے شام کے لشکر کو شکست کا سامنا کرنا پڑے۔

بنی امیہ کے بارے میں رسول اکرم(ص) کی پیشنگوئیاں

معاویہ، اس کی حکومت اور بنی امیہ کے پورے خاندان کے بارے میں رسول اکرم(ص) کی پیشنگوئیاں یہ بنیادی نکتہ بیان کرتی ہیں کہ اموی نے رسول خدا(ص) کے فرامین پر توجہ نہیں کی اور حکومت کی کرسی پر ٹیک لگا کر آنحضرت کے حقیقی جانشینوں کو ان کے حق سے محروم کر دیا۔

مختلف پروپگنڈوں، جعلی اور من گھڑت افواہوں کے ذریعہ اکثر لوگوں (جو اسلام کے اصولوں سے آشنا نہیں تھے) کو دھوکا دیا اور خود کو رسول خدا(ص) کا حقیقی جانشین اور سچے خلفاء کے عنوان سے پیش کیا! رسول خدا(ص) کی پیشنگوئیاں صرف ان لوگوں کی گمراہی کی واضح دلیل نہیں تھیں کہ جنہوں نے امویوں سے دل لگایا اور ان کے ساتھ مل کر دین کی کمر توڑی ، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ گمراہ کرنے والے اموی خاندان کی گمراہی کی بھی دلیل تھیں۔ حیرت کا مقام ہے کہ تدوین حدیث کے بارے میں عمر کی ان تمام سختیوں اور ممانعت (اس نے رسول خدا(ص) کے فرمودات کو پھیلانے سے منع کر دیا) کے باوجود لوگوں میں آئندہ کے منحوس حوادث کے بارے آنحضرت (ص) کی پیشنگوئیاں عام ہوئیں کہ جن سے صرف اس زمانے کے سیاستدان ہی نہیں بلکہ عام لوگ بھی آگاہ ہوئے۔ اس نکتہ کی یاد دہانی ضروری ہے کہ رسول اکرم(ص) اور امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشنگوئیوں کا تذکرہ صرف شیعہ بزرگ علماء نے ہی اپنی کتابوں میں نہیں کیا بلکہ اہلسنت کے مؤرخین اور بزرگ علماء نے بھی انہیں اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے اور یوں لوگوں کا امویوں کے کردار و رفتار کو پہچاننے اور ان سے آشنا ہونے کے لئے حجت تمام ہوئی ہے۔

بنی امیہ کی حکومت کے بارےمیں رسول اکرم(ص) کی پیشنگوئی

پیغمبر اکرم(ص) نے بنی امیہ اور ان کے بعض افراد کے بارے میں پیشنگوئیاں کیں اور لوگوں کو اسلام کے ساتھ ان کی دشمنی اور نفاق سے آگاہ کیا۔جناب ابوذر نے آنحضرت سے معاویہ کے بارے میں جو پیشنگوئی نقل کی،ہم ابن ابی الحدید کے قول کے مطابق

یہ مطالب ذکر کریں گے ۔جب بھی عاص کی اولاد کی تعداد تیس تک پہنچ جائے گی تو اس کے بارے میں رسول اکرم(ص) نے یہ مطالب بیان فرمائے ہیں۔اب ہم ان تیس افراد کے بارے میں یعقوبی(اہلسنت کے ایک مؤرخ) کی واضح عبارت سے آنحضرت کی پیشگوئی بیان کرتے ہیں۔

وہ کہتے ہیں: معاویہ نے عثمان کو لکھا کہ تم نے ابوذر کے ذریعے اپنے لئے شام کو تباہ کر لیا۔

پس اس کے لئے لکھا کہ اسے بے جاوہ سواری پر سوار کرو۔

اس طرح انہیں مدینہ لایا گیا جب کہ ان کے دونوں زانوں کا گوشت اگ و چکا تھا۔پس جب وہ آئے تو اس کے پاس ایک گروہ وجود تھا،اس نے کہا:مجھ سے کہا گیا ہے کہ تم یہ کہتے ہو:میں نے پیغمبر سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے:

اذا کملت بنو امیّة ثلاثین رجلاً اتّخذوا بلاد اللّٰہ دولاًوعباد اللّٰہ خولاً،و دین اللّٰہ دغلاً

جب بھی بنی امیہ کی تعداد تیس افراد تک پہنچ گئی تووہ خدا کی زمین کو اپنی ملکیت سمجھیں گے۔ خدا کے بندوں کو اپنا نوکر اور خدا کے دین کومکاری و فساد سمجھیں گے۔

کہا: ہاں؛ میں نے پیغمبرخدا(ص) سے سنا تھا کہ آپ نے ایسا ہی فرمایا۔

پھر ان سے کہا:کیا تم لوگوں نے رسول خدا (ص) سے یہ سنا ہے تو بیان کرو؟پھر حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام کے پاس بھیجا اور آنحضرت اس کے پاس آئے۔

ان سے کہا:اے ابوالحسن! کیا آپ نے پیغمبر خدا(ص) سے یہ حدیث سنی ہے کہ جسے ابوذر بیان کر رہے ہیں؟اور پھر حضرت علی علیہ السلام سے سارا واقعہ بیان کیا گیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:ہاں

اس نے کہا:آپ کس طرح گواہی دے رہے ہیں؟فرمایا:

رسول خدا(ص) کے اس فرمان کی روشنی میں:

"ما اظلّت الخضراء ولاأقلّت الغبراء ذا لهجة أصدق من ابی ذر"[1]

آسمان نے سایہ نہیں کیا اور زمین نے کسی کو خود پر جگہ نہیں دی ، جو ابوذر سے زیادہ سچا ہو۔

پس ابوذر مدینہ میں چند دن ہی تھے ، عثمان نے ان کے پاس کسی کو بھیجا اور کہا ، خدا کی قسم تم مدینہ سے باہر چلے جاؤ۔

ابوذر نے کہا:کیا تم مجھے حرم رسول خدا(ص) سے نکال رہے ہو؟

کہا:ہاں؛جب کہ تم ذلیل وخوار ہو!

ابوذرنے کہا:میں مکہ چلا جاؤں ؟

کہا : نہیں

پھر کہا:کیا بصرہ چلا جاؤں؟

کہا: نہیں

ابوذر نے کہا:پس پھر کوفہ چلا جاؤں؟

کہا: نہیں؛ لیکن ربذہ چلے جاؤ ، جہاں سے آئے تھے تا کہ وہیں مر جاؤ۔اے مروان اسے باہر نکال دو اور کسی کو اس سے بات کرنے کی اجازت نہ دو یہاں تک کہ یہ یہاں سے باہر نکل جائے۔ پس ابوذر کو ان کی زوجہ اور بیٹی کے ساتھ اونٹ پر سوار کر کے باہر نکال دیا گیا۔ حضرت علی علیہ السلام، امام حسن علیہ السلام،امام حسین علیہ السلام،عبداللہ بن جعفر اور عمار بن یاسر جناب ابوذر سے ملنے کے لئے شہر سے باہر آئے اور جب ابوذر نے حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا تو آگے بڑھے اور آپ کی دست بوسی کی اور پھر رونا شروع کر دیا اور کہا:میں جب بھی آپ کو اور آپ کے بیٹوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے پیغمبر اکرم(ص) کا فرمان یاد آجاتا ہے اور رونے کے علاوہ میرے پاس اور کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

----

[1]۔ نہج البلاغہ ابن ابی الحدید:۲۸۳

حضرت علی علیہ السلام ان سے بات کرنے کے لئے گئے لیکن مروان نے کہا:امیر المؤمنین ! نے منع کیا ہے ۔ کوئی بھی ان کے ساتھ بات نہ کرے۔

حضرت علی علیہ السلام نے تازیانہ اٹھایا اور مروان کے اونٹ پر مارا اور کہا:دور ہو جاؤ؛ خدا تمہیں آگ میں جلائے۔ اور پھر آپ نے جناب ابوذر کو الوداع کیا اور ان کے ساتھ گفتگو کی ۔ جن کی تفصیلات بہت طولانی ہیں۔[۲][۳]

اس روایت میں پیغمبر اکرم(ص) کے فرمان کی بناء پر جب بنی امیہ کے افراد کی تعداد تیس ہو جائے گی تو وہ نہ صرف ممالک کو اپنا مال ،خدا کے بندوں کو اپنا نوکر و فرمانبردار سمجھیں گے بلکہ اصل دین کو مکاری و فساد قرار دیں گے۔اور یہ خود اس چیز کی دلیل ہے ۔ ان کے اسلام کی کوئی بنیاد نہیں تھی بلکہ وہ صرف ایک ظاہری پہلو تھا۔ سب لوگ جانتے ہیں ۔ معاویہ نے خدا کے پاک بندے اور رسول خدا(ص)کے محبوب صحابی،جناب ابوذر کے ساتھ کیسا سلوک کیا۔

حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی بنی امیہ کی حکومت کے بارے میں "الغارات " سے منقول پیشنگوئی

زر بن حبیش کہتے ہیں:حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے جنگ نہروان کے ختم ہونے کے بعد لوگوں کو خطبہ دیا اور خدا کی حمد و ثنا اور درود و سلام کے بعد یوں فرمایا:

اے لوگ!میں نے فتنہ کی آگ کو بجھا دیا اور ان کی آنکھیں کھول دیں،اور سب پر حقیقت کو آشکار کر دیا۔میرے علاوہ کسی میں یہ جرأت نہیں تھی ۔ خود کو اس فتنہ میں داخل کرے اور یہ فتنہ جنم دینے والوں کے خلاف جنگ و جہاد کے لئے اٹھے۔

(ابن ابی لیلیٰ کی حدیث میں آیا ہے ۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:)میرے علاوہ کوئی اور نہیں تھا ۔ جو فتنہ کی آنکھیں کھولے اور لوگوں کے لئے حقائق و واقعات آشکار کرے،اگر میں تم لوگوں میں نہ ہوتا تو کوئی بھی اہل جمل و نہروان کے ساتھ جنگ نہ کرتا۔

----

[۲]۔ نہج البلاغہ

[۳]۔ تاریخ یعقوبی:ج۲ص۶۷

خدا کی قسم! اگر اپنے برے اعمال سے دستبردار نہ ہوئے اور فساد سے پرہیز نہ کیا تو میں وہ بتادوں گا جو اس واقعہ کے بارے میں رسول خدا(ص) کی زبان سے سنا تھا، میں کہنے والی باتیں کہوں گا تاکہ سائل واضح ہو جائیں اور سب پہچانیں جائیں۔

آج جو اہل فتنہ کے ساتھ جنگ کر نے والوں کے لئے حقائق واضح و روشن ہیں اور وہ بصیرت سے جنگ کر رہے ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ فتنہ انگیز لوگ گمراہ ہیں اور وہ فتنہ برپا کرنے والوں کے ساتھ جہاد میں ثابت قدم اور راہ راست پر ہیں۔

اس کے بعد حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا: مجھ سے سوال کرو اس سے پہلے کہ تم مجھے کھو دو، میں مر جاؤں یا قتل ہو جاؤں گا؛بلکہ قتل ہی ہوں گا،اب انتظار میں ہوں تاکہ بدترین شخص میری داڑھی کو خضاب کرے اور میرے سر سے خون بہائے۔

اسی وقت حضرت علی علیہ السلام نے اپنا ہاتھ اپنی داڑھی پر پھیرا اور فرمایا:

اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے؛مجھ سے آج سے لے کر قیامت تک کے آئندہ کے واقعات کے بارے میں پوچھو،میں ہر ایک کا جواب دوں گا اور تم میں سے گمشدہ اور ہدایت یافتہ لوگوں کو مطلع کرونگا۔

اسی وقت ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا:یا امیر المؤمنین؛مجھے مشکلات کے بارے میں بتائیں۔

حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

تم لوگ اس زمانے میں ہو کہ جب بھی کوئی سائل سوال کرے تو اس کے سوال پر غور کرو اور سوال کو عقل و درایت سے بیان کرو اور جب بھی کسی سے کوئی سوال پوچھا جائے تو وہ بھی غور و فکر کے ساتھ اور سوچ سمجھ کرجواب دے۔

اب یہ جان لو کے تمہارے پیچھے بہت بڑے حادثات ہیں اور ایک کے بعد دوسرا حادثہ رونما ہو گا یہ مشکلات اور فتنہ انسان کو اندھا اور سرگردان کر دیں گے اور حق و کمال کے نیچے پوشیدہ کردیں گے۔ اس خدا کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیااور مخلوقات کو خلق کیا؛اگر تم لوگوں نے مجھے کھو دیا اور ناگوار حادثات پیش آئیں ،تمہیں مصیبتیں گھیر لیں اور تم پر بلائیں ٹوٹ پڑیں تو پھر نہ تو سوال کرنے والے سوال کر سکیں گے اور نہ ہی جواب دینے والے جواب دے سکیں گے۔

یہ مصیبتیں اس وقت پیش آئیں گی ، جب جنگ شدت اختیار کر لے گی اور پھیل جائے گی اور سب لوگ اس کی آگ میں گرفتار ہو جائیں گے،اس وقت تم لوگوں پر دنیا تنگ ہو جائے گی اور ہر طرف سے تم پر اور تمہارے خاندان پر بلائیں نازل ہوں گی یہاں تک ، خدا کا وں اور حالات میں آسانی پیدا کرے اور ، باقی بچنے والے نیک افراد ان مصیبتوں سے نجات حاصل کریں۔

اور اب بدر و حنین کے دن پرچم اٹھانے والوں کی مدد کرتا ، تمہاری بھی مدد کی جائے اور تمہیں اس کا اجر دیا جائے،ان پر سبقت ہو اور ، شکلات میں ہلاک ہو جاؤگے اور منہ کے بل زمین پر گر جاؤگے۔

یہاں وہ شخص اٹھا اور اس نے کہا:یا امیرالمؤمنین !مجھے فتنوں سے آگاہ فرمائیں اور آئندہ کے حادثات کے بارے بیان فرمائیں۔حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

جب فتنوں نے سر اٹھایا تو وہ لوگوں کو شبہ میں ڈال دیں گے اور جب پشت کریں گے تو لوگوں کو آگاہ کردیں گے اور حقائق کو آشکار کردیں گے۔جب بھی سامنا کریں گے تو شبہ پیدا کردیں گے اور جب پیٹھ کریں گے تو پہچانے جائیں گے،فتنوں کی مثال ہواؤں کی طرح ہے ، جو بعض شہروں میں تو چلتی ہے اور بعض میں نہیں چلتی۔

اے لوگو!آگاہ ہو جاؤ ، سب سے خوفناک فتنہ بنی امیہ کا فتنہ ہوگا۔وہ اندھا ، تاریک فتنہ ہے ، جس میں کوئی نور و روشنی نہیں ہے،وہ فتنہ ہر جگہ پھیل جائے گا اور ایک گروہ کو مبتلا کر دے گا،جو اہل بصیرت ہوں گے وہ اس فتنہ میں ر پا لیں گے اور جس کا دل اندھا ہو گا اور جس میں بصیرت نہیں ہو گی اور وہ اس میں گرفتار ہو جائیں گے۔

اس اندھے اور گھیرنے والے فتنہ میں ، جس میں حق کا کوئی نام و نشان بھی نہیں ہو گا،اہل باطل حق کے طرفداروں پر غلبہ پالیں گے یہاں تک ، زمین دشمنی اور ظلم وستم سے بھر جائے گی اور ہر طرف بدعت پھیل جائے گی اور سب سے پہلے خداوند اس ظلم و ستم کو ختم کرے گا اور اس کے ستونوں اور بنیادوں کو درہم برہم کر دے گا۔

خدا کی قسم!بنی امیہ برے حکمران ہیں،میرے بعد وہ تمہیں اپنے دانتوں سے چباڈالیں گے،وہ اپنے منہ سے تمہیں کاٹیں گے،اپنے ہاتھوں اور پاؤں سے تمہیں چلیں گے اور تمہیں تکلیفیں پہنچائیں گے اور تمہیں خیرات سے منع کریں گے، وہ تمہارے ساتھ ایسا سلوک کریں گے ، سب لوگ یا تو ان کی اطاعت کریں،یا پھر خاموش رہیں۔

بنی امیہ تم پر ایسی بلائیں نازل کریں گے تا کہ تم سب ان کی طرفداری کرو اور ان کی اطاعت کرو؛جس طرح ایک غلام اپنے آقا کی اطاعت کرتا ہے اور اس کی مدد کرتا ہے،غلاموں کی عادت یہ ہے کہ جب بھی اپنے مولا و آقا کو دیکھتے ہیں تو اس کی اطاعت کرتے ہیں اور جب بھی اس سے دور ہو جائیں تو اسے دشنام دیتے ہیں۔

خدا کی قسم!اگر بنی امیہ تمہیں بیابانوں میں منتشر کر دیں اور تم میں سے ہر کوئی کسی پتھر کے نیچے چھپ جائے تو خداوند تم لوگوں کو ایک دن اکٹھا کرے گا اور وہ دن ان کے لئے بہت برا دن ہو گا۔تم لوگ میرے بعد منتشر گروہ بن جاؤگے جب کہ تم لوگوں کا قبلہ،حج اور عمرہ ایک ہے لیکن دلوں میں ایک دوسرے سے اختلاف ہے اور اس کے بعد اپنی انگلیاں آپس میں ملا دیں۔

ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے کہا:یا امیرالمؤمنین!آپ نے اپنی انگلیاں آپس میں کیوں ملائیں؟

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

ان میں سے ایک اسے قتل کرے گا اور وہ اس کے پاؤں کاٹ دے گا۔فتنہ نُہ جاہلیت کے لوگوں کی طرح ایک دوسرے سے جدا ہو کر گروہ گروہ ہو جائیں گے،انہیں سعادت کا راستہ نہیں ملے گا اور ہدایت کا راستہ بھی نہیں ملے گا۔

اس جماعت کا کوئی راہنما نہیں ہے کہ جو ان کی راہنمائی کرے اور انہیں حق کا راستہ دکھائے۔ہم اہلبیت ان مشکلات اور فتنوں سے نجات پائیں گے اور لوگوں کو فتنوں اور گمراہی کی طرف نہیں ڈھکیلیں گے اور انہیں فساد و تباہی کی طرف نہیں لے کر جائیں گے۔

یہاں ایک شخص پھر کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا:یا امیر المؤمنین؛ہم اس زمانے میں کون سا کام انجام دیں؟

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

جس وقت ہر جگہ فتنہ اور فساد پھیل جائے اور معاشرے میں بدعتیں پیدا ہو جائیں تو تم لوگ اپنے پیغمبر(ص) کی اہلبیت علیہم السلام کی پیروی کرنا،اگر وہ گھر میں بیٹھیں تو تم بھی اپنے گھروں میں رہنا اور اگر انہوں نے قیام کیا اور تم لوگوں کو بھی جنگ کی دعوت دی تو تم ان کی آواز پر لبیک کہنا اور ان کی مدد کرنا۔

تم لوگ وشیارہو۔ ان پر سبقت نہ لینا۔ اس صورت میں تم زمین پر گر جاؤ گے۔

ایک شخص پھر کھڑا ہوا اور اس نے کہا:اے امیر المؤمنین؛اس کے بعد کیا ہو گا؟

حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

اس کے بعد خداوند ہم اہلبیت علیہم السلام کے ذریے فتنوں کوتھام دے گا ۔ جس طرح گوشت سے کھال وکھینچا جاتا ہے۔

میرے ماں باپ اس بہترین کنیز کے فرزند پر قربان ہوں؛وہ اہل فتنہ، تخریب کاروں اور فساد پھیلانے والوں کو ہلاک کرے گا اور انہیں خوار وذلیل کرے گا۔ان کے حلق میں تلخ جام انڈیل دے گا اور سب کو تلوار سے نابود کرے گا اور سب کا خون بہائے گا۔وہ آٹھ ماہ تک تلوار اپنے کندے پر رکھ کے جنگ کرے گا۔

اس وقت قریشی یہ خواہش کریں گے ۔ کاش ایک لمحے کے لئے میں وہاں ہوتا اور ان کی مدد کرتا، اس دن قریشی کہیں گے:

اگر یہ اولاد فاطمہ علیہا السلام میں سے ہوتا تو ہم پر اپنا رحم و کرم کرتا اور ہمارو خیال رکھتا۔

خداوند اسے بنی امیہ پر مسلط کرے گا اور وہ اسے جہاں بھی ملیں گے ، وہ انہیں قتل کرے گا اور ان پر نفرین و لعنت کرے گا۔[1]

حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی بہت ہی اہم پیشگوئی دلالت کرتی ہے ۔ فتنوں اور فتنوں کے ذریے گمراہ کرنے والوں کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہے گا یہاں تک ۔ قائم آل محمد علیہم السلام کے قیام سے پوری دنیا پرفتنہ گروں کی حکومت کا خاتمہ ہو گا اور کائنات کو پھر سے راہ ہدایت نصیب ہو گی۔

----

[1]۔ الغارات و شرح اعلام آن:۳۱

بنی امیہ کی حکومت کے بارے میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی ایک اور پیشن گوئی

حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ کے خطبہ ۱۴۴ کے آغاز میں پیغمبر اور رسول مبعوث کرنے کی حکمت بیان فرمائی اور پھر خطبہ کے ایک حصہ میں گمراہوں کی پہچان اور عبدالملک کے مظالم کا تذکرہ کیا:

امام علی علیہ السلام نے خطبہ کے آغاز میں فرمایا:

بعث اللّٰہ رسله بِما خصّهم بِهِ مِن وحيِهِ، وجعلهم حجّة له على خلقِهِ، لِئلاّ تجِب الحجّة لهم بِترْكِ الِاعذارِ اِليهِم، فدعاهم بِلِسانِ الصِّدقِ اِلى سبِيلِ الحقِّ

....أين الّذِين زعموا أَنَّهم الرّاسِخون فِي العِلمِ دوننا كذباً وبغياً علينا؟ أَن رفعنا اللّٰہ ووضعهم، وأعطانا وحرمهم، وأَدخلَنا وَأخرجهم، بِنا يُستعطَى الهُدى، وَيُسْتجلَى العمى، اِنَّ الْأَئِمَّةَ مِن قريش غُرِسوا فِي هذا البطنِ مِن هاشِم، لا تصلح على سِواهم، ولا تصلُح الوُلاة مِن غيرِهم

پروردگار نے مرسلین کرام کو مخصوص وحی سے نواز کر بھیجا اور انہیں اپنے بندوں پر اپنی حجت بنا دیا تاکہ بندوں کی یہ حجت تمام نہ ہونے پائے کہ ان کے عذر کا خاتمہ نہیں کیا گیا۔پروردگار نے ان لوگوں کو اسی لسان صدق کے ذریعہ راہ حق کی طرف دعوت دی ہے۔ ....کہاں ہیں وہ لوگ جن کا خیال یہ ہے کہ ہمارے بجائے وہی راسخون فی العلم ہیں؟اور یہ خیال صرف جھوٹ اور ہمارے خلاف بغاوت سے پیدا ہوا ہے کہ خدا نے ہمیں بلند بنا دیا ہے اور انہیں پست رکھا ہے،ہمیں کمالات عنایت فرما دیئے ہیں اور انہیں محروم رکھا ہے،ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر لیا ہے اور انہیں باہر رکھا ہے، ہمارے ہی ذریعہ سے ہدایت طلب کی جاتی ہے اور اندھیروں میں روشنی حاصل کی جاتی ہے۔یاد رکھو قریش کے سارے امام جناب ہاشم کی اسی کشف زار میں قرار دیئے گئے ہیں۔[1] اور یہ امامت نہ ان کے علاوہ کسی کو زیب دیتی ہے اور نہ ان سے باہر کوئی ان کا اہل ہو سکتا ہے۔ (ولایت و امامت اور رہبری و قیادت صرف خاندان ہاشم سے مخصوص ہے)

----

[1] ۔ امام علیہ السلام کا یہ سخن گویا واقعہ سقیفہ کی طرف اشارہ ہے۔ جب انصار نے خلافت کا دعوی کیا تو ابوبکر نے کہا: الأئمة من قریش" اور اپنے اس کلام سے اس نے انصار کے دعوی کو رد کیا۔ امام علیہ السلام فرماتے ہیں: جی ہاں؛ امام قریش سے ہیں لیکن قریش کے کسی بھی طائفہ سے نہیں بلکہ صرف خاندان ہاشم سے ہیں ۔امیر المؤمنین علی علیہ السلام باپ کی طرف سے بھی اور ماں کی طرف سے بھی ہاشمی ہیں۔

آثروا عاجِلاً، وأَخَّروا آجِلاً، وتركوا صافِياً، وشرِبوا آجِناً كأَنّ أنظر اِلى فاسِقِهِم وقد صحِب المنكر فألِفه، وَبَسِئ بِهِ ووافقه، حتى شابت عليهِ مفارِقه، وصُبِغت بِهِ خلائِقه،ثمّ أَقبل مُزبِداً كالتّيّارِ لا يبالِى ما غرّق، أو كَوَقْع النّارِ فى الهَشيمِ لا يحفِل ما حرَّق

(بنی امیہ) ان لوگوں نے حاضر دنیا کو اختیار کر لیا ہے اور دیر میں آنے والی آخرت کو پیچھے ہٹا دیا ہے، صاف پانی کو نظر انداز کر دیا ہے اور گندہ پانی کو پی لیاہے،گویا میں ان کے فاسق کو دیکھ رہا ہوں جو منکرات سے مانوس ہے اور برائیوں سے ہم رنگ و ہم آہنگ ہوگیا ہے،یہاں تک کہ اسی ماحول میں اس کے سر کے بال سفید ہو گئے ہیں اور اسی رنگ میں اس کے اخلاقیات رنگ گئے ہیں۔اس کے بعد ایک سیلاب کی طرح اٹھا ہے جسے اس کی فکر نہیں ہے کہ کس کو ڈبو دیا ہے اور بھوسہ کی ایک آگ ہے جسے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ کیا کیا جلا دیا ہے۔

امام علی علیہ السلام نے اس خطبہ میں ایک شخص کو مدنظر رکھا ہے کہ برائی، پلیدی اور ناپاکی اس کی طبیعت کا حصہ بن گئی ہیں ۔ امام علیہ السلام کا مورد نظر شخص ذات و صفات کے لحاظ سے ناپاک اور بد طینت ہے اور اسی بد طینتی کے ساتھ وہ بوڑھا ہو جائے گا۔

ان دونوں طرح کے اشخاص میں فرق ہے کہ جو کبھی جہالت و نادانی یا دنیا طلبی یا غرور کی وجہ سے کوئی ناپسندیدہ کام انجام دے اور اپنے گناہ و معصیت کی طرف متوجہ ہوکر توبہ کرے اور اس نے جو برا انجام دیا ہو اس پر پشیمان ہو، اور جو ناپسندیدہ کام اور برائیاں اس طرح سے انجام دے کہ یہ اس کی شخصیت کا حصہ بن جائیں تو اس صورت میں وہ اپنے اعمال کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور اپنے کام کی برائی اور اچھائی کو سمجھنے سے عاجز ہوتا ہے۔

ہندو شاہ "تجارب السلف" میں کہتا ہے:ایک دن عبدالملک مروان نے سعید بن مسیب سے کہا: میں ایسا بن گیا ہوں کہ اگر کوئی اچھا کام کروں تو خوش نہیں ہوتا اور اگر کوئی شر برپا کروں تو میں غمگین نہیں ہوتا۔

سعید نے کہا: "الآن تکامل فیک موت القلب"

اب تمہارے دل کی موت مکمل ہو گئی ہے۔

عبدالملک مروان ان میں سے ہے ۔ جس نے اپنی حکومت کے اکیس سال کے دوران بے شمار شرمناک کام انجام دیئے ہیں: جن میں سے ایک حجاج بن یوسف ثقفی کو منتخب کرنا تھاجو عراق کی حکومت کے لئے عرب کا مشہور خونخوار تھا۔

حجاج کے قیدخانہ میں کئی ہزار قیدی تھے جن میں سے اکثر سادات بنی ہاشم ،قرآن کے قاری،اسلام کے فقہاء اور حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے شیعہ تھے۔اس نے حکم دیا تھا ۔ زندان میں قیدیوں کو نمک ملا پانی دیا جائے اور کھانے کی بجائے گدے کا فضلہ۔[1]

اس کا دوسرا گناہ خانہ کعبہ کو آگ لگانا اور اسے ویران کرنا تھا۔

فاسق سے امام علی علیہ السلام کی مراد کون ہے؟اس کے بارے میں نہج البلاغہ کے شارحین نے مختلف اقوال بیان کئے ہیں۔ابن میثم کہتے ہیں:ممکن ہے فاسق سے ان کی مراد عبدالملک مروان ہو اس صورت میں اس ضمیر سے مراد بنی امیہ ہیں۔

لیکن ابن ابی الحدید کہتے ہیں: میرے نزدیک بعید نہیں ہے ۔ فاسق سے مراد وہ لوگ ہوں ۔ جنہیں صحابی تو کہلا جاتا ہے لیکن ان کی روش بہت بری تھی جیسے مغیرۃ بن شعبہ، مروعاص، مروان بن حکم،معاویہ اور چند دوسرے لوگ.....

ممکن ہے ۔ امام علیہ السلام کی مراد وہی معاویہ بن ابی سفیان ہو کیونکہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد معاویہ نے بیس سال تک حکومت کی اور اس مدت کے دوران اس نے بے شمار گناہ و منکرات انجام دیئے اور وہ کبھی بھی اپنے اعمال پر پشیمان نہیں ہوا کیونکہ پلیدی و ناپاکی اس کی فطرت ثانیہ اور اس کی ذات کا حصہ بن چکی تھی۔

حضرت علی علیہ السلام کی حیات میں معاویہ نے جنگ صفین شروع کی ۔ جس میں بے شمار مسلمان قتل ہوئے اور آنحضرت کی شہادت کے بعد اس نے حکم دیا ۔ تمام شہروں اور منبروں سے خلیفۂ مسلمین پر سبّ و شتم کیا جائے اور یہ گناہ عظیم ساٹھ (۶۰)سال تک رائج رہا یہاں تک ۔ عمر بن عبدالعزیز نے اس گناہ کو ختم کیا۔ معاویہ نے اپنی زندگی کے آخری دنوں میں یزید کو اپنا جانشین بنایا ۔ جو برملا گناہ انجام دیتا تھا اور وہ یہ گناہ انجام دینے میں بے باک تھا۔

----

[1]۔ تجارب السلف،ہندو شاہ نخجوانی:۷۵

کہتے ہیں: ۔ جب معاویہ ثانی (یعنی اسی معاویہ کا پوتا) کو حکومت ملی تو چالیس یا اس سے زیادہ دنوں کے بعد شام کے منبر میں منبر پر گیا اور اس نے کہا: اے لوگو! جو کام میرے آباو اجداد کرتے تھے چاہے وہ تھا یا باطل، میں اب اس سے زیادہ انجام نہیں دے سکتا، تم لوگ جسے چاہو معین کر لو ۔ یہ کہہ کر وہ منبر سے نیچے اتر آیا اور اپنے گھر جا کر اس نے اپنا دروازہ بند کر لیا یہاں تک کہ مر گیا یا قتل ہو گیا۔ اس کی یہی بات باعث بنی کہ بنی سفیان سے حکومت بنی مروان کی طرف منتقل ہوئی۔

لیکن معاویہ بن ابی سفیان میں اتنی بھی شرافت اور اتنا انصاف نہیں تھا اور اس نے اپنے ناپاک و پلید بیٹے یزید کے لئے مکر وفریب اور درہم و دینار کے ذریعہ قبائل کے سربراوں سے بیعت لے لی اور انہیں مسلمانوں کی گردن پر سوار کر دیا ۔ معاویہ ستر سال تک زندہ رہا اور حقیقت میں وہ اپنی عمر کے آخری حصہ کو پہنچ چکا تھا ۔ جب امام علیہ السلام نے اس کی طرف اشارہ کیا۔[1]

بنی امیہ کے انجام کے بارے میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشگوئی

حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے نہج البلاغہ کے خطبہ ۱۶۶ میں اپنے بعد اپنے انصار اور شیعوں کے حالات کے بارے میں بیان فرمایا ہے اور پھر بنی امیہ کے انجام کی طرف اشارہ کیا ہے اور چونکہ بنی امیہ کے بارے میں تاریخی ابحاث گذشتہ ابحاث میں ذکر ہوئیں۔ یہاں ہم خطبہ کے ایک حصہ کے ترجمہ اور بنی امیہ کے انجام کے بارے میں حوادث بیان کرنے پر ہی اکتفاء کریں گے۔ مولائے متقیان امیر المؤمنین علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

اِفترقوا بعد أُلفتِهِم، وتشتّتوا عن أصلِهِم، فمِنهم آخِذ بِغُصن أينما مال،مال معهعلى أنّ اللّه تعالى سيجمعهم لِشرِّ يوم لِبنِ أُميَّة، كما تجتمع قَزَع الخرِيفِ يُؤلِّف اللّه بينهم، ثم يجعلهم رُكاماً كركامِ السّحابِ، ثم يفتح لهم ابواباً، يسِيلون مِن مستثارِهِم كسيلِ الجنّتينِ، حيث لم تسلم عليهِ قارة ولم تثبت عليهِ أكمة، ولم يردّ سننه رَصّ طَود، ولا حِداب أرض يُذعذِعهم اللّه فِي بطونِ أودِيتِهِ ثمّ يسلكهم ينابِيع فِ الأرضِ، يَأخذ بِهِم مِن قوم حقوق قوم، ويمكّن لِقوم فِي دِيارِ قوموايم اللّه؛ ليذوبنّ ما فِي أيدِيهم بعد العلوّ والتمكِينِ، كما تذوب الألية على النّارِ....

----

[1]۔ پیشگوئی ھای امیرالمؤمنین علیہ السلام: ۳۲۲

یہ لوگ (یعنی آنحضرت کے پیرو کار اور شیعہ) باہمی محبت کے بعد الگ الگ ہو گئے اور اپنی اصل سے جدا ہو گئے۔ (شاید یہ شیعوں کے مختلف فرقوں کیسانیہ،علوی اور زیدی کی طرف اشارہ ہو) بعض لوگوں نے ایک شاخ کو پکڑ لیا اور اب اسی کے ساتھ جھکتے رہیں گے(شیعہ امامیہ)۔

یہاں تک کہ خداوند متعال انہیں بنی امیہ کے بدترین دن کے لے جمع کر دے گا جس طرح خریف میں بادل کے ٹکڑے جمع ہو جاتے ہیں۔پھر ان کے درمیان محبت پیداکرے گا پھر انہیں تہ بہ تہ ابر کے ٹکڑوں کی طرح ایک مضبوط گروہ بنا دے گا۔پھر ان کے لئے ایسے دروازوں کو کھول دے گا کہ یہ اپنے ابھرنے کی جگہ سے شہر سبا کے دو باغوں کے اس سیلاب کی طرح بہ نکلیں گے۔[1]جن سے نہ کوئی چٹان محفوظ رہی تھی اور نہ کوئی ٹیلہ ٹھہر سکا ہے۔نہ پہاڑ کی چوٹی اس کے دھارے کو موڑ سکی تھی اور نہ زمین کی اونچائی۔اللہ انہیں گھاٹیوں کے نشیبوں میں متفرق کر دے گااور پھر انہیں چشموں کے بہاؤ کی طرح زمین میں پھیلا دے گا۔ان کے ذریعہ ایک قوم کے حقوق دوسری قوم سے حاصل کرے گااور ایک جماعت کو دوسرے جماعت کے دیار میں اقتدار عطا کرے گا۔خدا کی قسم !ان کے اقتدار و اختیار کے بعد جو کچھ بھی ان کے ہاتھوں میں ہو گاوہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح کہ آگ پر چربی پگھل جاتی ہے۔

.... بنی امیہ کی حکومت کی تأسیس سے پہلے امام علیہ السلام نے حکومت بنی امیہ کے زوال اور انحطاط کے بارے میں پیشنگوئی فرمائی اور ویسے ہی ہوا جیسے امام علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ حجاز میں ابراہیم امام بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس نامی شخص جو امام کا ایک اپنے جادہ پر بیٹھا عبادت میں مشغول ہے اور خراسان میں کچھ لوگ اس کے نام پر کام کریں گے اور اپنی جان خطرے میں ڈالیں گے۔

----

[1] ۔ امام علی علیہ السلام اس خطبہ میں فرماتے ہیں: " یس یلون من سقّارِہم کسیلِ الجنّتین"شاید یہ اس طرف اشارہ ہو کہ بنی امیہ پر دو طرف سے حملہ کیا جائے گا۔ایک ایرانیوں کی طرف سے(یعنی ابو مسلم خراسانی اور دوسرا حجاز کوفہ وغیرہ کے لوگوں کی طرف سے۔

مؤلف:ممکن ہے کہ حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی مراد بنی امیہ کی آخری حکومت ہے کہ جو سفیانی کے توسط سے تشکیل پائے گی اور اس پرجناب یمانی اور سید حسنی کی طرف سے حملہ ہو گا۔

ابراہیم بن محمد(جو ابراہیم امام کے نام سے مشہور ہیں)کا نام ایک ہی دفعہ زبانوں پر آئے گا اور لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں گے۔مروان حمار اسے گرفتار کرے گا اور اسے "حران" لے جائے گااور اسے زندان میں مار دے گا ۔اس کے بھائی منصور اور سفاح مدینہ سے "جیرہ"کی طرف کوچ کریں گے۔

ابو سلمہ انہیں کے گھر میں خلال چھپائے گا۔ابو مسلم خراسانیوں کے بہت بڑے لشکر کے ساتھ عراق کی طرف روانہ ہو گا اور خود کو کوفہ پہنچائے گا۔جب وہ ان دو بھائیوں یعنی منصور اور سفاح کودیکھے گا تو ان سے پوچھے گا :تم میں سے کون ابن حارثیہ ہے ؟سفاح کے بارے میں بتایا جائے گا اور ابو مسلم خلافت کے عنوان سے اسے سلام کرے گا۔پھر سفاح ،منصور ،کوفہ کے رہائشی اور خاندان بنی ہاشم میں سے لوگ کوفہ کی طرف روانہ ہوں گے اور شہر میں جائیں گے جب کہ ابو مسلم خراسانی ان کے پیش پیش ہو گا دوسری طرف "حران"میں مروان بطور خلیفہ اموی حکومت کرے گا جب کہ کوفہ میں لوگ سفاح کی عباسی خلیفہ کے عنوان سے بیعت کریں گے۔

۱۳۲ھ میں تمام مختلف گروہ بنی امیہ کے خلاف متحد ہو جائیں گے ۔مروان حمار جنگ زاب میں شکست کے بعد ایک شہر سے دوسرے شہر بھاگے گا یہاں تک کہ بصرہ میں مارا جائے گا اور اس کا خاندان قیدی و در بہ در ہو جائے گا۔

مؤرخین کہتے ہیں:بنی امیہ کی مشکلات کے انتہائی ایام میں ایک دن مروان اپنے گدھے سے پیشاب کرنے کے لئے اترا اور جب واپس آیا اور اس نے گدھے پر سوار ہونا چاہا تو گدھا اس کے قابو میں نہ آیا اور اس سے بھاگ گیا جب کہ اس کے لشکر والے یہ صورت حال دیکھ رہے تھے۔اسی وجہ سے مروان بن محمد کو"مروان حمار"کا لقب دیا گیا ۔لوگ کہتے تھے:"ذهبت الدولة ببولة"یعنی بنی امیہ کی حکومت پیشاب کے ساتھ بہہ گئی۔چونکہ حقیقت میں اسی دن مروان کی حکومت ختم ہوئی اور سمجھ گیا کہ اب زمین و زمان دونوں اس کے ساتھ سازگار نہیں ہیں۔جنگ زاب (عراق میں موصل کے نزدیک ایک مقام) میں جب بھی مروان اپنی فوج کے کسی دستہ کو لڑنے کا حکم دیتا تھا وہ جواب میں کہتے تھے:کسی دوسرے دستہ کو حکم دو۔اس طرح سے وہ اس کا حکم ماننے سے انکار کرتے رہے ۔ بالآخر اس نے اپنے سپہ سالار سے کہا: اٹھو اور جنگ کے لئے جاؤ۔ اس نے جواب میں کہا:میں ہرگز اپنی زندگی ہلاکت میں نہیں ڈالوں گا۔

مروان نے کہا: میں تمھیں یہ کردوں گا وہ کر دونگا اور اس طرح اسے دھمکیاں دی۔

سپہ سالار نے مروان سے کہا: مجھے اچھا لگتا اگر تم میں ایسا کرنے کی طاقت ہوتی ۔جب مروان نے جنگ میں اپنے لشکر والوں کی سستی دیکھی تو اس نے لشکر گاہ کے درمیان بہت زیادہ سکہ رکھ دیئے اور کہا: اے لوگو! جنگ کرو اور ان سکّوں میں سے اٹھا لو۔

سپاہی جنگ کئے بغیر ہی سکّوں کی طرف بڑے اور انہوں نے ان میں سے سکہ اٹھالئے ۔کسی شخص نے مروان کو بتایا کہ لوگ سکہ اٹھا کر جا رہے ہیں۔مروان نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ فوج کے پیچھے کھڑے ہو جاؤ اور جو بھی ان سکّوں میں سے اٹھا کر جانے لگے اسے قتل کر دو۔

جب مروان کا بیٹا اپنے پرچم کے ساتھ لشکر کے پیچھےروانہ ہوا تو لوگوں نے چلانا شروع کر دیا :شکست!شکست! اور سب کے سب بھاگ گئے اور دجلہ سے بھی گذر گئے۔کہتے ہیں کہ دجلہ میں غرق ہونے والوں کی تعداد قتل ہونے والوں سے زیادہ تھی۔

جب مروان کو "زاب"میں شکست ہوئی تو وہ موصل کی طرف روانہ ہوا گیا ۔ موصل کے لوگوں نے نہر کا پل اٹھالیا اور اسے وہاں سے گذرنے نہ دیا۔مروان کے ساتھیوں نے چلا کر کہا:اے موصل کے لوگو!یہ امیرالمؤمنین !ہے جو پل سے گذرنا چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا:جھوٹ بولتے ہو،امیرالمؤمنین فرار نہیں ہے اور انہوں نے مروان کو گالیاں دیں اور کہا:اس خدا کی حمد و ثنا ہے جس نے تم سے طاقت چھین لی اور تمہاری حکومت کو ختم کر دیا اور اہلبیت پیغمبر علیہم السلام کو ہم تک پہنچا دیا۔ جب مروان نے یہ باتیں سنیں تو "بلد"[۲]کی طرف چل پڑا اور وہاں سےحرّان اورحرّان سے دمشق اور دمشق سے مصر میں داخل ہوا جب کہ عبداللہ بن علی بھی اس کا پیچھا کر رہا تھا۔[۳]آخر کار مروان مصر میں مارا گیا اور اس کا سر کوفہ میں ابوالعباس سفّاح کے پاس بھیج دیا گیا۔لیکن اس کی عورتیں، بچے اور خاندان والے بنی العباس کے کارندوں سے بچنے کے لئے شہر شہر در بہ در ہو رہے تھے اور انہوں نے جنوب افریقہ کا راستہ اختیار کر لیا۔

----

[۲] ۔ بلد، دجلہ کے کنارے موصل سے سات فرسنگ (ایک فرسنگ ساڑے تین میل کے برابرہوتا ہے ایک قدیم شہر ہے ۔ (معجم البلدان)

[۳]۔ تاریخ فخری:۱۹۸-۱۹۵

یہ بیچارے تو ہنوں کی لگائی ہوئی آگ میں جل رہے تھے یہ جہاں کہیں بھی جس کسی کے پاس پناہ لیتے تھے وہ لوگ بنی العباس کے خوف سے انہیں خود سے دور کر دیتے تھے۔سر زمین نوبہ (یعنی سوڈان) میں ان لوگوں پر وحشی اقوام نے حملہ کر دیا اور ان کے پاس جو کچھ تھا وہ انہوں نے لوٹ لیا۔ خاندان مروان میں سے کچھ مارے گئے اور کچھ لوگ بھوک پیاس کی وجہ سے جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

قوبی کے مطابق ان کی حالت اتنی خراب ہو چکی تھی کہ اپنا پیشاب پیتے تھے اور پیاس کی وجہ سے ہلاک ہو جائیں۔آل مروان سے کچھ زندہ بچ جانے والے "باب المندب"پہنچ گئے (جب کہ وہ ننگے،بھوکے اور پیاسے تھے۔وہ کشتی میں کام کرنے والوں کی صورت میں چھپ کر حجاز میں داخل ہوئے اور اسی طرح مخفیانہ طور زندگی گذارتے رہے۔

یہ ہے امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے کلام کا معنی کہ جو آپ نے فرمایا:

خدا کی قسم !ان کے اقتدار و اختیار کے بعد جو کچھ بھی ان کے ہاتھوں میں ہو گا وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح آگ پر چربی پگھل جاتی ہے۔[1]

بنی امیہ کے زوال کے بارے میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی دیگر پیشین گوئی

حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے ایک اور پیشگوئی میں بنی امیہ کے شرمناک انجام کے بارے میں فرمایا ہے:

انّ لبن امیّة مروداً یجزون فیه ،ولو قد اختلفو فیما بینهم،ثم لو کادتهم الضباع لغلبتهم

بیشک بنی امیہ کو مہلت دی گئی ہے کہ جس میں وہ اکڑیں گے اور جب بھی ان کے درمیان اختلاف ہوا تو پھر اگر کبوتر بھی ان سے مکرو حیلہ کریں تو وہ پر غلبہ پا جائیں گے۔

قال الرضی رحمه الله تعالی: وهذا من افصح الکلام وأعربه، والمرودُ هاهنا مفعل من الأرواد، وهو الامهال و الانظار، فکأنّه علیه السلام شبّه المهلة الّت هم فیها بالمضمار الّذی یجرون فیه الی الغایة، فاذا بلغوا منقطعها انتفض نظامهم بعدها

----

[1]۔ پیشگوئی های امیر المؤمنین علیه السلام :۳۰۵

سید رضی کہتے ہیں: یہ فصیح ترین اور غریب ترین سخن ہے،یہاں کلمہ مرود "ارواد'کے مصدر سے ہے۔جس کے معنی مہلت دینا ہے ، گویا امام علیہ السلام نے ان کو دی گئی مہلت کو مقابلہ کی جگہ سے تشبیہ دی ہے ، جس کے ماختتام تک اکڑیں اور جب وہ اپنے ماختتام تک پہنچنے لگیں گے تو ان کا نظام علیحدہ ہو جائے گا۔

ابن ابی الحدید اس سخن کی شرح میں کہتے ہیں:یہ سخن واضح طور پر غیبی امور کی خبر دیتا ہے؛ کیونکہ بنی امیہ میں جب تک اختلاف نہیں تھا ، ان کی حکومت منظم تھی ۔ ان کی جنگیں بھی دوسرے افراد کے ساتھ تھیں۔جیسے معاویہ کی صفین میں جنگ، یزید کی اہل مدینہ اور مکہ میں ابن زبیر سے جنگ، مروان کی ضحّاک سے جنگ، عبدالملک کی ابن اشعث اور ابن زبیر سے جنگ، یزید بن عبدالملک کی بنی مہلب سے جنگ اور ہشام کی زید بن علی سے جنگ۔

اور جونہی ولید بن یزید کو حکومت ملی اور اس کے چچا کے بیٹے یزید بن ولید نے اس کے خلاف قیام کیا اور اسے قتل کر دیا تو بنی امیہ کے درمیان بھی اختلاف پیدا ہو گیا تو اس وعدے کا وقت آ پہنچا اور جنہیں وعدہ دیا گیا تھا انہوں نے سچ کہا تھا ۔ ولید کے قتل ہونے کے ساتھ بنی العباس کی دعوت دینے والوں نے خراسان میں دعوت دینا شروع کی۔

مروان بن محمد خلافت کی طلب میں جزیرہ سے آیا اور ابراہیم بن ولید کو نکال دیااور بنی امیہ کے بہت لوگوں کو قتل کر دیا۔جس کے نتیجہ میں ملک اور حکومت کا نظام مضطرب و پراکندہ ہو گیا۔ ہاشمیوں کی حکومت سامنے آئی اور اس نے نشو نما پائی ۔ بنی امیہ کی حکومت زوال کا شکار ہو گئی اور ان کی حکومت کا زوال ابو مسلم کے ہاتھوں انجام پایا ۔ ابتدا میں لوگوں میں ناتواں، بینوا اور درویش تھا اور اسی موضوع کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے سخن کا مصداق واضح ہو گیا ۔ آپ نے فرمایا:

اگر کبوتر بھی ان پر مکروحیلہ کریں تو وہ ان پر غلبہ پا جائیں گے۔[1]

----

[1]۔ جلوہ تاریخ در شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید:ج۸ص۲۷۲

بنی امیہ اور بنی العباس کے بارے میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی ایک اور پیشن گوئی

حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے ایک دوسرے خطبہ میں بنی امیہ اور بنی العباس کے بارے میں یہ مطالب بیان فرمائے ہیں:

جو خطبہ "حتّی بعث اللّٰہ محمداً صلّی اللّٰہ علیہ شهیداً و بشیراً و نذیراً" (یہاں تک کہ خدا نے حضرت محمد (ص) کو مبعوث فرمایا تاکہ وہ گواہ، خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے ہوں) کی عبارت سے شروع ہوتا ہے، اس میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے گلہ اور آنحضرت کے قسم (کہ بنی امیہ بہت جلد حکومت دوسروں کے ہاتھوں میں دیکھیں گے) کے متن کی عبارت میں یہ کلمات و تعبیرات کی وضاحت کے بعد تفصیلی طور پہ تاریخی بحث بیان کی گئی ہے کہ جو یوں ہے:

حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے اپنے گلہ و شکوہ کو دہراتے ہوئے فرمایا:

جی ہاں! دنیامیں تمہارے ہاتھ کھول دیئے گئے ہیں حالانکہ جو حکومت و ہدایت کے لائق ہیں ان کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں ۔ تمہاری تلواریں اہلبیت کے افراد (جو حقیقت میں رہبر وسالار ہیں) پر غالب اور ان کی تلواریں تم سے دور کی گئی ہیں۔

گویا حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام ، حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے خاندان کے افراد کے قتل ہونے کی کیفیت کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ جس طرح ان کا شاہدہ فرمایا اور اس بارے میں خطاب کرتے ہیں اور آپ کے کلام کی بنیاد وہ فکر ہے کہ جو آپ کے ذہن میں آئی۔پھر آپ نے فرمایا:

بیشک ہر خون کا کوئی خونخواہ ہوتا ہے کہ جو اس کا مطالبہ کرتاہے اور ہمارے خون کا خونخواہ خدائے احد کے سوا کوئی نہیں ہے کہ جو کسی بھی کام کو انجام دینے سے عاجز و ناتوان نہیں ہے اورکوئی بھی فرار کرنے والا اس سے فرار نہیں کرسکتا۔

اور یہ جو کہا: "گویا خدا اپنے حق میں حکم کرے گا"یعنی خداوند ہمارے خون کا مطالبہ کرنے میں یوں کوتاہی نہیں فرمائے گا۔ایسے حاکم کی طرح کہ جو اپنے بارے میں حکم کرے اور خود ہی قاضی ہو کہ اس صورت میں اپنے حقوق کے بارے میں مبالغہ و کوشش کرے گا۔

پھر حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے قسم کھائی اور واضح الفاظ میں بنی امیہ کا نام لے کر ان سے خطاب کیا اور ذکر فرمایا ، وہ بہت جلد دنیا دوسروں کے ہاتھوں اور گھروں میں دیکھیں گے اور ان کے دشمن بہت جلد ان کے ہاتھوں سے بادشاہی و حکومت چھین لیں گے اور جس طرح حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے خبر دی تھی اسی طرح نوے(۹۰) سال کے قریب حکومت ان کے پاس تھی اور پھر خاندان ہاشم کے پاس لوٹ گئی اور خداوند نے ان کے سب سے بڑے دشمن کے ہاتھوں سے ان سے انتقام لیا۔

ابن ابی الحدید کے قول کی رو سے جنگ زاب میں مروان بن محمد کی شکست اور پھر اس کا قتل ہونا:

عبداللہ بن علی بن عبداللہ بن عباس عظیم لشکر کے ساتھ مروان بن محمد(آخری اموی خلیفہ) کا سامنا اور اس سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوا اور نہر "زاب"[1] کے کنارے موصل کے مقام پر ان کا سامنا ہوا۔

اگرچہ مروان بھی بہت بڑے لشکر اور بہت زیادہ افراد کے ساتھ تھا لیکن اس نے شکست کھائی اور بھاگ گیا۔عبداللہ بن علی نے اس کی لشکر گاہ پر فتح پائی اور اس کے ساتھیوں میں سے بہت سے لوگوں کو قتل کیا۔مروان نے ڈرتے ہوئے شام کا راستہ اختیار کیا اور عبداللہ بن علی نے اس کا پیچھا کیا۔ مروان مصر چلا گیا تو عبداللہ نے بھی اپنے لشکر کے ساتھ اس کا پیچھا کیا اور "بوصیر اشمونین" (جو صعید مصر کی طرف سے ہے)میں اس نے اسے اور اس کے تمام نزدیکی افراد کو قتل کر دیا۔

عبداللہ بن علی نہر "ابی فطرس"[2](جو فلسطین کے نواح میں ہے)کے کنارے بنی امیہ کے اسّی(۸۰) افراد کو مثلہ کیا اور پھر ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے انہیں قتل کردیا ۔ حجاز میں اس کے بھائی داؤد بن علی نے بھی ایسا ہی کیا اور تقریباً اسی تعداد کے برابر انہیں قتل کیا اور مختلف صورتوں سے انہیں مثلہ کیا یعنی ان کے اعضاء کاٹ دیئے۔

----

[۱]۔ اس سے مراد زاب کی بالائی نہر ہے ، جو موصل اور اربل کے درمیان ہے۔

[۲] ۔ صاحب "مراصد الاطلاع" نے اس کلمہ میں (ف) کو پیش(ط) کو سکون اور(ر) کو پیش کے ساتھ ذکر کیا ہے اور کہا ہے : یہ رملہ کے نزدیک اور فلسطین میں سے ہے۔

جب مروان قتل وگیا تو اس کے دو بیٹے عبداللہ اور عبید اللہ(جو دونوں اس کے ولی ہد تھے) اس کے ساتہ ہی تھے اور دونوں اپنے مخصوص لوگوں کے ساتہ " اسوان مصر"کی طرف بھاگ گئے اور وہاں سے سرزمین نوبہ(سوڈدان)کی طرف چلے گئے ۔راستے میں انہیں خت شکلات اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑا اور عبداللہ بن مروان اپنے ساتھیوں کے ساتہ ہی قتل ہو گیا اور پ لوگ راستے کی زحمتوں اور پیاس کی وجہ سے مر گئے۔

عبیداللہ پ لوگوں کے ساتہ سرزمین "بجۃ" پہنچ گیا جب ، ان کی جانمنہ کو آئی وئی تھی اور وہ دریائے سرخ سے عبور کرے حہ بر ہ کے ساحل پر پہنچے۔ عبیداللہ اپنے خاندان کے افراد اور رشتہ داروں کے ساتہ چھپ چھپا کے ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے تھے اور وہ بادشاہی کے بعد رعایا کی صورت میں زندگی گذارنے پر بھی خوش تھے۔ عبیداللہ کا انجام یہ وا ، وہ سفاح کے ہاتھوں گرفتار و گیا اور قید کر دیا گیا۔اس نے سفاح کی خلافت اور منصور و مہدی و ہادی کی حکومت کے زمانے اور رشید کی حکومت کے پ زمانے تک اپنی زندگی قید میں گذاری۔

رشید نے اسے زندان سے باہر نکالا جب ، وہ بوڑھا اور اندھا و چکا تھااور اس سے اس کے بارے میں پوچھا :

اس نے کہا:اے امیرالمؤمنین !جب میں نوجوان اوربینا تھا مجھے قید کیا گیا اور اب بوڑے اور اندے ش کی صورت میں قید سے باہر لایا گیا وں۔

کہا گیاہے:وہ رشید کے زمانے میں ہی مر گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے :وہ امین کے زمانے تک زندہ تھا۔

* * *

ایک روایت کے مطا جنگ زاب میں ابراہیم بن ولید بن عبدالملک (جسے خلافت سے معزول کر دیا گیا ہے اور وہ اپنے بھائی کی وت کے بعد یزید بن ولید بن عبدالملک نے اس کے نام خلافت کا خطبہ پڑھا تھا) مروان کے ساتہ تھا اور مارا گیا اور دوسری روایت کے مطا مروان حمار نے ابراہیم کو اس سے پہلے قتل کیا ہے۔

جب مروان کو جنگ زاب میں شکست وئی تو وہ وصل کی طرف بھاگ گیا لیکن وصل کے لوگوں نے اسے شہر میں داخل

نہیں ہونے دیا۔وہ مجبوراً "حران"چلا گیا۔ اس کا گھر اور جگہ بھی وہیں تھی۔ اس زمانے میں جب منبروں اور نمازوں سے امیرالمؤمنین علی علیہ السلام پر لعن کو ختم کر دیا گیا تھا،جب ان کے لوگوں نے اس بات کو قبول نہ کیا اور انہوں نے کہا:ابوتراب پر لعن کئے بغیر نماز،نماز نہیں ہے!

عبداللہ بن علی نے اپنے لشکر کے ساتھ مروان کا پیچھا کیا اور جونہی حران پہنچا تو مروان اس کا مقابلہ کرنے سے بھاگ گیا اورنہر فرات سے بھی گذر گیا۔عبداللہ بن علی حران پہنچا اور اس نے مروان کے محل کو تباہ وبرباد کر دیا جس کی تعمیر میں اس نے ایک کروڑ درہم خرچ کئے تھے اور جس میں اس نے اپنے خزانے اور اپنا مال رکھا تھا۔

مروان اپنے خاندان کے افراد،بنی امیہ اور اپنے خاص لوگوں کے ساتھ نہر ابی فطرس کے کنارے آیا اور عبداللہ بن علی بھی روانہ ہوگیا اور دمشق کے قریب پہنچ کر اس کا محاصرہ کر لیا۔مروان کی طرف سے ولید بن معاویہ بن عبدالملک بن مروان پچاس ہزار جنگجوؤں کے ساتھ دمشق کی حکومت کی طرف روانہ ہوا تھا اور خداوند متعال نے ان کے درمیان یہ تعصب پیدا کر دیا کہ نزاریوں کو یمانیوں پر برتری ہے۔یا یمانیوں کو نزاریوں پر۔ یوں وہ آپس میں ہی لڑنے لگے اور ولید بن معاویہ مارا گیا۔

کہتے ہیں:وہ عبداللہ بن علی سے جنگ کرتے ہوئے مارا گیا۔

عبداللہ نے دمشق پر قبضہ کر لیا اور یزید بن معاویہ بن مروان اور عبدالجبار بن یزید بن عبدالملک کوگرفتار کر لیا اور انہوں قیدیوں کی صورت میں ابوالعباس سفاح کے پاس بھیج دیا اور اس نے ان دونوں کو قتل کر دیا اور ان کے جسم کو حیرہ میں پھانسی پر لٹکا دیا۔

عبداللہ بن علی نے دمشق میں بھی مروان کے بہت سے رشتہ داروں،ساتھیوں اور بنی امیہ کے پیروکاروں کو قتل کیا۔پھر وہ نہر ابی فطرس کے کنارے پہنچا اوراس نے وہاں بنی امیہ کے تقریباً اسّی(۸۰) افراد کو قتل کیا۔یہ واقعہ ۱۳۲ھ ذی القعدہ میں پیش آیا۔[1]

----

[1]۔ جلوۂ تاریخ در شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج۳ص۳۷۳

بنی امیہ اور بنی العباس کے بارے میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی دوسری پیشین گوئی

حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے ایک دوسرے خطبہ میں قسم کھائی کہ قیامت تک ہونے والے کسی بھی واقعہ کے بارے میں آپ سے سوال کیا جائے تو آپ اس کاجواب دیں گے۔سو افراد پر مشتمل ہر گروہ (چاہئے وہ ہدایت یافتہ ہو یا گمراہ) کے بارے میں بتائیں گے اور یہ کہ ان کا رہبر کون ہو گا؟ وہ کہاںوجود میں آئینگے؟ان میں سے کون قتل ہو گا؟اور کون اپنی طبیعی موت مرے گا؟

اس خطبہ کے آخر میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

اس وقت (بنی العباس کے ہاتھوں بنی امیہ کی نابودی کے وقت) قریش کی یہ خواہش ہو گی کہ ساری دنیامیرے ہاتھوں میں رکھ دیں تا کہ صرف ایک بار مجھے دیکھ لیں۔اس مطلب سے گویا آنحضرت نے ابو مسلم خراسانی اور سیاہ لباس پہنے ہوئے لوگوں کے شام میں حملہ اور بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان بن محمد (جو مروان حمار کے نام سے مشہور ہے) کی نابودی کی خبر دی ہے۔

مؤرخین نے نقل کیا ہے: مروان بن محمد نے جنگ زاب میںجوکہ عبداللہ علی بن عبداللہ بن عباس کو خراسانیوں کی صفوں میں اپنے مد مقابل دیکھا تو کہا:میں پسند کرتا کہ اگر اس پرچم کے نیچے اس جوان کی بجائے علی بن ابی طالب علیہما السلام ہوتے۔[1]

حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے بنی امیہ کی حکومت کے خاتمہ کے بارے میں فرمایا ہے:

خداوند بنی امیہ کے فتنہ کی اس طرح سے سرکوبی کرے گا کہ جیسے گوشت سے کھال اتار لی جائے خداوند ایک ایسے کے ذریعہ انہیں خوار کرے گا اور اس طرح سے کہ یہ جو جبر کرتے ہیں انہیں نکال دیا جائے گا اور انہیں بلاؤں کا جام پلایا جائے گا تلوار کے علاوہ انہیں کوئی تحفہ نہیں دیا جائے اور ان کے جسم پر خوف کے علاوہ کوئی لباس نہیں ہو گا۔

اب مختصر طور پر تاریخ کی خوبی سے بنی امیہ کے شرمناک انجام اور ان کے برے دنوں کا تذکرہ کرتے ہیں:

----

[1] ۔ اس خبر کی مزید تفصیلات کے لئے رجوع کریں کامل التواریخ:۳۴۴/۳۔۳۲۷،نیزمقاتل الطالبین کے آخری حصہ میں بنی امیہ کے دور صفحہ۲۶۰ کی طرف رجوع کریں۔

یعقوبی کہتے ہیں:[1]جب ۱۳۲ھ میں کوفہ میں ابوالعباس سفّاح کی بیعت کی گئی تو کوفہ بنی امیہ کے ہاتھوں سے نکل گیا،مروان بن محمد بنی امیہ کا آخری خلیفہ موصل کے نزدیک زاب کے مقام پر پہنچا تاکہ بنی العباس اور ان کے حامیوں سے جنگ کرے ۔ پہلے عباسی خلیفہ ابوالعباس سفاح نے اپنے چچا عبداللہ بن علی کو مروان سے جنگ کے لئے زاب بھیجا۔مروان شکست کھا کر شام لوٹ گیا۔اس دوران مروان شام کے کسی بھی شہر سے نہیں گزر سکتا تھا مگر یہ کہ وہاں کے لوگ اسے تباہ وبرباد کر دیتے ۔ بالآخرمروان دمشق پہنچا اور اس کاارادہ یہ تھا کہ اس شہر میں کہ جو بنی امیہ کی حکومت کامرکز تھا،قلعہ میں پناہ لے لے لیکن دمشق کے لوگوں نے اسے تباہ وبرباد کر دیا کہ جن میں سے اکثر بنی امیہ میں سے تھے اور قبیلۂ قیس نے ان پر حملہ کر دیا۔

عبداللہ بن علی بھی مروان کا پیچھا کرتا ہوا دمشق آ پہنچا۔اس نے مروان کے جانشین ولید بن معاویہ کو قتل کر دیا۔مروان فلسطین کی طرف بھاگ گیا اور فلسطین کے بعد مصر کی طرف فرار کر گیا اور مصر میں بنی العباس کی دعوت کرنے والوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا اور اس کا سر سفاح کے پاس "حیرہ" میں بھیج دیا گیا۔مروان کا کٹا ہوا سر ایک کونے میں رکھ دیا گیا تاکہ اسے سفاح کے پاس بھیجا جاکے اور اسی دوران ایک بلی نے اس کی زبان نوچ لی۔مروان کی عمر ۶۴ اور ایک قول کے مطابق ۶۸ سال تھی اور وہ ماہ ذی الحجہ ۱۳۲ ھ میں مارا گیا اور کی خلافت کی مدت پانچ سال تھی۔

مروان کے چار بیٹے تھے جن کے نام عبدالملک ، عبداللہ، عبیداللہ اور محمد تھے۔مصر کی طرف بھاگتے وقت مروان اپنے خاندان کے اکثر و بیشتر افراد کو اپنے ساتھ لے گیا تھا خاص طور پر اپنے بیٹوں عبداللہ اور عبیداللہ کو اور بہت سی عورتیں اور اس کی بیٹیاں بھی اس کے ساتھ تھیں ۔ جب مروان مصر میں قتل ہو گیا تو اس کے بیٹوں عبداللہ اور عبیداللہ نے مصر کے شہر صعید میں پناہ لے لی اور وہ وہاں بھی نہ رہ سکے کیونکہ بنی العباس کی حکومت کے حامی ان کا پیچھا کر رہے تھے۔لہذا انہوں نے سرزمین نوبہ(سوڈان) کا راستہ اختیار کر لیا۔یعقوبی کہتے ہیں:[2]عبداللہ اور عبیداللہ کے ساتھ چند عورتیں،اس کی بیٹیاں،

----

[1]۔ تاریخ یعقوبی:ج۲ص۳۲۵-۳۲۴

[2]۔ تاریخ یعقوبی:ج۲ص۳۲۵-۳۲۴

بہنیں اور اس کے چچا کی بیٹیاں پیدل اور پریشانی کے عالم میں بھاگ رہیں تھیں ،یہاں تک کہ شام کا ایک شخص اس کی بیٹی کے پاس سے گذرا جو اسی اجنبی لگی اور پھر اچانک اس نے اسے پہچان لیا کہ یہ مروان کی چھ سال کی بیٹی ہے۔ وہ اسے اپنے ساتھ لے گیا اور اسے عبداللہ بن مروان[1] کے حوالہ کر دیا۔

مروانی شہر نوبہ (سوڈان) پہنچ گئے ۔ نوبہ کے حاکم نے ان کا احترام کیا۔مروانیوں نے کہا: ہم شہر نوبہ کے کسی قلعہ میں رہ لیں گے تا کہ ہمیں کوئی پناہ گاہ میسر آجائے اور پھر ہم اپنے ان دشمنوں کا مقابلہ کر سکیں اور لوگوں کو اپنی اطاعت کی دعوت دیں ۔شاید خدا نے ہم سے جو کچھ لے لیا ہے اس کا کچھ حصۃ ہمیں پھر سے لوٹا دے۔

نوبہ کے حاکم نے ان سے کہا:ان کالوں (سیاہ فام) کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن ان کے پاس لباس اور اسلحہ بہت کم ہے ۔ مجھے خوف ہے کہ تم ان کے ہاتھوں چلے نہ جاؤ۔ لہذا وہ نوبہ سے حبشہ کی طرف فرار کر گئے اور حبشہ میں کچھ سیاہ فارم لوگوں کی مروانیوں سے لڑائی ہوئی اور عبیداللہ بن مروان اس لڑائی میں مارا گیا اور اس کے ساتھی اسیر ہو گئے۔

ان کے پاس جو کچھ تھا،وہ حبشیوں نے چھین کر انہیں چھوڑ دیا۔وہ برہنہ اور ننگے پاؤں بیابانوں میں پریشان حال تھے اور پیاس کی وجہ سے ان کی جان منہ کو آئی ہوئی تھی یہاں تک کہ مرد اپنے ہاتھوں میں پیشاب کرتے اور پھر اسے پیتے تھے اور اپنے پیشاب سے ریت کو گوندھ کر کھاتے تھے یہاں تک کہ وہ عبداللہ بن مروان تک پہنچ گئے۔ان سے پہلے اس نے بھی مشکلات اور پیاس کی شدت برداشت کی اور اس کے ساتھ کچھ برہنہ عورتیں تھیں کہ جو سر سے پاؤں تک عریان تھیں اور پیدل چلنے کی وجہ سے ان کے پاؤں اور پیشاب پینے کی وجہ سے ان کے ہونٹ پھٹ چکے تھے ،یہاں تک کہ وہ مندب (یمن کے ساحل باب المندب) پہنچے اور ایک مہینہ تک وہاں رہے،لوگوں نے انہیں کچھ چیزیں فراہم کیں۔پھر وہ وزن اٹھانے والوں اور کشتی پر کام کرنے والوں کی شکل میں چھپ کر مکہ کے قصد سے باہر نکل گئے۔

----

[1] ۔ ابوالفرج علی بن الحسن اصفہانی ،صاحب کتاب "معروف الاغان اور مقاتل الطالبین"اسی عبداللہ بن مروان کے فرزندوں میں سے ہے۔اس کنے کتاب مقاتل میں بنی امیہ پر لعنت کی حالانکہ وہ خود بھی بنی امیہ میں سے تھا۔

جیسا کہ کہا گیا ہے:عبداللہ بن علی سفاح کا چچا دمشق میں بنی امیہ کا پیچھا کر رہا تھا یہاں تک کہ وہ نہر ابو فطرس (فلسطین و اردن کے درمیان ایک مقام) پہنچا ۔ اس نے بنی امیہ کو اپنے پاس بلایا اور ان سے کہا:کل مجھ سے مال لینے کے لئے میرے پاس آؤ۔اس کے اگلے دن علی الصبح بنی امیہ کے اسّی(۸۰)آدمی عبداللہ کے پاس آئے،اس نے بنی امیہ کے ہر مرد کے اوپر گرز کے ساتھ دو دو شخص معین کر دیئے اور پھر عبداللہ بن علی نے شاعر (کہ جسے اس نے تدارک سے پہلے دیکھا تھا) سے کہا : اپنے اشعار پڑھو۔ شاعر کہ جس کا نام عبدی تھا،اس نے یہ شعر پڑھا:

امّا الدعاة الى الجنان فهاشم و بنو اميّة من كلاب النار

جنہیں جنت کی طرف دعوت دی جائے گی وہ بنی ہاشم ہیں اور بنی امیہ جہنم کے کتوں میں سے ہیں۔

اموی خلیفہ نعمان بن یزید بن عبدالملک ،عبداللہ بن علی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا،وہ شاعر پر ناراض ہوا اور اس نے کہا: اے بدبو دار عورت کے بیٹے ؛تم نے جھوٹ بولا ہے۔عبداللہ بن علی نے شاعر سے کہا:تم نے صحیح کہا ہے، اپنے اشعار جاری رکھو۔

پھر عبداللہ بن علی نے بنی امیہ کے آدمیوں کی طرف رخ کیا اور انہیں یاد دلایا کہ انہوں نے کس طرح حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کی اہلبیت علیہم السلام کو قتل کیا تھا ۔ پھر اس نے تالی بجائی اور اس کے سپاہیوں نے بنی امیہ کے آدمیوں کے سروں پر گرز مارنے شروع کر دیئے یہاں تک کہ ان اسّی افراد کی جان حلق تک آ گئی ۔ ان میں سے بعض تو نیم مردہ تھے جنہیں اس نے ایک ساتھ رکھ کر ان پر فرش بچھا دیا ۔ پھر عبداللہ بن علی اور اس کے ساتھی فرش پر بیٹھ گئے اور ان کے لئے کھانا لایا گیا اور انہوں نے کھانا کھایا۔جب کہ فرش کے نیچے سے ان میں سے بعض کے آہ و نالہ کی آواز سنی جا سکتی تھی،عبداللہ بن علی نے کہا:حسین علیہ السلام کے دن کی طرح کا دن ،لیکن یہ دن اس دن کی طرح نہیں

ہے۔[5]

----

[5] ۔ تاریخ یعقوبی(ترجمہ آیتی):ج۲ص۳۲۵-۳۲۴

ابوالفرج اصفہانی کتاب اغانی کی چوتھی جلد میں بنی امیہ کے پھ لوگوں کے قتل ہونے کے بارے میں دوسری روایت نقل کی ہے جنہوں نے سفاح سے امان لی تھی،وہ کہتا ہے:زبیر بن بکار نے اپنے چچا سے روایت کی ہے ۔ایک دن سفاح اپنے دربار میں بیٹھا تھا جب اس کے پاس بنی امیہ کے پھ لوگ بیٹھے تھے۔کسی شاعر نے سفاح کی شان میں ایک قصیدہ پڑھا،سفاح نے بنی امیہ کے آدمیوں کی طرف دیکھ کر کہا: اس قصیدے کا مقابلہ تمہاری شان میں کہے گئے قصیدوں سے کہاں کیا جاسکتا ہے؟ان میں سے ایک نے کہا: تمہارے بارے میں شعر میں ایسی مدح نہیں کی جیسا شعر قیس ارقیات نے ہمارے بارے میں کہا اور وہ شعر یہ ہے:

"کوئی چیز بنی امیہ کے لئے ناپسند شمار نہیں کرتے مگر یہ کہ وہ غصہ کے وقت بھی بردباری کرتے ہیں، بیشک وہ بادشاوں کا معدن ہیں اور عرب صرف انہی کے ذریعہ صلاح تک پہنچیں گے۔

سفاح غصہ میں آ گیا اور اس نے کہا:اے فلاں؛ اپنی ماں کافلاں کاٹو!گویا اب بھی تمہارے سروں میں خلافت کی ہوس بھری ہوئی ہے۔پھر اس نے حکم دیا تا کہ اس کے ماٴمورین ان کے سروں پرماریں۔سفاح کے سپاہیوں نے گرز کے ساتھ اپنی مجلس میں بنی امیہ کے تمام آدمیوں کو مار ڈالا۔پھر ابوالعباس سفاح نے حکم دیا کہ غذا تیار کی جائے، ان کے جسموں پر فرش بچھایا گیا اور سفاح نے ان پر بیٹھ کرکھانا کھایاجب کہ ان میں سے پھ زندہ تھے اور وہ آہ ونالہ کر رہے تھے۔جب اس نے کھانا کھا لیا تو سفاح نے کہا: مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے کبھی اس سے بہتر غذا کھائی ہو۔پھر اس نے حکم دیا کہ مردوں کو گھسیٹ کر انہیں محل سے باہر لے جائیں اور گلی میں پھینک دیں۔

یہ خبر بیان کرنے والا کہتا ہے: ہم نے خود دیکھا کہ کتے ان مردوں کو پاؤں سے پکڑ کر ادھر ادھر گھسیٹ رہے تھے جب کہ ان کے جسم پر مہنگے لباس تھے اور آخر کار وہ سڑ گے اور انہیں ایک گڑے میں دفن کر دیا۔ (جلوہ تاریخ در شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید:ج۳ص۳۹۴ اغانی سے منقول)

بنی امیہ کا انجام اور بری عاقبت خود ایک مثنوی بن جائے گی ۔ یہ تھی امام علی بن ابی طالب علیہما السلام کی بنی امیہ کی حکومت کے انجام کے بارے میں پیشگوئی ۔ جس سے عقلمند عبرت لیں۔ [۱]

حکم کے داخل ہونے کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی پیشگوئی اور اس پر لعنت کرنا

بنی امیہ اس قدر گستاخ اور پست تھے کہ ان میں سے بعض لوگوں نے تو پیغمبر اکرم(ص) کی حیات کے زمانے میں آپ کو تکالیف پہنچائیں اور انہیں اپنے اس پست کام پر کوئی شرم و حیا کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا ۔ جو ان کے کفر و نفاق کی دلیل ہے۔ ان میں سے ایک "حکم بن عاص" ہے جس پر رسول اکرم(ص) نے لعنت کی ہے اور اسے "طرید رسول اللّٰہ"(یعنی رسول خدا(ص) کی طرف سے نکالا گیا) کا لقب ملا۔ کتاب "الاستیعاب" کے مؤلف حکم کے بارے میں کہتے ہیں:ایک دن رسول خدا(ص) اپنے اصحاب کے درمیان تشریف فرما تھے ، اور اس دوران آپ نے فرمایا:اب تمہارے سامنے ایک ملعون شخص داخل ہو گا۔عبداللہ بن مروعاص (عرب کا مشہور مکار و دھوکہ باز اور معاویہ بن ابی سفیان کا یار و مشیر)۔کہتا ہے:میں بھی اس مجلس میں موجود تھا اور جب میں نے رسول اکرم(ص) کی یہ بات سنی تو میں پریشان ہو گیا کیونکہ میرے باپ مرونے اپنا لباس پہن چکا تھا اور وہ رسول خدا کے پاس آنے کا ارادہ رکھتا تھا،میں نے اپنے آپ سے کہا: کہیں ایسا نہ ہو کہ اب میرا باپ آ جائے،اچانک میں نے دیکھا کہ حکم بن ابی العاص داخل ہوا۔ حکم بن ابی العاص وہی شخص ہے کہ جسے پیغمبر اکرم(ص) نے مدینہ سے نکال دیا تھا اور مانوں نے اسے "طرید رسول اللہ"کالقب دیا تھا۔مروان اسی کا بیٹا ہے اور بنی مروان (جنہیں یزید اور مروان کے بعد خلافت ملی اور جنہوں نے ۶۵ھ سے ۱۳۲ھ تک شام میں حکومت کی) اسی شخص کی نسل میں سے ہیں۔ [۲] بعض مؤرخین نے اس کا اچھے انداز سے تعارف کروایا ہے اور اس کے برے کاموں سے پردہ اٹھایا ہے اور انہوں نے اس کی رعشہ کی بیماری اور مدینہ سے نکالے جانے کا واقعہ بیان کیا ہے:

----

[۱]۔ پیشگوئی ھای امیرالمؤمنین علیہ السلام:۲۰۳

[۲]۔ اعجاز پیامبر اعظم(ص) در پیشگویی از حوادث آئندہ:۳۸۴

حکم بن عاص نے فتح مکہ کے سال مانوں کی طاقت دیکھ کر ظاہری طور پر اسلام قبول کیا۔لیکن اس کے دماغ میں ہمیشہ پیغمبر اکرم(ص) کو تکالیف پہنچانے کے خیالات نشوونما پاتے تھے اور وہ مختلف صورتوں میں آنحضرت کو تکلیفیں پہنچاتا تھا۔ اس طرح سے۔ تاریخ کی کتابوں میں آیا ہے ۔ خصوصی خفیہ جلسوں کی تشکیل کے وقع پر یہ جاسوسی کی غرض سے کسی کونے میں چھپ جاتا تھااور یہ شرکین و منافقین کے بارے میں رسول اکرم(ص) اور اصحاب کے منصوبوں سے آگاہ ہو کر اسلام و مانوں کی مصلحت کے برخلاف انہیں لوگوں میں پھیلا دیتا تھا۔یا دشمن کو ان کی اطلاع دے دیتا تھا۔

کبھی یہ پیغمبر اکرم(ص) کے حجرے (جس کے دروازے باہر میں کھلتے تھے) کے پیچھے کان لگا کر سنتا تھا اور آنحضرت کی اپنے خاندان کے ساتھ کی جانے والی خصوصی باتیں سنتا تھااور پھر انہیں منافقین کی محفلوں میں توہین اور تمسخر انداز میں بیان کرتا تھا۔

کبھی وہ منافقین کے ساتھ رسول اکرم (ص) کے پیچھے پیچھے چلتا اور آنحضرت کے چلنے کے انداز کی نقل کرتا اور اپنے ہاتھوں اور سر کو ہلا کر تمسخر حرکتوں سے منافقین کو ہنساتا تھا۔

رسول اکرم (ص) حکم بن ابی العاص کے گفتار وکردار سے آگاہ تھے لیکن رحمت و بزرگواری کی وجہ سے بیان نہیں فرماتے تھے ۔ شاید وہ متنبہ ہو جائے اور اپنا راستہ تبدیل کر کے برے کاموں کو چھوڑ دے ۔ لیکن اس نے رسول اکرم(ص) کے کرم اور برداشت کا الٹا اثر لیا اور روز بروز اس کی گستاخیاں بڑھتی گئیں اور وہ مزید جرأت کے ساتھ اپنے نازیبا کام انجام دیتا۔ آخر کار نبی رحمت(ص) نے اس کے بارے میں اپنی روش کو بدلنے اور اس کے عمل کا عمل کے طور پر جواب دینے کا ارادہ کر لیا۔

ایک دن رسول اکرم(ص) راستہ سے گذر رہے تھے۔حکم بن ابی العاص آنحضرت کے پیچھے چل پڑا اوراس نے پہلے کی طرح سر اور ہاتھوں کو ہلا کر تمسخر انداز سے حرکت کرنا شروع کر دیا اوراس کے ساتھ موجود منافقین ہنسنے لگے۔ اچانک پیغمبر اکرم(ص) پیچھے مڑے اور حکم کے رو برو کھڑے ہو گئے اور شدت سے اس سے فرمایا:

كَذٰلِكَ فَلْتَكُنْ يا حَكَمْ اے حکم؛ جس طرح ہو اسی طرح بن جاؤ۔

حکم بن ابی العاص چونک گیا اور کسی تیاری اور آگاہی کے بغیر ہی اسے نبی اکرم(ص) کے جلال کا سامنا کرنا پڑا۔ پیغمبر اکرم(ص) کے رو برو ہونے اور آن حضرت کے سخن کو سننے کی وجہ سے اس پر ایسا اثر ہوا کہ وہ رعشہ کی بیماری میں مبتلا ہو گیا اور وہ جو حرکتیں گستاخانہ انداز میں اپنے ارادہ و اختیار سے انجام دیتا تھا، اب وہی حرکتیں بیماری کی وجہ سے بے اختیاری میں انجام دینے لگا۔

اسے جاسوسی اور قانون و اخلاق کی خلاف ورزی کے جرم میں اجباری طور پرمدینہ سے شہر بدر کرکے طائف کی طرف بھیج دیا گیا۔[1][2]

پیغمبر دشمنوں، مشرکوں اور منافقوں کے لئےحکم بن ابی العاص کا جاسوسی کرنا

ابن ابی الحدید نے "شرح نہج البلاغہ" میں یہ بھی لکھا ہے:جب رسول اکرم(ص) نے رحلت فرمائی تو اس وقت مروان تقریباًآٹھ سال کا تھا۔ اور کہا گیا ہے:جب اس کے باپ کو طائف کی طرف نکال دیا گیا تو وہ بھی اس کے ساتھ تھا اور وہ ایک بچہ تھا کہ جسے کسی چیز کی کوئی سمجھ نہیں تھی اور مروان نے پیغمبر اکرم(ص) کو نہیں دیکھا تھا۔

پیغمبر اکرم(ص) نے مروان کے باپ حکم کو مدینہ سے نکال کر طائف کی طرف بھیج دیا تھا اور وہ عثمان کو حکومت ملنے تک طائف میں ہی مقیم تھا۔ عثمان نے اسے مدینہ واپس بلایا۔حکم اپنےبیٹے کے ساتھ عثمان کے زمانے میں مدینہ آیا۔حکم مدینہ میں مر گیا۔عثمان نے مروان کو اپنا سیکرٹری بنا لیا اور اسے اپنے ساتھ ملا لیااور عثمان کے قتل ہونے تک مروان اس پر غالب تھا۔

حکم بن ابی العاص (جو عثمان بن عفان کا چچا ہے) ان افرادمیں سے تھا کہ جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے اور ان کے دلوں کی محبت کو حاصل کرنے کے لئے انہیں مال دیا جاتا تھا۔عثمان کی حکومت کے زمانے میں اور اس کے قتل ہونے سے چند مہینے پہلے حکم مر گیاتھا۔

----

[۱]۔ ناسخ التواریخ (حالات حضرت سجاد علیہ السلام): ج۱ص۳۰۷

[۲]۔ اخلاق از نظر ہمزیستی و ارزشهای انسانی:ج۱ص۳۸۲

رسول خدا(ص) کے حکم پر اسے مدینہ سے نکالے جانے پر اختلاف ہے۔کہا گیاہے: حکم اپنے مکر و فریب سے چھپ چھپا کر رسول اکرم(ص) اور پیغمبر اکرم(ص) بزرگ اصحاب کے ساتھ مل کر قریش کے مشرکین، یا منافقین اور کفار کے بارے میں جو بھی منصوبہ بناتے تھے ،یہ اسے فاش کر دیتا تھا اور جب اس کا یہ عمل ثابت ہو گیا تو اسے نکال دیا گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے:وہ پیغمبر اکرم(ص) کی اپنی ازواج کے ساتھ کی جانے والی گفتگو کو چھپ کر سنتے اور تمام ماجرے کو جاننے کی کوشش کرتا ، جس کا جاننا جائز نہیں ہے اور پھر وہ یہ سب باتیں مذاق اور مزاح کے طور پر منافقین کے لئے نقل کرتا تھا۔کہتے ہیں: وہ پست ترین حرکتوں سے پیغمبر اکرم(ص) کے چلنے کی نقل کرتا تھا۔کہتے ہیں ، پیغمبر اکرم(ص) چلتے وقت آگے سے تھوڑا جھک کر چلتے تھے[1]اور حکم بن ابی العاص بھی چلتے وقت ویسے ہی نقل کرتا تھا۔ وہ پیغمبر اکرم(ص) سے بغض و حسد رکھتا تھا ۔ایک دن رسول خدا(ص) واپس پلٹے تو آپ نے اسے دیکھا ، وہ آپ کے پیچھے چل رہا ہے اور اسی طرح ترانہ انداز میں آپ کے چلنے کی نقل کر رہا ہے۔آپ نے فرمایا:اے حکم؛ ایسے ہی ہو جاؤ۔اسی وقت سے حکم رعشہ کی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔یہ موضوع عبدالرحمن بن حسان بن ثابت نے عبدالرحمن بن حکم خطاب میں منظوم صورت میںبیان کیا ہے اور اس کی مذمت کی ہے: اپنےملعون باپ کی ہڈیوں پر پتھر برساؤاور فرض کرو ، اگر تم پتھر برساؤ گے تو گویا تم نے ایک لرزنے اور کانپنے والے پاگل پر پتھر برسائے ہیں ۔ وہ اس حالت میں چلتا تھا ، اس کا پیٹ تقوا کے کاموں سے خالی اور برے اور ناپسندیدہ کردار سے بھرا ہوا تھا۔"استیعاب"کے مؤلف کہتے ہیں:عبدالرحمن بن حسان نے یہ جو کلام کہا ہے:"تمہارا ملعون باپ" اس کی یہ وجہ ہے ، عائشہ سے مختلف اسناد اور سلسلوں سے روایت کیا ہے ، جسے ابوخیثمہ اور دوسروں نے روایت کیا ہے، روایت ہوئی ہے :جب مروان نے کہا:یہ آیت"اور جس نے اپنے ماں باپ سے یہ کہا ، تمہارے لئے حیف ہے ، تم مجھے اس بات سے ڈراتے ہو ، میں دوبارہ قبر سے نکالا جاؤں گا حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی قومیں گزر چکی ہیں اور وہ دونوں فریاد کررہے تھے ، یہ بڑی افسوسناک بات ہے بیٹا ایمان لے آ۔

----

[1] ۔ پیغمبر اکرم(ص) کے چلنے کی کیفیت کے بارے میں مزید جاننے کے لئے ترجمۂ" طبقات ابن سعد:۲۸۲" چاپ تہران، ۱۳۶۵ ش، اور ترجمۂ "دلائل النبوۃ بیہقی:ج۱ص۱۳۵" چاپ تہران،۱۳۶۱ ش، اور اس پر پیغمبر اکرم(ص) کی لعنت کے بارے میں جاننے کے لئے "النہایۃ ابن اثیر:ج۱ص۳۱۰" کی طرف رجوع فرمائیں۔

خدا کا وعدہ بالکل سچا ہے تو کہنے لگا : یہ سب پرانے لوگوں کے افسانے ہیں "[1]عبدالرحمن بن ابوبکر یعنی عائشہ کے بھائی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔عائشہ نے اس سے کہا: اے مروان! یہ تمہارے بارے میں نازل ہوئی ہے اور میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول خدا(ص) نے تمہارے باپ پر لعنت کی ہے جب کہ تم اس کی پشت میں تھے۔[2]

حکم بن عاص کی طرف سے پیغمبر اسلام(ص) پر روا رکھے جانے والے تمام ظلم و ستم اور اس کے لئے رسول خدا(ص) کی تمام نفرت کے باوجود بہت سے اہلسنت علماء کی روایتوں کی بنا پر اہلسنت کے تیسرے خلیفہ عثمان کو اس سے بہت لگاؤ تھا! یہاں تک کہ اس نے آنحضرت کی خدمت میں سفارش کی کہ اسے اور اس کے بیٹے کو مدینہ واپس بلا لیا جائے لیکن آنحضرت نے اس کی بات کی طرف توجہ نہیں کی۔

رسول اکرم(ص) کی رحلت کے بعد اس نے ابوبکر اور پھر عمر سے بھی یہی درخواست کی۔ان دونوں نے بھی اس کی درخواست قبول نہ کی لیکن جب وہ خود خلیفہ بنا تو اس نے انہیں مدینہ واپس بلا لیا اور اسے بہت سے پیسے اور مال عطا کیا اور اس کے بیٹے مروان کو اپنا کاتب بنا لیا!

کتاب"رہبری اہلسنت بہ مسئلہ امامت"میں لکھتے ہیں:حضرت پیغمبر اکرم(ص) نے حکم بن ابی العاص پر لعنت کی ہے کہ جو مروان کا باپ ہے اور اسے مدینہ سے نکال کر طائف بھیج دیا تھا۔ اگرچہ عثمان نے اس کے لئے بہت گزارش و سفارش کی کہ آنحضرت اسے اور اس کی اولاد کو مدینہ آنے دیں لیکن آپ نے قبول نہ فرمایا۔آنحضرت کی رحلت کے بعد ابوبکر اور عمر نے بھی قبول نہ کیا اور عثمان نے جتنی بھی التماس اورگزارش کی لیکن اسے اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا۔یہاں تک کہ حکم "طرید رسول اللہ" کے لقب سے مشہور و معروف ہو گیا۔[3]

----

[1]۔ سورہ احقاف، آیت: ۱۷

[2]۔ جلوہ تاریخ در شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید:ج۳ص۲۶۴

[3] ۔ تاریخ اسلام ذہبی:ج۳ص۳۶۵ اور ۳۶۶،الوافی بالوفیات:ج۱۳ص۱۱۲،الاصابۃ:ج۱ص۳۴۶، الاستیعاب: ج۱ص۳۱۷،عقد الفرید:ج۴ص۲۸، معارف ابن قتیبہ:ص۱۱۲ اور ۱۱۹،شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید:ج۱ص۱۹۸، ج۳ص۲۹،ج۶ص۱۴۹ اور اسد الغابۃ:ج۲ص۳۴ اور ۳۵۔

پس عثمان نے اپنی خلافت کے زمانے میں رسول خدا(ص) کی مخالفت کی اور حکم کو اس کے اہل و عیال کے ساتھ مدینہ واپس بلا لیااور انہیں بہت مال و منال عطا کیا اور مروان بن حکم کو اپنا کاتب بنا لیا۔

پس امیرالمؤمنین علی علیہ السلام، زبیر، طلحہ، سعد، عبدالرحمن اور عمار نے اس سے اس بارے میں گفتگو کی لیکن اس کا کوئی فائدہ نہ ہوا اور اس نے جواب میں یہی عذر پیش کیا:حکم سے مجھے جو قرابت ہے اگر تمہیں کسی سے ایسی قرابت ہوتی اور جو طاقت میرے پاس ہے وہ تمہارے پاس بھی ہوتی تو تم بھی اسے شہر میں داخل کرلیتے اور حالانکہ مدینہ کے لوگوں میں حکم سے بھی بدتر لوگ موجود ہیں!پھر وہ سب عثمان کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے۔[1][2]

اس خاندان کے بہت سے افراد پیغمبر اکرم(ص) اور آپ کی اہلبیت اطہار علیہم السلام کے دشمن تھے۔ مغیرۃ بن عاص (جو حکم کا بھائی تھا) آنحضرت کے سخت دشمنوں میں سے تھااور اس نے آنحضرت کو شہید کرنے کا ارادہ کیا ہوا تھا لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوسکا اور اسی طرح اس کا بھائی حکم بن عاص آنحضرت کی لعنت کا شکار ہوااور آخر کار عمار کے ہاتھوں واصل جہنم ہوگیا۔ "نفائح العلاّم فی سوانح الایاّم"میں لکھتے ہیں: مغیرۃ بن عاص پتھر پھینکنے میں بہت ماہر تھا اس کا نشانہ کبھی چونکتا نہیں تھا۔جب وہ احد کی طرف جا رہا تھا تو اس نے راستہ میں سے اپنے ساتھ تین پتھر اٹھا لئے اور کہا:"بھذہ اقتل محمداً" میں انہی تین پتھروں کے ساتھ محمد کو قتل کردوں گا۔ پس جنگ کے دوران جب اس کی نظر رسول خدا(ص) پر پڑی اور دیکھا ۔"بیدہ السیف" کہ آپ کے دست مبارک میں تلوار ہے تو پہلے اس نے پیغمبر اکرم(ص) کے ہاتھ کا نشانہ لیا اور ان تین پتھروں میں سے ایک پتھر پھینکا،وہ پتھر آنحضرت کے دست مبارک پر ایسا لگا کہ۔"سقط السیف من یدہ الشریفہ"کہ آپ کے دست مبارک سے تلوار زمین پر گر گئی۔ اس نے چیخ کرکہا:لات و عزیّ کی قسم؛ کہ محمد مارے گئے۔

----

[1] ۔ اسد الغابۃ:ج۴ص۳۴۸،مختصر تاریخ دمشق:ج۲۴ص۱۷۲،،طبقات ابن سعد:ج۵ص۳۶،الشافی سید مرتضی:ج ۴ص۲۶۹ اور شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید:ج۳ص۳۰ اور ۳۱

[2]۔ رہبر اہلسنت بہ مسئلہ امامت:۳۴۹

اس خبیث کی آواز امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے کانوں تک پہنچی تو آپ نے فرمایا:"کذب لعنه اللّٰه"

اس نے جھوٹ بولا ہے،خدا اس پر لعنت کرے ۔پیغمبر اکرم(ص) قتل نہیں وئے۔

پھر اس ملعون نے دوسرا پتھر پھینکا اور وہ پتھر "فَاَصَاب جَبْهَتَه" آپ کی نورانی پیشانی پر لگا اور اس نے پروردگار کے محـل جود کو تکلیف پہنچائی۔

رسول خدا(ص) نے اس لعین کے لئے بد دعا کی :

خدایا! اسے حیران کر۔

لہذا جب کفار واپس لوٹے تو ابن عاص پیغمبر اکرم(ص) کی بد دعا کی وجہ سے معر میں حیران و گیا اور وہ وہاں سے فرار نہ کر سکا یہاں تک ہ مار پہنچے اور اسے واصل جہنم کر دیا۔[1]

معاویہ وغیرہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی پیشین گوئی

آئندہ زمانے کے بارے میں رسول اکرم(ص) کی پیشگوئیاں لوگوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے ہیں (جیسا ہ ہم نے کہا تا) تا ہ لوگ گمراہ کرنے والے فتنوں سے آشنا و کرخود کو ہلا ت و گمراہی سے نجات دیں اور خاندان وحی علیہم السلام کی پناہ میں آکر اور ان کے مکتب کی پیروی کرکے فکری و روحانی سکون حاصل کریں اور اضطراب، پریشانیوں ،وسوسوں اور ہ ادانی سے محفوظ رہیں۔

پیغمبر اکرم(ص) نے یہ پیشگوئیاں مختلف زمانوں میں متعدد خطبات اور مختلف مناسبتوں پر بیان فرمائیں۔کبھی کلی صورت میں سب کے لئے آئندہ کی خصو یات بیان فرمائیں اور اپنی رحلت کے زمانے سے امام ۔ عجل اللہ فرجہ الشریف کے قیام کے زمانے تک فتنوں اور امتحانات کو بیان کیا اور اس اس زمانے اور بعد کے زمانے کے لوگوں کوان میں گرفتار ونے سے ڈراتے اور کبھی کسی خاص وضوع اور خاص عنوان کوبیان کرتے اور اس بارے میں لوگوں کو خبردار کرتے تھے۔

----

[1]۔ نفائح العلّام فی سوانح الایّام: ج ۲ص۲۱۷

کبھی پ خاص افراد کا ناام لیتے اور لوگوں کو ان سے آشنا کرنے اور ان سے وشیار رہنے کے بارے میں بیان کرتے تا ۔ لوگ آنحضرت کے فرمان کے نتیجہ میں راہ اور چاہ میں تشخیص دے سکیں ۔ تاریخ کے مکار افراد کی میٹھی۔ باتوں سے دھوکا نہ کھائیں۔

بعض معین افراد کے بارے میں رسول اکرم(ص) کی پ پیشگوئیوں میں سے پ ایسے فرامین ہیں ۔ جو آنحضرت سے جناب مار کی شہادت کے بارے میں روایت وئے ہیں اور ان میں لوگوں کو وہی راستہ اختیار کرنے کی طرف راغب کیا گیا ہے ۔ جو راستہ جناب مار نے منتخب کیا۔

اس کے مقابل میں پ ایسے افراد کا بھی ناام لیا گیا ہے ۔ رسول خدا(ص) نے سختی سے ان کی پیروی کرنے سے منع کیا ہے۔

اب اس روایت پر غور کریں:

ابن ابی الحدید کہتے ہیں:ابن دیزیل نے عبداللہ بن مر سے،اس نے زید بن حباب سے،اس نے علاء بن جریر عنبری سے،اس نے حکم بن میر ثمالی (جس کی ماں ابوسفیان کی بیٹی ہے) سے نقل کیا ہے ۔ ایک دن پیغمبر اکرم(ص) نے اپنے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا:

اے ابو بکر؛اگر تم خلیفہ بن گئے تو کیا کرو گے؟

اس نے کہا:مجھے امید ہے ۔ ہر گز ایسا نہیں وگا!

رسول خدا(ص) نے فرمایا:

اے مر ؛اگر تم خلیفہ بن گئے تو کیا کرو گے؟

اس نے کہا:اے کاش؛میں سنگسار و جاؤں ۔ اس صورت میں تو میں شر میں گرفتار و جاؤں گا۔

پیغمبر اکرم(ص) نے فرمایا:

اے عثمان!اگر تم خلیفہ بن گئے تو کیا کرو گے؟

عثمان نے کہا:میں خود بھی کھاؤں گا اور دوسروں کو بھی کھلاؤں گا، وال تقسیم کروں گا اور ظلم و ستم نہیں کروں گا!

رسول خدا(ص) نے فرمایا:

یا علی؛اگر آپ خلیفہ بن گئے تو کیا کریں گے؟

فرمایا:اپنے رزق و روزی اور قوت کے مطا کھاؤں گا اور اپنے قبیلہ(مان) کی حمایت کروں گا اور ایک خرما بھی و تو اسے تقسیم کروں اگر ۔ ا وس کو پوشیدہ رکھوں گا۔

پیغمبر اکرم(ص) نے فرمایا:تم میں سے ہرایک جلد ہی حاکم بنے گااور جلد ہی خدا تمہارے اعمال کو دیکھے گا۔

پھر فرمایا:معاویہ ؛جب تم خلیفہ بنو گے تو کیا کرو گے؟

اس نے کہا:خدا اور رسول بہتر جانتے ہیں!فرمایا:

تم ساری بربادی کی جڑ اور بنیاد و اور ہر طرح کے مظالم کی کلید و۔تم برے کام کو اچھا اور اچھے کام کو برا شمار کرو گے؛جیسا ۔ بچہ بوڑھا اور بوڑھا بچہ و جائے۔ تمہاری مدت تو کم و گی لیکن تمہارے مظالم بڑے وں گے!

اسی طرح ابن دیزیل نے مر بن عون سے، اس نے ہیثم سے، اس نے ابو فلج سے،اس نے مرو بن میمون سے نقل کیا ہے ۔ اس نے کہا ہے:

عبداللہ بن سعود نے کہا تھا: کیسا و گا ۔ جب کبھی ایسے فتنہ کو دیکھو ۔ جس میں بوڑھا بچہ اور بچہ بوڑھا و جائے اور وہ فتنہ اس طرح سے لوگوں میں پھیلے گا ۔ وہ اسے سنت سمجھیں گے اور جب فتنہ بدل جائے تو کہا جائے گا یہ برا کام ہے۔

یعنی معاویہ اور اس کے جانشین دین میں بدعت ایجاد کریں گے ۔ دین اپنی راہ سے خارج و جائے گا اور جب ان کی حکومت ختم و گی اور کوئی ان بدعتوں کو ختم کرنا چاہے گا تو لوگ ان بدعتوں سے اتنے مانوس و چکے وں گے ۔ وہ انہیں ختم کرنے کو برا شمار کریں گے۔جس طرح ۔ جب مر بن عبدالعزیز اپنی حکومت کے زمانے میں نمازوں کے خطبوں میں سے امیر

المؤمنین علی علیہ السلام پر سبّ و شتم کو ختم کرے گا تو شام کے لوگوں نے اسے برا شمار کیا۔[1]

اس روایت میں ذکر ہونے والے پیغمبر اکرم(ص)کے سوالوں کے جواب میں ابوبکر کی خواہش تھی کہ اسے حکومت نہ ملے، عمر نے اس تمنا کا اظہار کیا کہ اے کاش وہ سنگسار ہو جائے لیکن حاکم نہ بنے۔ وہ شر میں گرفتار ہو جائے گا اور عثمان نے کھانے کی بات کی اور کہا:میں خود بھی کھاؤں گا اور دوسروں کو بھی کھلاؤں گا....۔

ان دونوں کی باتیں اس چیز پر گواہ ہیں کہ وہ خود کو حکومت کے لائق نہیں سمجھتے تھے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: میں اپنی قوت کے مطابق کھاؤں گا اور مسلمانوں کی حمایت کروں گا اور......۔

معاویہ نے سوال کے بعد وہ ٹال مٹول اور اپنے کردار کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔

اس روایت کو حکم بن عمیر (جو معاویہ کا بھانجا ہے) نے نقل کیا ہے اور عمر کے بیٹے نے اسے دو واسطوں کے ذریعہ سے روایت کیا ہے۔

اس بناء پر عمر کے بیٹے کی یہ روایت کہ جس میں عمر خود کو خلافت کے لائق نہیں سمجھتا اور جس میں اس نے کہا ہے:اے کاش؛ میں سنگسار ہو جاؤں لیکن مجھے خلافت نہ ملے۔

اے کاش! خود کو مکتب اسلام کا پیروکار اور رسول اکرم (ص) کا تابع سمجھنے والے تمام مسلمان اس پیشگوئی (جو سنی کتابوں میں بھی نقل ہوئی ہے) سے عبرت لیں اور اپنی آخرت کی اس فنا ہونے والے دنیا کے عوض نہ بیچیں۔

رسول خدا(ص) ہمیشہ منبع وحی سےکلام کرتےتھے لہذا آپ نے اس اہم پیشگوئی میں(کہ جس میں تمام مسلمانوں کے لئے بہت بڑا درس ہے) معاویہ کے پس پردہ چہرے اور اس کی مکاری و عیاری کو سب لوگوں پر عیاں کر دیا ہے۔

----

[1]۔ اعجاز پیامبر اعظم(ص) در پیشگویی از حوادث آئندہ: ۳۷۲

معاویہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی دوسری پیشین گوئی

رسول خدا(ص) نے معاویہ کے بارے میں ایک دوسری پیشگوئی بھی کی اور یہ پیشگوئی جناب ابوذر کے بارے میں بیان فرمائی ۔ یہ ایک مفصل واقعہ ہے جسے ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں ذکر کیا ہے اور اس میں عثمان کے کھانے اور کھلانے کے بارے میں بھی اہم مطالب موجود ہیں لہذا ہم اسے نقل کرتے ہیں:

جناب ابوذر کا واقعہ اور انہیں ربذہ کی طرف نکال دینا ان کاموں میں سے ہے جن کی وجہ سے عثمان پر اعتراضات کئے گئےہیں ۔ یہ بات ابوبکر احمد بن عبدالعزیز جوہری کتاب السقیفۃ میں عبدارزاق سے،انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے عکرمہ اور انہوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے ۔ اس نے کہا ہے: جب ابوذر کو ربذہ کی طرف نکال دیا گیا تو عثمان نے حکم دیا ۔ لوگوں میں یہ اعلان کروا دو ۔ کوئی بھی ابوذر سے ہم کلام نہ ہو اور نہ ہی انہیں دداع کرے اور مروان بن حکم کو حکم دیا ۔ ابوذر کو مدینہ سے باہر نکال دے۔

اس نے ایسا ہی کیا اور لوگوں نے ابوذر کی مدد کرنے سے اجتناب کیالیکن حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام ،آپ کے بھائی جناب عقیل، حضرت امام حسن علیہ السلام ، امام حسین علیہ السلام اور جناب عمار یاسر ،جناب ابوذر کے ساتھ شہر سے باہر آئے اور آپ کو ووداع کیا۔

امام حسن علیہ السلام نےجناب ابوذر سے گفتگو کا آغاز کیا: مروان نے آنحضرت سے کہا: اے حسن؛آرام کرو،لیکن کیا تم نہیں جانتے ۔ امیر المؤمنین !نے اس شخص سے بات کرنے سے منع کیا ہے؟!اگر نہیں جانتے تو اب جان لو۔

اسی وقت امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے مروان پر حملہ کیا ۔ تازیانہ سے اس کی سواری دونوں کانوں کے درمیان مار کر فرمایا: دور ہو جا ۔ خدا تمہیں آگ میں ڈالے۔

مروان غصہ کے عالم میں عثمان کے پاس واپس لوٹ گیا اور عثمان سے سار واقعہ بیان کیا،پھر عثمان حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام سے ناراض ہوا!

جب جناب ابوذر کھڑے ہوئے تو ان حضرات نے انہیں وداع کیا۔ ذکوان (ام ہانی بنت ابوطالب کا آزاد کیا ہوا ہے جو حافظ حدیث، قوی حافظہ کا مالک اور ابوذر کے ساتھ تھا) نے کہا ہے: میں نے ان حضرات کی ابوذر سے ہونے والی گفتگو کو حفظ کر لیا ہے۔ جو یہ تھی:

امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

اے ابوذر !تم نے خدا کے لئے ناراضگی اختیار کی ہے، یہ قوم تم سے اپنی دنیا کے لئے خوفزدہ تھی اور تم ان سے اپنے دین و آخرت کے لئے خوفزدہ تھے، انہوں نے تمہیں اپنی دشمنی اور بغض کی وجہ سے مشکلات میں ڈالا اور ہمیں مصیبت میں گرفتار کر دیا اور تمہیں ایسے خشک صحرا کی طرف بھیج دیا۔خدا کی قسم! اگر آسمان و زمین کسی بندے کے لئے بند ہو جائے اور وہ خدا سے ڈرے اور پرہیز گار رہے تو خداوند اس کے لئے ان دونوں سے باہر آنے کا راستہ فراہم کرے گا۔

اے ابوذر! حق کے علاوہ کوئی چیز بھی تم سے مانوس نہ ہو اور باطل کے علاوہ تم کسی چیز سے خوفزدہ نہ ہو۔

پھر امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے اپنے ساتھ موجود افراد سے فرمایا: اپنے چچا سے خداحافظی کرو۔

اور عقیل سے فرمایا:اپنے بھائی سے خداحافظ کرلو۔

اس وقت عقیل نے گفتگو کی اور یوں اظہار کیا: اے ابوذر!اب کیا کہیں ، تم جانتے ہو کہ ہم تمہیں کس قدر دوست رکھتے ہیں اور تم بھی ہمیں کس قدر دوست رکھتے ہو،خدا سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو کہ پرہیزگاری ہی کامیابی ہے، اور صبر کرو کیونکہ یصبر ہی کرامت ہے، اور جان لو کہ اگرتم نے یصبر کو مشکل سمجھا تو یہ بے تابی کا سبب بنے گا ، اور اگر عافیت آنے میں دیر سمجھوتو یہ ناامیدی ہے، اس لئے ناامیدی و بے تابی کو رہا کر دو۔

پھر حضرت امام حسن علیہ السلام نے یوں فرمایا:

چچا جان؛ اگر ایسا ہوتا اور یہ امر پسندیدہ ہوتا کہ جو شخص خدا حافظی کہے وہ خاموش رہے اور وداع کرنے والا لوٹ جائے

تو تمام غم و اندوہ کے ساتھ کلام بھی مختصر ہو جاتا ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس قوم نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟! اور اب دنیا کو یاد کرنا چھوڑ دیں کہ اس کا انجام اچھا ہو گا اور مشکلات کو امید سے اپنے لئے حل کریں، صبر کریں تاکہ اپنے پیغمبر (ان پر اور ان کی آل پر خدا کا درود ہو) کا دیدار کریں اور وہ آپ سے راضی و خوشنود ہوں۔

پھر حضرت امام حسین علیہ السلام نے یوں فرمایا:

چچا جان؛ خداوند اس چیز پر قادر ہے کہ جو آپ دیکھ رہے ہیں اسے تبدیل کر دے اور وہ ہر روز ایک نئی شان والا ہے۔

اس قوم نے اپنی دنیا کو آپ سے دور کیا اور آپ نے اپنا دین ان سے دور رکھا، انہوں نے آپ سے جو چیز دور کی آپ اس سے بے نیاز ہیں، اور آپ نے ان سے جو چیز دور کردی انہیں اس کی شدید ضرورت ہے۔ اب خدا سے صبر و نصرت طلب کریں، بے تابی نہ کریں اور خدا سے پناہ مانگیں کیونکہ صبر دین و کرامت میں سے ہے اور لالچ حتی کہ ایک دن کو بھی مقدم نہیں رکھتا اور بے تابی موت میں تاخیر نہیں کرتی۔

پھر جناب عمار یاسر نے غصے میں گفتگو کی اور یوں اظہار کیا: جس نے تمہیں مصیبت میں ڈالا خدا اسے آرام و سکون نہ دے اور جس نے تمہیں ڈرایا خدا اسے امان نہ دے۔ بیشک خدا کی قسم؛ اگر تم ان کی دنیا طلب کرتے اور ان کے ساتھ ہماہنگ ہوتے تو وہ تمہارے لئے دنیا فراہم کر دیتے اور اگر تم ان کے امور پر راضی ہوتے تو وہ تمہیں دوست رکھتے۔ کسی بھی چیز نے لوگوں کو تمہارے کلام اور اعتقاد سے باز نہیں رکھا مگر دنیا پر ان کی رضائیت اور موت سے خوف و بے تابی۔

وہ اس چیز کی طرف مائل ہو گئے کہ جس کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ اور بادشاہی اسی کی ہے کہ جو فاتح ہو[1] لوگوں نے اپنا دین انہیں بخش دیا اور اس قوم نے بھی اپنی دنیا انہیں دے دی اور وہ اس دنیا اور اس دنیا میں نقصان اٹھانے والے بن گئے، بیشک یہ آشکار نقصان ہے۔

----

[1]۔ یہ ایک ضرب المثل ہے۔

جناب ابوذر جو بوڑھے ہو چکے تھے، بہت روئے اور انہوں نے کہا:اے خاندان رحمت؛خدا آپ پر رحمت کرے میں جب بھی آپ لوگوں کو دیکھتا ہوں تو مجھے رسول خدا (ص) کی یاد آتی ہے، مدینہ میں آپ کے علاوہ میرے لئے کوئی سہارا اور آرام نہیں ہے۔اب میں حجاز میں میرا وجود عثمان پرگراں گذر رہا ہے جس طرح شام میں میرا وجود معاویہ پر گراں گذر رہاتھا۔عثمان نہیں چاہتا تھا میں اس کے بھائی اور خالہ زادبھائی کے جوار میں ان دو شہروں میں سے ایک میں رہوں[1] کہیں میں ان دوشہروں کے لوگوں کو ان کے خلاف نہ بھڑکاؤں۔اس نے مجھے اس سر زمین کی طرف بھیج دیا جہاں خدا کے علاوہ کوئی میری نصرت کرنے والا اور میرادفاع کرنے والا نہ ہو گا اور خدا کی قسم! میں خدا کے علاوہ کسی کی ہمنشینی نہیں چاہتا اور مجھے خدا کے علاوہ کسی کا خوف نہیں ہے۔[2] سیرت نگاروں،مؤرخوں اور راویوں میں سے اکثر کا یہی خیال ہے عثمان نے پہلے ابوذر کو شام کی طرف جلا وطن کر دیا تھا اور جب معاویہ نے ان کی شکایت کی تو انہیں واپس مدینہ بلا لیااور چونکہ وہ جس طرح شام میں اعتراض کرتے تھے اسی طرح انہوں نے مدینہ میں بھی اعتراضات کئے لہذا انہیں ربذہ کی طرف جلا وطن کر دیا گیا۔ اصل واقعہ یوں ہے:چونکہ عثمان نے مروان بن حکم اور دوسرے لوگوں کو اموال عطا کئے تھے اور اس میں سے کچھ حصہ زید بن ثابت سے مخصوص کیا تھا،ابوذر گلی کوچوں میں لوگوں کے درمیان کہتا تھا۔کافروں کو دردناک عذاب کا مزہ چکھاؤ اور بلند آواز سے یہ آیت پڑھتا تھا:(وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلاَ يُنفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ)[3]

اور جو لوگ سونے چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے۔ پیغمبر،آپ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دے دیں۔

----

[1] ۔ ظاہراًیہاں دو شہروں سے بصرہ اور مصر مراد ہیں۔مصر کا حاکم عبداللہ بن سعد بن ابی شرح جو عثمان کا رضاعی بھائی تھا اوربصرہ کا حاکم عبداللہ بن عامر جو عثمان کی خالہ کا بیٹا تھا، ان دونوں کے حالات زندگی، مشکلات اور گندے کردار کے بارے میں مزید جاننے کے لئے "اسد الغابۃ: ج۳ص۱۷۳اور ۱۹۲ "کی طرف رجوع کریں۔

[2]۔ یہ واقعہ کتاب"السقیفۃ" (جوہری متوفی ۳۲۳ھ) میں تفصیل کے ساتھ ذکر ہوا ہے۔

[3]۔ سورہ توبہ،آیت:۳۴

عثمان وکہ بارہا اس کی خبر دی گئی اور وہ خاموش رہا اور اس کے بعد عثمان نے اپنے ایک رشتہ دار اور اپنے آزاد کیے ہوئے غلام کو ابوذر کے پاس بھیجا اور کہا: تمہارے بارے میں مجھ تک جو خبریں پہنچ رہی ہیں، اب ان سے دستبردار ہو جاؤ۔

ابوذر نے کہا: کیا عثمان مجھے کتاب خداوند کی تلاوت کرنے اور حکم خدا کو پامال کرنے والے کے عیب بیان کرنے سے منع کر رہا ہے؟ خدا کی قسم! اگر میں عثمان کی ناراضگی مول لے کر خداوند کریم کو راضی کر لوں تو یہ میرے لئے اس سے بہتر اور پسندیدہ ہے کہ میں عثمان کی رضائیت سے خدا کو ناراض کروں۔ یہ پیغام سن کر عثمان سخت غصہ میں آگیا اور اس نے اس بات کو ذہن نشین کر لیا جب کہ ظاہری طور پر وہ صبر سے کام لے رہا تھا، یہاں تک کہ ایک دن عثمان لوگوں کے درمیان تھا تو اس نے پوچھا: کیا امام کے لئے ایسا کرنا جائز ہے کہ وہ خدا کے مال سے کچھ قرض لے لئے اور پھر جب چاہئے اسے واپس کر دے؟

کعب الاحبار نے کہا: اس کام میں کوئی حرج نہیں ہے!

ابوذر نے کہا: اے دو یہودیوں کے بیٹے؛ کیا تم ہمارا دین ہمیں کو سکھا رہے ہو؟

عثمان نے ابوذر سے کہا: تم نے مجھے اور میرے دوستوں کو بہت اذیت پہنچا لی، اب بس تم شام کی طرف چلے جاؤ۔

عثمان نے جناب ابوذر کو مدینہ سے جلاوطن کر کر شام کی طرف بھیج دیا۔ ابوذر معاویہ کے اعمال کو بھی برا شمار کرتا تھا۔ ایک دن معاویہ نے ان کے لئے تین سو دینار بھیجے۔ ابوذر نے معاویہ کے قاصد سے کہا: اگر یہ میرا مقررشدہ مال ہے کہ جس سے اس سال تم نے مجھے محروم رکھا تو میں یہ قبول کروں گا اور اگر یہ صلہ و بخشش ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے، لہذا اسے واپس لے جاؤ۔ اس کے بعد معاویہ نے دمشق میں سبز محل بنوایا۔ جناب ابوذر نے معاویہ سے کہا: اگر تم نے یہ محل خدا کے مال سے بنوایا ہے تو یہ خیانت ہے اور اگر تم نے اپنے مال سے بنوایا ہے تو یہ اسراف ہے۔

وہ شام میں کہتے تھے: خدا کی قسم؛ ایسے امور رونما ہوئے ہیں کہ جنہیں میں نہیں جانتا اور خدا کی قسم نہ تو وہ خدا کی کتاب میں ہیں اور نہ ہی رسول خدا(ص) کی سنت میں۔ خدا کی قسم؛ بیشک میں دیکھ رہا ہوں کہ چراغ حق بجھ جائے گا اور باطل زندہ ہو جائے

گا اور میں سچے کو دیکھ رہا ہوں ، جسے جھٹلایا جائے گا اور بے تقوی لوگوں کو منتخب کیا جائے گا اور دوسروں کو نیک لوگوں پر ترجیح دی جاتی ہے۔

حبیب بن مسلمہ فہری نے معاویہ سے کہا: ابوذر تمہارے لئے شام کو تباہ کر دے گا،شام کے لوگوں سے ملو اور اگر تمہیں شام کی ضرورت ہے تو اس کے بارے میں سوچو۔

ابوعثمان جاحظ کتاب"السفیانیۃ"میں جلام بن جندل غفاری سے نقل کرتے ہیں ، اس نے کہا:

میں معاویہ کا غلام تھا اور ایک دن عثمان قنسرین اور عواصم[1]آیا تھا اور وہ ایک دن معاویہ کے پاس آیا تا ، اس سے اپنے اور کے بارے میں پوچھے،اچانک میں نے دن کے معاویہ کے دربار کے دروازے پر کوئی چلا رہا تھا اور کہہ رہا تھا:اونٹوں کی یہ قطار پہنچ گئی جس پر آگ حمل کی جائے گی،خدایا!جو امر بہ معروف کرتے ہیں اور خود اس پر عمل نہیں کرتے اور جو نہی از منکر کرتے ہیں اور خود اسے انجام دیتے ہیں ان پر لعنت فرما۔

معاویہ کے رونگٹے کھڑے ہو گئے ،اس کا رنگ بدل گیااور اس نے کہا:اے جلام!کیا تم اس چلانے والے شخص کو جانتے ہو؟

میں نے کہا:ہر گز نہیں۔

کہا:کون جندب بن جنادۃ سے میری جان چھڑا سکتا ہے؟ہر روزوہ میرے دربار کے دروازے پر آتا ہے اور یہی بات کہتا ہے ، جو اب تم نے سنی ہے۔

پھر کہا:ابوذر کو میرے پاس لایا جائے۔

جناب ابوذر کو پس لوگ کھینچتے ہوے لے کر آئے!اور انہیں معاویہ کے سامنے کھڑا کر دیا،معاویہ نے ان سے کہا:اے خدا اور رسول خدا کے دشمن!ہر دن تم میرے سامنے آتے ہو اور ایسے ہی کرتے ہو؟

----

[1]۔ واصم،حلب کے نزدیک ایک قلعہ ہے۔ معجم البلدان:ج۶ص۲۳۷

بیشک اگر میں امیرالمؤمنین عثمان! کی اجازت کے بغیراصحاب محمد (ص) میں سے کسی کو قتل کر سکتا تو بلا شک و شبہ میں تمہیں قتل کر دیتا،اور اب میں تمہارے بارے میں اس سے اجازت لے لوں گا!

جلام کہتا ہے:میں ابوذر کا دیدار کرنا چاہتا تھا چونکہ وہ میری قوم میں سے تھے،جب میں نے انہیں دیکھا تو مجھے گندمی رنگ کا ایک کمزور شخص نظر آیا جن کے چہرے کی ہڈیاں ظاہر تھیں اور کمر جھکی ہوئی تھی۔

انہوں نے معاویہ کی طرف رخ کیا اور کہا:میں خدا اور رسول خدا(ص) کا دشمن نہیں ہوں؛بلکہ تو اور تیرا باپ ، تم دونوں خدا اور رسول خدا(ص) کے دشمن ہو ،جنہوننے ظاہری طور پر اسلام قبول کیا اور اپنے کفر کو چھپا لیا اور رسول خدا(ص) نے تم پر لعنت کی ہے اور کئی بار تم پر نفرین کی ہے ۔ تمہارا کبھی پیٹ نہ بھرے اور میں نےخودسنا ہے ، رسول خدا(ص) نے فرمایا:

جب بھی تم موٹی آنکھوں والا اور موٹی گردن والا (جوکھاتا ہے لیکن سیر نہیں ہوتا) شخص میری امت کا حکمران بن جائے تو میری امت کو اس سے ہوشیار رہنا چاہئے۔

معاویہ نے کہا:میں وہ شخص نہیں ہوں۔

ابوذر نے کہا:نہیں؛تم ہی وہ شخص ہو،رسول خدا(ص) نے مجھے اس بارے میں بتایا ہے اور ایک بار تم آنحضرت (ص) کے پاسسے گذرے تھے تو میں نے سنا ، آنحضرت نے فرمایا:

اے خدا!اس پر لعنت فرما اور اسے خاک کے علاوہ کسی اور چیز سے سیر نہ فرما۔

اور میں نے پیغمبر اکرم(ص) سے یہ بھی سنا ، آپ نے فرمایا:

معاویہ کا ٹھکانا جہنم میں ہے۔

معاویہ ہنسا اور اس نے ابوذر کو قید کرنے کا حکم دیا اور اس کے بارے میں عثمان کو لکھا۔

عثمان نے معاویہ کے جواب میں لکھا:جندب کومنہ زور اور سرکش ترین سواری پر بٹھا کر میرے پاس بھیج دو اور اسے کسی ایسے کے ساتھ بھیجو ، جو شب و روز اسے تازیانے مارے!

معاویہ نے ابوذر کو ایک بوڑھے اونٹ پر بےپالان کے بغیر سوار کیا اور اسے مدینہ بھیج دیا جب ۔ ان کی ران کا گوشت راستے کی سختیوں کی وجہ سے گر گیا تھا۔

جب ابوذر مدینہ پہنچے تو عثمان نے انہیں پیغام دیا: تم جہاں جانا چاہو چلے جاؤ۔

جواب ابوذر نے کہا: کیا میں مکہ کی طرف چلا جاؤں؟

کہا: نہیں۔

ابوذر نے کہا: بیت المقدس کی طرف چلا جاؤں؟

کہا: نہیں۔

کہا: کیا میں ان دوشہروں میں سے ایک کی طرف چلا جاؤں؟

عثمان نے کہا: نہیں بلکہ میں خود تمہیں ربذہ کی طرف جلاوطن رہا ہوں۔

عثمان نے ابوذر کو ربذہ کی طرف جلاوطن کردیا اور وہ آخر تک وہیں تھے، یہاں تک ۔ ان کا انتقال ہو گیا۔

واقدی کی روایت ذکر ہوا ہے ۔ جب ابوذر عثمان کے پاس آئے تو عثمان نے ان کے لئے ایک شعر پڑھا ۔ جو یوں تھا: خداوند قین کی آنکھوں کو کبھی روشن نہ کرنا اور کبھی اسے خوبصورتی نہ دینا اور جب بھی ہمارا آمنا سامنا ہوا ہے تو ہمارا تحیت و سلام غصہ اور ناراضگی ہے۔

ابوذر نے کہا: میں اپنے لئے کبھی بھی "قین" نام کو نہیں جانتا۔

دوسری روایت میں آیا ہے ۔ عثمان نے ابوذر کے نام کو مصغر کیا اور کہا: اے جنیدب! خدا تمہاری آنکھوں کو کبھی روشن نہ کرے۔

ابوذر نے کہا: میرا نام جندب ہے اور رسول خدا(ص) نے مجھے "عبداللہ" کا نام عطا کیا ہے اور میں نے اپنے لئے وہی نام منتخب کیا ہے جو نام پیغمبر(ص) نے مجھے دیا ہے۔

عثمان نے کہا:تم وہی و ہ جس کا یہ خیال ہے ہ ہم نے کہاہے:خدا کے ہات بندے ہیں اور خداوند فقیر ہے اور ہم مال-رار ہیں؟

ابوذر نے کہا:اگر تم لوگوں کا ایسا اعتقاد ہو۔ ا تو خدا کا مال خدا کے بندوں پر خرچ کرتے ، اور میں گواہی دیتا -وں ہ میں نے رسول خدا(ص) سے سنا تھا ہ آپ نے فرمایا:

جب ابوالعاص کے بیٹوں کی تعدا د تیس تک پہنچ جائے تو وہ خدا کے مال کو اپنا مال،خدا کے بندوں کو اپنا غلام اور خدا کے دین کو تباہی کا وسیلہ قرار دیں گے۔[1]

عثمان نے حاضرین سے کہا:کیا تم نے یہ بات رسول خدا(ص) سے سنی ہے؟

انہوں نے کہا: نہیں

عثمان نے کہا:ابوذر ؛وای و تم پر!تم رسول خدا(ص)کی طرف جھوٹ کی نسبت دے رہے و؟

ابوذر نے لوگوں کی طرف رخ کر کے کہا:کیا تم نہیں جانتے ہ میں سچ بولتا وں؟!

انہوں نے کہا:خدا کی قسم!نہیں۔

عثمان نے کہا:علی(علیہ السلام)کو میرے پاس بلاؤ اور جیسے ہی امیرالمؤمنین علی علیہ السلام آئے تو عثمان نے ابوذر سے کہا:ابوالعاص کے بیٹوں کے بارے میں اپنی حدیث علی (علیہ السلام) سے بیان کرو۔

ابوذر نے وہ حدیث دوبارہ بیان کی۔

عثمان نے امیرالمؤمنین علی علیہ السلام سے کہا:کیا آپ نے یہ حدیث رسول خدا(ص) سے سنی ہے؟

فرمایا:نہیں؛لیکن اس میں شک نہیں ہے ہ ابوذر سچ بول رہے ہیں۔

عثمان نے کہا: تم اس کی سچائی سے کیسے آگاہ و؟فرمایا:

----

[1]۔ یہ حدیث"النہایۃ ابن اثیر:ج۲ص۸۸اور ۱۴۰"میں بھی ذکر وئی ہے۔

میں نے خود رسول خدا(ص) سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: آسمان نے ابوذر سے زیادہ کسی سچے انسان پر سایہ نہیں کیا اور زمین نے اس سے زیادہ کسی سچے انسان کو خود پر حمل نہیں کیا۔[1]

وہاں پر موجود لوگوں نے کہا:ہم سب نے یہ حدیث رسول خدا(ص) سے سنی ہے۔

ابوذر نے کہا:میں تمہارے لئے حدیث بیان کرتا ہوں کہ میں نے پیغمبراکرم(ص) سے سنی ہے لیکن تم مجھ پر تہمت لگاتے ہو، میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ میں ایسی زندگی گذاروں گا کہ مجھے اصحاب محمد(ص) سے ایسا سننے کو ملے گا!

واقدی نے ایک دوسری روایت میں اپنی سند سے صہبان (اسمیوں سے وابستہ)سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا ہے:جس دن ابوذر کو عثمان کے پاس لائے تو میں

نے دیکھا کہ عثمان نے ابوذر سے کہا:تم وہی ہو کہ جس نے ایسا ویسا کیا ہے؟

ابوزر نے کہا:میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور تم سوچ رہے ہو کہ میں خیانت کر رہا ہوں، میں تمہارے دوستوں کو نصیحت کر رہا ہوں جیسا کہ وہ سوچتے ہیں۔

عثمان نے کہا:تم جھوٹ بول رہے ہو،تم فتنہ برپا کرنا چاہتے ہو اور فتنہ طلب ہو اور تم نے ہمارے لئے شام کو تباہ کر دیا ہے!

ابوذر نے کہا:اپنے دو دوستوں کی روش کی پیروی کرو تاکہ کوئی بھی تم پر بات نہ کرے۔

عثمان نے کہا:اے بے مادر!تمہارا اس بات سے کیا سرو کار ہے؟

ابوذر نے کہا:خدا کی قسم!میرے پاس امر بہ معروف اور نہی از منکر کے علاوہ کوئی دلیل نہیں ہے۔

----

[1] ۔ یہ حدیث شیعہ اور سنیوں کی مختلف کتابوں میں آئی ہے ۔ بحار الانوار مرحوم علامہ مجلسی: ج۲۲ص۳۹۳، نئی چاپ کہ جس میں مختلف منابع بھی لائے گے ہیں اور النہایة ابن اثیر: ج۲ص۴۲۔

عثمان غصہ میں آگیا اور اس نے کہا: مجھے اس بوڑے اور جھوٹے آدمی کے بارے میں میری رہنمائی کرو کہ میں اس کا کیا کروں؟اسے ماروں؛قید میں ڈال دوں، قتل کر دوں۔یا اسے اسلامی ممالک سے نکال دوں کیونکہ اس نے مسلمانوں کی جماعت کو منتشر کر دیا ہے؟!

امیرالمؤمنین علی علیہ السلام فرمایا کہ جو وہانموجود تھے:

میں تمہاری اس طرح رہنمائی کرتا ہوں کہ جس طرح مؤمن آل فرعون نے کہا:"اور اگر جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا عذاب اس کے سر ہوگا اور اگر سچا نکل آیا تو جن باتوں سے ڈرا رہا ہے وہ مصیبتیں تم پر نازل بھی ہوسکتی ہیں ۔ بیشک اللہ کسی زیادتی کرنے والے اور جھوٹے کی رہنمائی نہیں کرتا ہے"۔[1]

عثمان نے امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کوبہت تند جواب دیا اور آنحضرت نے بھی ویسا ہی جواب دیا اور ہم ان دونوں جوابوں کا تذکرہ نہیں کرتے کیونکہ ان میں مذمت کی گئی ہے۔

واقدی کہتا ہے:اس کے بعد عثمان نے لوگوں کو ابوذر کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور گفتگو کرنے سے منع کر دیا اور انہوں نے کچھ عرصہ اسی طرح گذارا۔پھر انہیں عثمان کے پاس لایا گیا اور جب وہ عثمان کے سامنے کھڑے ہوئے تو عثمان سے کہا:اے وای ہو تم پر! کیا تم نے رسول خدا(ص) ، ابوبکر اور عمر کو نہیں دیکھا ؟کیا تمہارا طریقۂ کار انہیں کے طریقۂ کار کی طرح ہے؟تم مجھ پر اس طرح ظلم و ستم کر رہے ہو جس طرح ظالم ظلم کرتے ہیں۔

عثمان نے کہا:میرے سامنے اور میری ریاستوں سے دور چلے جاؤ۔

ابوذر نے کہا:ہاں ؛ تمہاری ہمسائیگی میرے لئے کتنی ناخوشگوار ہے، بتاؤ میں کہاں چلاجاؤں؟

کہا:جہاں چاہو چلے جاؤ۔

ابوذر نے کہا:شام چلے جاؤں، جو جہاد کی سرزمین ہے؟

----

[1]۔ سورہ غافر، آیت:۲۸

عثمان نے کہا: میں نے تمہیں شام سے یہاں اسی لئے بلایا تھا ۔ تم نے شام کو تباہ کر دیا تھااور اب میں تمہیں دوبارہ وہیں بھیج دوں؟ ابوذر نے کہا: عراق چلاجاؤں؟

کہا: نہیں، اگر تم عراق چلے گے تو تم ان قوم کے پاس چلے جاؤ گے جو بزرگوں اور حکمرانوں پر شک و شبہ کرتے ہیں اور انہیں طعنہ دیتے ہیں۔

ابوذر نے کہا: کیا میں مصر کی طرف چلا جاؤں؟

عثمان نے کہا: نہیں۔

ابوذر نے کہا: تو پھر میں کہاں جاؤں؟

کہا: صحرا کی طرف چلے جاؤ۔

ابوذر نے کہا: تم کہتے ہو ، ہجرت کے بعد پھرسے عرب صحرا نشین ہو جاؤں؟

کہا: ہاں!

ابوذر نے کہا: میں نجد کے بادیہ کی طرف جاسکتا ہوں؟

عثمان نے کہا: نہیں؛ شرق سے دوچلے جاؤاور اس راستہ سے جاؤ اور ربذہ سے آگے مت جاؤ۔

جناب ابوذر ربذہ کی طرف چلے گئے۔

واقدی نے اسی طرح مالک بن ابی الرجال اور موسی بن میسرۃ سے نقل کیا ہے ۔ ابوالاسود دئلی نے کہا ہے:

میں ابوذر کو دیکھنا چاہتا تھا ، میں ان سے ربذہ کی طرف جانے کا سبب پوچھوں؛ میں ان کے پاس گیا اور میں نے کہا: کیا آپ مجھے بتائیں گے ، آپ مدینہ سے اپنی مرضی سے چلے آئے ہیں۔یا کسی نے آپ کو آنے پر مجبور کیا ہے؟

کہا: میں مسلمانوں کی ایک سرحد کے کنارے پر تھا اور دفاع کر رہا تھا ، میں مدینہ واپس گیا اور میں نے کہا ، یہ ہجرت اور میرے دوستوں کی جگہ ہے اور میں مدینہ سے بھی یہاں آ گیا ، تم دیکھ رہے ہو۔

پھر کہا: پیغمبر اکرم(ص) کے زمانے میں ایک رات میں بر میں سو رہا تھا ، پیغمبر اکرم(ص) میرے پاس سے گزرے اور اپنے پاؤں سے مجھے مارا اور فرمایا: میں یہ نہ دیکھوں کہ بر میں ہی سو رہے ہو۔

میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں؛ مجھ پر نیند نے غلبہ کر دیا تھا اور آنکھ لگ گئی اور میں بر میں ہی سو گیا۔

فرمایا: تم اس وقت کیا کرو گے جب تمہیں اس بر سے نکال کر جلا وطن کر دیا جائے گا؟

میں نے کہا: میں اس صورت میں شام چلا جاؤں گا ، جو مقدس سرزمین اور جہاد کی جگہ ہے۔

فرمایا: اگر تمہیں شام سے بھی نکال دیں تو تم کیا کرو گے؟

میں نے کہا: میں اسی بر میں واپس آجاؤں گا۔

فرمایا: اگر پھر تمہیں اس بر سے نکال دیں تو کیا کرو گے؟

میں نے کہا: میں اپنی تلوار نکال کر ان کے ساتھ لڑوں گا۔

فرمایا: کیا اس کام میں تمہاری رہنمائی کروں؟وہ تمہیں جہاں کھینچیں ان کے ساتھ چلے جاؤ اور ان کے فرمانبردار بنو اور ان کی سنو۔

میں نے سنا اور اطاعت کی اور اب بھی سن رہا ہوں اور اطاعت کر رہا ہوں اور خدا کی قسم؛عثمان اس حال میں خدا سے ملے گا جب ، وہ میرا مجرم ہوگا۔[1]

اس گذشتہ واقعہ میں جناب ابوذر نے معاویہ کے مستقبل کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) سے تین روایت نقل کی ہیں جو معاویہ کے گمراہ ہونے،لعنت نفرین کے حقدار ہونے اور عذاب جہنم کے مستحق ہونے کی واضح دلیل ہیں۔ان سب کے باوجود رسول خدا(ص) کی سنت کی پیروی کرنے کا دعوی کرنے والوں میں سے یہ لوگ معاویہ کو کیوں پسند کرتے ہیں ؟!

----

[1]۔ جلوہ تاریخ در شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید:ج۴ص۲۰۴

کیاپیغمبر اکرم(ص) نے یہ نہیں فرمایا:"امت کو اس سے ہوشیار رہنا چاہئے"؟

کیا انہیں سب سے زیادہ سچے شخص یعنی جناب ابوذر کا بھی یقین نہیں ہے؟!

کیا عثمان نے رسول خدا (ص)کے محبوب ترین صحابی جناب ابوذر کو اس شہر سے اس دیار میں صرف اس لئےجلاوطن نہیں کر دیا تھا ۔ وہ عثمان پر اعتراض کرتے تھے ۔ عثمان اپنے داماد مروان اور اپنے دوسرے چہیتے لوگوں کو بیت المال سے مال عطاء کرتا تھا؟!

کیا عثمان کا یہ فعل بھی سنت رسول خدا(ص) کی پیروی تھا؟!کیوں عثمان نے معاویہ کو شام کی حکمرانی پر باقی رکھا جب کہ رسول خدا(ص) نے بارہا اس پر لعنت و نفرین کی ہے؟رسول خدا(ص) کے فرمان کی رو سے کیا عثمان کو اس کا پیٹ چیر دینا چاہئے تھا یا اسے معزول کرنا چاہئے تھا؟

ان سوالوں کے جواب کے لئے پیشنگوئیوں کے ان واقعات کی طرف توجہ کریں:

معاویہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی ایک اور پیشنگوئی

یونس بن خباب نے انس بن مالک سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا:میں رسول خدا(ص) کے ساتھ تھا، علی علیہ السلام بھی میرے ساتھ تھے ، ہم ایک باغ کےپاس سے گذرے تو علی علیہ السلام نے فرمایا:

اے رسول خدا(ص): آپ دیکھ رہے ہیں کہ کتنا خوبصورت باغ ہے؟

پیغمبر (ص) نے فرمایا: اے علی؛ جنت میں تمہارا باغ اس سے کہیں زیادہ آباد ہے۔

ہم سات باغات کےپاس سے گذرے ، علی علیہ السلام نےہر بار وہی بات کی اور رسول خدا(ص) نے بھی وہی جواب دیا۔پھر پیغمبر اکرم(ص) کھڑے ہو گئے ،ہم بھی کھڑے ہو گئے ،پیغمبر(ص) اپنا سر مبارک علی علیہ السلام کے کندھے پر رکھ کر رونے لگے۔علی علیہ السلام نے پوچھا:

اے رسول خدا(ص)؛ آپ کو کس چیز نے رلایا ہے؟

فرمایا:ایک قوم کے دل میں تمہارا بغض و کینہ ہے وہ تمہارے لئے آشکار نہیں کرتے مگر میرے جانے کے بعد وہ اپنا کینہ آشکار کریں گے۔

علی علیہ السلام نے کہا:اے رسول خدا(ص)؛کیا میں کندھے پر تلوار نہ رکھ لوں اور انہیں نیست و نابود نہ کردوں؟

فرمایا: بہتر یہ ہے کہ صبر کرو۔

کہا: اگر میں صبر کروں تو کیا ہو گا؟

فرمایا: تمہیں مشکلات اور مشقت وسامنا کرنا پڑے گا۔

کتاب"الغارات"کے مؤلف نے اعمش سے اور انہوں نے انس بن مالک سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:میں نے پیغمبر اکرم(ص) سے سنا کہ آپ نے فرمایا:

جلد ہی میری امت کاایک شخص حاکم بنے گا کہ جس کا گلا اور پیٹ موٹا ہو گا،وہ بہت زیادہ کھائے گا لیکن اس کا پیٹ نہیں بھرے گا،اس کے کندھوں پر جن و انس کے گناہ ہوں گے،ایک دن وہ ہدایت کی جستجو کرے گا اور جب بھی اسے ہدایت مل گئی تو اس کا پیٹ چیر دینا۔

وہ کہتا ہے:اس وقت رسول خدا(ص) کے ہاتھ میں چھڑی تھی اور آپ اس کے ذریعہ معاویہ کے پیٹ کی طرف اشارہ کررہے تھے۔

نیز ابوجعفراسکافی - صاحب کتاب"المعیار والموازنۃ"- کہتے ہیں:ایک دن پیغمبر اکرم(ص) حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے گھر تشریف لائے،امیر المؤمنین علی علیہ السلام سو رہے تھے،حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے آپ کو اٹھانا چاہاتو پیغمبر اکرم(ص) نے فرمایا:

انہیں سونے دو کیونکہ انہیں میرے بعد بہت طولانی راتیں جاگ کر گزارنی ہیں،اس سے بغض وکینہ رکھنے کی وجہ سے میرے خاندان پر کیا کیا ظلم وستم کیا جائے گا۔

حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام روئیں، پیغمبر خدا(ص) نے فرمایا:

مت رو ، تم دونوں میرے ساتھ ہوگے اور میرے نزدیک صاحب شرف و کرامت ہو۔

ابوسعید خدری کہتے ہیں:ایک دن پیغمبر اکرم(ص) اپنے بعد علی علیہ السلام پر ٹوٹنے والی مشکلات اور مصیبتوں کو بیان کر رہے تھے اور اس بارے میں آپ نے بہت وضاحت فرمائی،امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے عرض کیا:

اے رسول خدا(ص)؛ میں آپ کو آپ کے اہلبیت کے حق کی قسم دیتا ہوں کہ ، خدا کی بارگاہ میں دعا کریں اور یہ طلب کریں ، آپ سے پہلے میری روح قبض کی جائے۔

پیغمبر اکرم(ص) نے فرمایا: یہ کیسے ممکن ہے ، میں تمہاری عمر کی مدت کے بارے میں سوال کروں ، جو مقرر و مقدر ہو چکی ہے؟

علی علیہ السلام نے فرمایا: اے رسول خدا؛ آپ نے مجھے جن سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے میں ان کے ساتھ کس سلسلہ میں جنگ کروں ؟

فرمایا: جب وہ دین میں بدعتیں پیدا کریں۔[1]

اس روایت کے مطابق معاویہ کے کندھوں پر جو انس کے گناہوں کا بوجھ ہے اور لوگوں کی یہ ذمہ داری تھی ، جب بھی وہ انہیں ملتا وہ اس کا پیٹ پھاڑ دیتے! روایت کے آخری حصہ سے یہ استفادہ کیاجاتا ہے ، حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی معاویہ سے جنگ دین میں پیدا کی گئی اس کی بدعتوں کی وجہ سے تھی اور امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے رسول خدا(ص) کے حکم پر اس سے جنگ کی ہے۔امیرالمؤمنین علی علیہ السلام (جنہیں اہلسنت چوتھا خلیفہ مانتے ہیں) نے معاویہ سے جنگ کی ، اہلسنت کے دوسرے تین خلفاء نے کیوں معاویہ سے دوستی رکھی اور دو خلفاء نے تو اسے شام کے حکمرانی بھی دے دی؟!

کیا ان کے اس کام نے اسے حجاز پر قبضہ کرنے اور رسول خدا(ص) کے منبر پر بیٹھے کا موقع فراہم نہیں کیا ہے؟

----

[1] ۔ اعجاز پیغمبر اعظم(ص) در پیشگوئی از حوادث آیندہ: ۳۸۰

معاویہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی ایک اور پیشن گوئی

نصر نے عبدالعزیز سے، حبیب بن ابی ثابت اور منذر بن ثوری سے نقل کیا ہے کہ اس نے کہا:

محمد بن حنفیہ کہتے تھے: فتح مکہ کے دن جب پیغمبر اکرم(ص) اپنی فوج کے ساتھ درّہ کے اوپر اور نیچے سے مکہ میں داخل ہو رہے تھے اور سپاہ اسلام نے پورے درہ کو گھیر لیا تھاتو یہ دونوں (ابوسفیان اور معاویہ) تسلیم ہوئے تاکہ اپنے لئے ساتھی فراہم کر سکیں۔اسی طرح نصر نے حکم بن ظہیر ، اسماعیل ، حسن بصری اور نیز حکم کے قول سے، عاصم ابی النجود سے، زر بن حبیش سے اور عبداللہ بن مسعود سے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا:

جب بھی معاویہ بن ابی سفیان کو دیکھو کہ وہ میرے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے تو اس کی گردن مار دو۔

حسن بصری کہتا ہیں: خدا کی قسم؛ انہوں نے ایسا نہیں کیا اور کامیاب نہیں ہوئے۔[1]

اسی طرح نصر بن مزاحم اپنی کتاب "صفین" میں کہتا ہے: جنگ صفین کے دوران ایک شخص نے عمار یاسر سے کہا: اے ابوالیقظان! کیا پیغمبر(ص) نے نہیں فرمایا تھا: لوگوں کے ساتھ جنگ کرو یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائیں اور جب مسلمان ہو جائیں تو ان کا خون اور مال محفوظ ہے؟

عمار نے کہا: ہاں؛ ایسا ہی ہے، لیکن خدا کی قسم! یہ مسلمان نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے ظاہری طور پر اسلام قبول کیا اور ان کے سینوں میں کفر پوشیدہ ہے تاکہ اسلام کا اظہارکر کے انہیں ساتھی مل جائیں۔[2]

----

[1] ۔ ابن ابی الحدید حسن بصری کے بارے میں کہتے ہیں: وہ امیرالمؤمنین علی علیہ السلام سے دشمنی رکھتا تھا اور لوگوں کو امام علیہ السلام کی مدد کرنے سے روکتا تھا۔وہ وسوسہ میں مبتلا تھا ۔ ایک دن وضو کرتے وقت اپنے ہاتھوں اور پاؤں پر بہت زیادہ پانی ڈال رہا تھاتو، امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے اسے دیکھا اور فرمایا: اے حسن؛ تم بہت زیادہ پانی گرا رہے ہو؟اس نے کہا:امیرالمؤمنین علیہ السلام نے مسلمانوں کا خون زمین پر بہا رہے ہیں،وہ اس سے کہیں زیادہ ہے!

امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے پوچھا: کیا اس کام نے تمہیں غمگین کیا ہے؟ اس نے کہا : ہاں

آپ نے فرمایا: ہمیشہ اسی طرح غمگین ہی رہو۔کہتے ہیں:اس کے بعد حسن بصری مرتے دم تک غمگین اوربد مزاج تھا۔

[2] ۔ اعجاز پیغمبر اعظم(ص) در پیشگوئی از حوادث آئندہ: ۳۷۷

اس واقعہ میں رسول خدا(ص) نے مدینہ پر معاویہ کے تسلط اور اس کا آنحضرت کے منبر پر بیٹھنے کی پیشنگوئی فرمائی اور لوگوں کو حکم دیا ۔ جب بھی تم لوگ دیکھو ۔ معاویہ میرے منبر پر بیٹھ کر خطبہ دے رہا ہے تو اسے مار دو۔ لیکن افسوس پیغمبر(ص) کے اس حکم پر بھی عمل نہ ہوا۔

قابل توجہ یہ ہے ۔ اگر کوئی مسلمان ہو جائے تو اس کا خون اور مال محفوظ ہے اورقابل احترام ہوتا ہے،اس بناء پر پیغمبر اکرم (ص) کا معاویہ کو قتل کرنے کا حکم دینا اس چیز کی دلیل ہے ۔ معاویہ ایمان نہیں لایا تھا اور اسی طرح اپنے کفر پر باقی تھا۔ اب ہم جو واقعہ بیان کریں گے وہ اسی حقیقت کی دلیل ہے معاویہ و ابوسفیان کے ظاہری طور پر اسلام قبول کرنے کے بعد بھی پیغمبر اسلام نے ان پر لعنت و نفرین کی ہے:

معاویہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی دوسری پیشگوئی

ابوعبداللہ بصری متکلّم معتزلی نے نصر بن عاصم لیثی اور اس کے باپ سے نقل کیاہے ۔ وہ کہتے تھے:ہم رسول خدا(ص) کی مسجد میں داخل ہوئے ، ہم نے دیکھا ۔ لوگ کہہ رہے ہیں: ہم خدا اور رسول خدا(ص) کے غضب سے پناہ مانگتے ہیں۔

ہم نے کہا: کیا ہوا ہے؟

انہوں نے کہا: ابھی معاویہ اٹھا اور اس نے ابوسفیان کا ہاتھ پکڑا اور وہ دونوں مسجد سے باہر چلے گئے۔ اسی وقت رسول اکرم(ص) نے فرمایا:

خداوند تابع ومتبوع پر لعنت کرے!میری امت پر اس معاویہ کفل بزرگ کی طرف سے کتنے سخت دن آئیں گے!

۔نیز علاء بن حریز قشیری نے روایت کی ہے ۔ پیغمبر اکرم (ص)نے معاویہ سے فرمایا:

اے معاویہ؛ بیشک تم بدعت کو سنت اور برائیوں کو اچھائیوں میں بدلدوگے، تمہاری خوراک بہت زیادہ اور تمہارے ظلم بہت بڑے ہوں ہیں۔[1]

----

[1]۔ اعجاز پیغمبر اعظم(ص) در پیشگوئی از حوادث آئندہ: ۳۷۹

پہلی پیشنگوئی میں رسول خدا(ص) نے ابوسفیان اور معاویہ و ابوسفیان پر اپنی لعنت کی ہے اور معاویہ کے ہاتھوں اپنی امت پر آنے والی سختیوں کے بارے میں پیشنگوئی کی ہے۔رسول خدا(ص) نے لوگوں کے سامنے انتہائی غصہ کے عالم میں یہ فرمان بیان فرمایا۔

دوسری پیشنگوئی میں رسول خدا(ص) نے معاویہ کو ۔ رف بدعت گذار قرار دیابلکہ اس کے علاوہ فرمایا: تم اپنا برا کردار لوگوں کے سامنے اچھا کر کے پیش کرو گے اور لوگوں پر بہت ظلم و ستم کرو گے۔

ایک اور پیشنگوئی میں رسول خدا(ص) نے مروعاص کو معاویہ کا اہم یار و مددگار قرار دیا ہے ۔ جب یہ اکٹھے و جائیں گے تو مکاری اور دھو ۔ کے علاوہ ان کا کوئی کام نہیں وگا! اسی لئے فرمایا:جب بھی ان دونوں کو اکٹھا دیکھو تو ان دونوں میں جدائی پیدا کرو۔ایک دن یہ دونوں بلند آواز سے گانا گا رہے تھے اور اس وجہ سے بھی رسول خدا(ص) نے ان دونوں پر نفرین کی اور خدا سے دعا کی ۔ ان دونوں کو اہل جہنم میں سے قرار دے۔

عبداللہ بن عمروعاص کی زبانی معاویہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی پیش ئی

یہ واقعہ قاضی ابوحنیفہ نعمان مغربی کی کتاب "المناقب والمثالب" میں اس طرح بیان کیا ہے:

عبداللہ بن مروعاص کہتا ہے: میں رسول خدا(ص) کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ۔ اصحاب بھی آنحضرت کی خدمت میں تھے۔میں نے سنا ۔ آپ نے فرمایا:

اوّل طالع يطلع عليكم من هذا الفجّ،يموت على غير ملّت

اس راستہ سے جو شخص سب سے پہلے داخل ہو گا ،وہ میری ملت پر نہیں مرے گا۔

عبداللہ بن مرو عاص نے کہا:جب میں اپنے باپ سے مل کر آیا تھا تو وہ بھی رسول خدا(ص) کے پاس آنے کے لیے لباس پہن رہا تھا،اس وجہ سے مسلسل میری نگاہیں اس راستہ پر جمی ہوئیں تھیں اور خوف کے مارے میری وہی حالت تھی جیسے کسی نے اپنا

پیشاب روک رکھا ہو ، کہیں یہ نہ ہو ، داخل ہونے والا میرا باپ ہو،یہاں تک ، معاویہ داخل ہوا؛پس رسول خدا(ص) نے فرمایا: وہ یہی شخص ہے۔[1]

پھر وہ لکھتے ہیں:ابن عباس نے عبداللہ بن عمرو عاص کی یہ بات سنی تو اس نے کہا:عبداللہ بن عمرو عاص نے یہ حدیث نقل کرنے کے باوجود کس طرح معاویہ کے ساتھ مل کر علی علیہ السلام سے جنگ کی؟

عبداللہ کے پاس اپنے لئے(نہ ، دوسروں کے نزدیک) عذر تھا(!)جس سے ابن عباس بے خبر تھے اور وہ عذر یہ تھا :

کہا گیا ہے ، وہ ایک دن کسی گروہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ، وہاں سے حسین بن علی علیہما السلام کا گذر ہوا۔ عبداللہ بن عمرو نے کہا:آگاہ ہو جاؤ؛خدا کی قسم؛ یہ اہل آسمان کے نزدیک اہل زمین میں سب سے زیادہ محبوب فرد ہے۔ انہوں نے جنگ صفین میں میرے ساتھ کوئی بات نہیں کی اور اگر یہ میرے ساتھ بات کرتے اور مجھ سے راضی ہوتے تو یہ میرے لئے سرخ رنگ کے اونٹ سے زیادہ محبوب تھا۔

پھر عبداللہ بن عمرو نے کسی کو امام حسین علیہ السلام کے پاس بھیجا تا ، آنحضرت کی رضائیت حاصل کرے اور اس نے امام حسین علیہ السلام کے بارے میں جو کچھ کہا ،اس کے بارے میں آپ کو بتائے اور آنحضرت کی حدمت میں شرفیاب ہونے کے لئے اجازت طلب کرے۔

امام حسین علیہ السلام نے اجازت دی اور وہ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

تم جانتے ہو ، میں آسمان والوں کے نزدیک زمین والوں میں سب سے زیادہ محبوب ہوں ۔اور تم نے رسول خدا(ص) سے سنا ہے ، آپ نے فرمایا:حسن اور حسین جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان کے بابا ان دونوں سے بہتر ہیں، لیکن پھر بھی تم نے ان کے خلاف جنگ کی؟!

----

[1] مناقب و مثالب:۲۱۹

عبداللہ بن عمرو نے کہا: خدا کی قسم؛ اے فرزند رسول خدا(ص)؛ مجھے اس کام پر مجبور نہیں کیا مگر رسول خدا(ص) کے اس فرمان نے جو آپ نے مجھ سے فرمایا ۔ جب عمرو نے آنحضرت کے پاس آ کر میری شکایت کی اور کہا: وہ دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو نمازیں پڑھتا ہے اور میں نے اسے حکم دیا ہے ۔ یہ رواداری سے کام لے لیکن یہ نہیں مانتا۔

پیغمبر اکرم(ص) نے مجھ سے فرمایا: اپنے باپ کی اطاعت کرو ۔ پس وہ معاویہ کے پاس گیا اور اس نے مجھے بھی حکم دیا ۔ میں بھی اس کے ساتھ جاؤں ۔ لہذا میں نے اس کی اطاعت کی جیسا ۔ رسول خدا(ص) نے حکم دیا تھا۔

امام حسین علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

أولم تسمع قول اللّٰہ عزوجلّ ف کتابہ و قد أمر ببرّ الوالدین ،ثمّ قال: (وَإِن جَاهَدَاکَ لِتُشْرِکَ بِیْ مَا لَیْسَ لَکَ بِهِ عِلْم فَلَا تُطِعْهُمَا)[1] و قول رسول اللّٰہؐ: انّما الطّاعة ف المعروف؟

کیا تم نے خداوند کی کتاب خدا میں یہ قول نہیں سنا ۔ جس میں ماں باپ سے نیکی کرنے کا حکم دیا گیا اور پھر فرمایا: "اور اگر وہ کسی ایسی شے کو میرا شریک بنانے پر مجبور کریں جس کا تمہیں علم نہیں ہے تو خبردار ان کی اطاعت نہ کرنا "۔اور کیا تم نے رسول خدا(ص) کا یہ فرمان نہیں سنا ۔ آپ نے فرمایا: اطاعت صرف اچھے اور نیک کاموں میں ہے۔(نہ کہ برے کاموں میں)؟

عبداللہ بن عمرو نے کہا: میں نے یہ سنا تھا لیکن خدا کی قسم جیسے گویا اسے نہیں سنا تھا۔[2]

جی ہاں؛ شیطان گمراہوں کو گمراہ کرنے کی اتنی کوشش کرتا ہے ۔ انہوں نے جو چیز دیکھی یا سنی وہ گویا انہوں نے نہ تو دیکھی ہے اور نہ ہی سنی ہے۔ چونکہ وہ اہل غفلت ہیں اس لئے وہ انہیں غفلت و گمراہی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

----

[۲]۔ سورۂ عنکبوت، آیت: ۸

[۳]یسما ناقب ولہشالب:۲۲۰،مناقب آل ابی طالب: ج ۳ ص۲۲۸، سند احمد میں پ اختصار کے ساتھ : ج ۲ص۱۶۴،تاریخ د ش :۲۷۸۳۱

معاویہ وعمروعاص کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی پیشن گوئی

کتاب"معاویہ وتاریخ"میں لکھتے ہیں:۔طبرانی نے کبیرمیں اور ابن عساکر نےرشّاد بن اوس سے روایت کی ہے ۔رسول اکرم(ص) نے فرمایا:

جب بھی معاویہ اور عمرو عاص کو اکٹھے دیکھوتو ان دونوں کے درمیان جدائی ڈالو؛خدا کی قسم؛یہ دونوں جب بھی اکٹھے ہوں تومکاری اور دھوکے کے علاوہ کچھ نہیں کریں گے۔

احمد بن حنبل نے مسند میں، اور ابویعلی نے ابوبرزہ سے روایت کی ہے ۔ انہوں نے کہا:ہم رسول خدا(ص) کی خدمت میں تھے ۔ اچانک گانے کی آواز آئی ،آنحضرت نے فرمایا:

دیکھو، یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے؟

میں اوپر گیا اور میں نے دیکھا ۔ معاویہ اور عمرو عاص،گانا گا رہے تھے۔میں نے واپس آ کر سارا واقعہ آنحضرت کی خدمت میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا:

خداوندا! ان دونوں کو فتنہ میں داخل کر۔پروردگارا! انہیں آگ میں ڈال دے۔

۔طبرانی نے یہ حدیث مسند کبیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے۔[1]

----

[1] ۔ معاویہ وتاریخ: ۱۷۵

امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی معاویہ کے بارے میں پیشین گوئی

مرحوم سلطان الواعظین شیرازی لکھتے ہیں: اگر آپ غور سے نہج البلاغہ (جو امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے خطبات و کلمات کا مجموعہ ہے) کا مطالعہ کریں تو آپ کو مختلف حوادث، بڑے بادشاہوں کے حالات، صاحب زنج کا خروج، مغلوں کا غالب آنا، چنگیز خان کی سلطنت، ظالم خلفاء کے حالات اور شیعوں کے ساتھ ان کے معاملات کے بارے میں آنحضرت کی بیان کی گئی غیب کی بہت سی خبریں ملیں گی۔خاص طور پر شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید کی پہلی جلد کے صفحہ ۲۰۸ سے ۲۱۱ تک یہ تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔

خواجہ کلان بلخی حنفی نے بھی "ینابیع المودۃ" کے چودہویں باب کے آغاز میں امام علی علیہ السلام کے بہت خطبات اور پیشین گوئیاں بیان کی ہیں جو آنحضرت کے کثرت علم پر دلالت کرتی ہیں۔انہیں پڑھیئے تا کہ حقیقت واضح ہوجائے۔

معاویہ کے غلبہ پانے اور اس ملعون کے مظالم کی پیشین گوئی کرنا:

ان پیشنگوئیوں میں سے ایک آنحضرت کا کوفہ والوں کو معاویہ علیہ الھاویہ کے ان پر غلبہ پانے اور انہیں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام پر سبّ ولعن کرنے کے حکم کے بارے بتانا ہے۔چنانچہ جیسا آپ نے بتایا تھا ویسے ہی بعد میں رونما ہوا۔ ان میں سے آپ نے فرمایا:

أما أنّه سيظهر عليكم بعد رجل رحب البلعوم مندحق البطن،يأكل ما يجد ويطلب مالايجد، فاقتلوه ولن تقتلوهألا؛ وَانّه سيأمركم بسبّ والبرائة منّ ؛ فأمّاالسبّ فسبّون،فانّه لی زکوة ولکم نجاة وأمّاالبرائة، فلا تتبرّؤا منّ، فانّ ولدت علی الفطرة و سبقت الی الایمان والهجرة

جلدی ہی میرے بعد تم لوگوں پر موٹی گردن والا اور باہر نکلے ہوئے پیٹ والا آدمی غالب آئے گا،اسے جو ملے گا وہ کھالے گااور اسے جو چیز نہیں ملے گی وہ اسے طلب کرے گا؛ پس اسے قتل کر دینا لیکن تم اسے ہرگز قتل نہیں کرو گے۔

آگاہ ہو جاؤ؛ جلد ہی وہ شخص تمہیں مجھ پر سبّ و شتم کرنے اور مجھ سے بیزاری کا اظہار کرنے کا حکم دے گا۔میں

تمھیں سبّ و شتم کرنے کی اجازت دیتا ہوں(چونکہ وہ زبانی ہے)کیونکہ یہ سبّ وشتم میرے لئے پاکیزگی اور تمہارے لئے (اس ملعون کےشر سے) نجات ہے۔لیکن مجھ سے بیزاری کا اظہار نہ کرنا(چونکہ یہ ایک قلبی امر ہے) کیونکہ میں فطرت (توحید و اسلام) پر متولد ہوا ہوں ، (یہ جملہ اشارہ ہے کہ آنحضرت کے والدین مؤمن تھے)اور میں نے آنحضرت کے ساتھ ایمان اور ہجرت میں سبقت لی ہے۔[1]

----

[1] ۔ زیادہ کھانے والے شخص سے حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی مراد معاویہ علیہ الھاویہ ہے کیونکہ ابن ابی الحدید "شرح نہج البلاغہ (چاپ مصر):۱:۳۳۵"میں کہتے ہیں: معاویہ زیادہ کھانا کھاتا تھا اور وہ تاریخ میں زیادہ کھانے والے کے نام سے مشہور ہے۔"وکان یأکل فی الیوم سبع أکلات" (جیسا کہ زمخشری نے کتاب"ربیع الابرار"میں کہاہے)وہ دن میں سات مرتبہ کھاناکھاتا تھااور ہر مرتبہ بہت زیادہ کھاتا تھا ۔ وہ دسترخوان کے ساتھ ہی لیٹ جاتا تھااور آواز دیتا تھا:"یا غلام ؛ارفع فواللّٰہ ما شبعت ولکن مللت"اے غلام؛آؤ اور یہ دسترخوان لے جاؤ خدا کی قسم؛ میں تھک گیا ہوں لیکن ابھی تک سیر نہیں ہوا۔

یہ ملعون ان لوگوں میں سے تھا کہ جسے "جوع الکلاب"کی بیماری لاحق تھی۔(قدیم طب میں اس بیماری کے بارے میں لکھا ہے کہ اس بیماری کے دوران بیمار کے معدہ میں اتنی حرارت ہوتی ہے کہ چاہے جو غذا مری کے ذریعہ معدہ تک پہنچے لیکن پھر بھی وہ بخارات میں تبدیل ہو جائے گی اور اس کا نفع و نقصان معلوم نہیں ہوگا)۔

اس کا زیادہ کھانا ایک ضرب المثل بن گئی۔ہر زیادہ کھانے والے شخص کو اس سے تشبیہ دیتے تھے۔ ایک شاعر نے زیادہ کھانے والے اپنے ایک دوست کی خوبصورت انداز میں مذمت کی ہے اور کہا ہے:

و صاحب ل بطنه کالهاویة　　کأنّ ف امعانه معاوية

میراایک ایسا دوست ہے کہ جس کا پیٹ ہاویہ کی طرح ہے کہ جیسے اس کی انتڑیوں میں معاویہ بیٹھا ہو۔

ہاویہ ،جہنم کے طبقوں میں سے ایک ہے، چونکہ جہنم کافروں کو قبول کرنے سے سیر نہیں ہو گی۔ جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا ہے:جہنم سے کہا جائے گا:(هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُولُ هَلْ مِن مَّزِيْدٍ)(سورۂ ق،آیت:۳۰)" کیا تو بھر گیا ہے؟تو وہ کہے گا کہ کیا کچھ اور مل سکتا ہے؟ "یہ اشارہ ہے کہ جہنم کبھی بھی کافروں کو قبول کرنے سے سیر نہیں ہو گا۔

ابن ابی الحدید نے "شرح نہج البلاغہ(چاپ مصر):ج ا ص۳۶۵" اور دوسروں نے اہلسنت کے بزرگ علماء سے تصدیق کی ہے کہ وہ لعین، معاویہ بن ابی سفیان ہی تھا ۔ جب وہ غالب ہوا تو اس کی خلافت محکم ہو گئی تو اس نے لوگوں کو امیر المؤمنین علی علیہ السلام پر سبّ و شتم کرنے اور آنحضرت سے بیزاری کا اظہار کرنے کا حکم دیا۔ آٹھ سال تک مسلمانوں میں یہ قبیح فعل رائج رہا اور وہ ظالمانہ طور پر عمر بن عبدالعزیز کی خلافت کے زمانے تک محراب و منبر حتی کہ نماز جمعہ کے خطبوں میں بھی آنحضرت پر سبّ و شتم کرتے تھے۔ پھر اس وقت کے اموی خلیفہ نے مصالحانہ سوچ بوجھ سے سبّ و شتم کو ختم کیا اور لوگوں کو یہ قبیح کام کرنے سے منع کیا۔[1]

عمر بن عبدالعزیز کے کئی چہرے تھے اور اس نے صرف منبروں سے امیرالمؤمنین علی علیہ السلام پر سبّ و شتم کرنے سے منع کیا اور منبروں کے علاوہ ہر کسی کو امیرالمؤمنین علی علیہ السلام پر سبّ و شتم کرنے کی کھلی چھوٹ تھی لیکن اگر کوئی معاویہ پر لعنت کرتا تھا تو وہ عمر بن عبدالعزیز کے حکم پر تازیانہ کھاتا تھا!!

"الغارات" کی روایت کے مطابق شامیوں کی فتح کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشینگوئی

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے اہل کوفہ سے فرمایا:

تم لوگوں پر شامی غلبہ پا لیں گے۔

انہوں نے کہا: آپ کو یہ کہاں سے معلوم ہوا؟

فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ ان کا کام بڑھتا چلا گیا ہے لیکن تمہاری آگ بجھ چکی ہے ، وہ کوشش کر رہے ہیں اور تم لوگ سست ہو، وہ متحد ہیں لیکن تم لوگ بکھرے ہوئے ہو،وہ اپنے امیر کی اطاعت کرتے ہیں لیکن تم لوگ اپنے امیر کی ایک نہیں سنتے۔ خدا کی قسم! اگر وہ تم پر غلبہ پالیں تو میرے بعد وہ تمہارے ساتھ بہت براسلوک کریں گے۔

----

[1]۔ شب ہای پشاور:۹۴۰

میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ تمہارے شہروں پر قبضہ کر لیں گے،تمہارا مال اورغنائم اپنی طرف لے جائیں گے، گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگوں میں سے پس تو چھپکلی کی طرح زمین پر گھسیٹے جاؤ گے اور آرام سے ایک دوسرے کی طرف چلو گے، وہ تمہارا کوئی بھی حق ادا نہیں کریں گے اور خدا کے محترمات کا خیال نہیں کریں گے۔

گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ تمہارے قاریوں کو قتل کردیں گے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ تمہیں محروم کر دیں گے اور تمہیں اپنے پاس نہیں آنے دیں گے، وہ لوگ شامیوں کو تو آنے دیں گے لیکن تمہیں سترد کر دیں گے ۔ اس وقت کہ جب تم لوگوں نے محرومیت اور بدعتوں کودیکھا اور جب تم پر تلواریں چلائی گئیں تو تم لوگ پچھتاؤ گے اور تم محزون ہو گے کہ کیوں ان سے جہاد نہیں کیا، لیکن اس وقت پچھتانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔[1]

اس بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی دوسری پیشین گوئی

ابن ابی الحدید نے "ولئن أمهل الله الظالم فلن يفوت أخذه وهو له بالمرصاد فرض کرو کہ اگر خداوند ظالم کو مہلت دے لیکن ان کا مؤاخذہ کرنے سے باز نہیں آئے گا اور خداوند اس کے لئے کمین میں ہے"سے شروع ہونے والے خطبہ میں کلمات کی تشریح کرنے کے بعد اس طرح سے بحث بیان کی ہے:

امیر المؤمنین علی علیہ السلام قسم کھاتے ہیں کہ شامی زور عراق کے لوگوں پر کامیاب ہو جائیں گے اور اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ وہ حق پر اور عراقی باطل پر ہیں ، بلکہ اس کا یہ سبب ہے کہ وہ اپنے امیر کے زیادہ مطیع و فرمانبردار ہیں۔

جنگ میں فتح کا دارومدار فوج کی کمانڈ اور اس کے اوامر کو منظم رکھنے پر ہوتا ہے نہ کہ کامیابی کا دارومدار حق پر ہوتا ہے۔اگر عقیدے کے لحاظ سے کوئی لشکر حق پر ہو لیکن ان کی آراء مختلف ہوں اور وہ اپنے سپہ سالار کی فرمانبرداری نہ کریں تو اس جنگ میں ان سے پس نہیں ہو سکتا ۔کیونکہ اسی لئے ہم نے کئی باردیکھا ہے کہ شرک ، اہل توحید پر فتح پا جاتے ہیں۔

پھر امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے اس بارے میں ایک لطیف نکتہ نقل کیا ہے اور فرمایا ہے:

----

[1]۔ الغارات و شرح اعلام آن:۲۷۷

عام طور پر عرف میں یوں ہوتا ہے کہ رعایا حاکم کے ظلم و ستم سے ڈرتی ہے جب کہ میں خود پراپنی رعایا کے ستم سے خوفزدہ ہوں۔

جو کوئی بھی امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے دورہ خلافت کے حالات پر غور کرے تو وہ یہ سمجھ جائے گا کہ آنحضرت کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور آپ کے دل میں جو تھا آپ وہ نہیں کر سکے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ آنحضرت کو وحقیقت سمجھنے والے بہت کم تھے اور اکثر لوگوں کا آنحضرت کے بارے میں ویسا عقیدہ نہیں تھا کہ جیساہونا چاہئے تھااور وہ آپ سے پہلے خلفاء کو آپ سے افضل سمجھتے تھے اوران کا یہ خیال تھا کہ افضلیت بھی خلافت کی ترتیب کے لحاظ سے ہے۔ان کی نئی نسل بھی اپنےآباؤ اجداد کی تقلید کرتی تھی اور ان کا یہ کہنا تھا: اگر ہمارےآباو اجداد ان کی فضیلت سے آگاہ ہوتے تو انہیں دوسروں پر مقدم کرتے اور وہ لوگ امیر المؤمنین علی علیہ السلام کےپہلے خلفاء کی رعایا اور پیرو کار سمجھتے تھے! آنحضرت کے ساتھ جنگ کرنے والوں میں سے بھی اکثر کی بنیاد تعصب، جوش،تکبراورعربی منڈاتھی کہ وہ عقیدے اور دین کی وجہ سے جنگ کر رہے تھے۔امیر المؤمنین علی علیہ السلام انہیں مجبوراً برداشت کررہے تھے اور آپ جو چاہتے تھے اس کا اظہار نہیں کر سکتے تھے۔[1]

"الغارات "سے منقول امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی دوسری پیشگوئی

کتاب"الغارات" میں لکھتے ہیں: امیرالمؤمنین علی علیہ السلام ہر دن کوفہ میں ایک مقام پر تشریف فرما ہوتے تھے اور صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک تسبیح و تہلیل میں مصروف رہتے تھے۔سورج طلوع ہونے کے بعد آپ منبر پر تشریف لے جاتے اور اپنی انگلیاں اپنے ہاتھ کی ہتھیلی پر مارتے تھے اور فرماتے تھے: صرف کوفہ باقی رہ گیا ہے کہ جس میں میرا حکم چلتا ہے ۔ اور فرمایا:

----

[1]۔ جلوہ تاریخ دور نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج۳ص۳۰۷

لعمر أبيک الخير يا عمرو انّن   علی وضر من ذا الاناء قليل

ایک دوسری حدیث میں ٓآیا ہے ہ آ ٓضرت نے فرمایا:

اے کوفہ؛ اب رف تم ہی میرے پاس ہو ،کاش ہ تو بھی ہو تا اور مجھے اپنے طوفانوں سے پریشان ہ کرتا ۔ اے کوفہ؛ تمہارا منہ کالا ہو۔

۔نیز آپ نے فرمایا:اے لوگو؛بسر بن ارطاۃ یمن پر ظاہر وا اور اب عبیداللہ عباس اور سعید بن نمران آگئے ہیں ۔ میں دیکھ رہا ہ یہ قوم اپنے اتحاد و اتفاق کی وجہ سے کامیاب ہو جائے گی اور ہ با ل غالب آجائے گا؛لیکن تم لوگ حق پر ہوتے ہوئے بھی بکھرے ہوئے ہو۔وہ لوگ اپنے رہبر کی اطاعت کرتے ہیں لیکن تم لوگ اپنے امام کی بات نہیں سنتے ۔وہ امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں لیکن تم لوگ امانت میں خیانت کرتے ہو۔

میں نے فلاں شخص کو ولی بنایا اور اس نے خیانت کی، مانوں کے مال اور غنائم لے کر معاویہ کی طرف چلا گیا۔دوسرے کو حاکم بنایا تو اس نے بھی اسی کی طرح خیانت کی۔اب مجھے اتنا بھی اعتماد نہیں ہے ہ میں ایک خلیفہ بھی تم لوگوں کے پاس بطور امانت رکھوں۔

میں گرمیوں میں تم لوگوں سے کہوں ہ جہاد کے لئے جاؤ تو کہتے ہو:اب وسم گرم ہے ،پس تأخیر کر دیں تا ہ گرمیاں گذر جائیں۔اگر سردیوں میں جنگ پر جانے کا حکم دوں تو کہتے ہو ہ ابھی وسم سرد ہے ،پس مدت تک رک جائیں تا ہ سردیاں گذر جائیں۔

خدایا:وہ مجھ سے تھک گئے ہیں اور میں ان سے تھک گیا ہوں، مجھے ان سے بہتر (امت) عطا کر اور ان پر مجھ سے بدترا (حاکم) مسلط کر۔ان کے دل کو پانی کر دے ؛جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

حارث بن سلیمان کہتے ہیں: امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

یہ قوم تم لوگوں پر غالب آئے گی؛کیونکہ تم لوگمتحد نہیں ہو اور حق کا دفاع نہیں کرتے ہو ، لیکن وہ لوگ اپنے با ل

پر مقتدر ہیں ۔ جب بھی تم لوگ دیکھو کہ کوئی ایسا امام ہو جو لوگوں میں عدالت سے کام لے اور مال تقسیم کرنے میں سب کو یکساں دیکھے تو اس کی اطاعت کرواور اس کی باتوں کو سنو۔ لوگوں میں نظم و ضبط نہیں پایا جاتا مگر یہ کہ ان میں کوئی امام ہو، خواہ وہ امام اچھا عمل کرے، یا برا عمل کرے۔اگر وہ نیک کام کرے تو اس کے اپنے لئے بھی اچھا ہے اور لوگوں کے لئے بھی اور اگر بدکار ہو تو اس کی حکومت میں مؤمن خدا کی عبادت میں مشغول ہو جائیں اور فاسق و فاجر اس وقت تک کام کرتے رہیں گے جب تک ان کے لئے معین ہوا ہو۔

اے لوگو!میرے جانے کے بعد تم لوگوں کو حکم دیا جائے گا کہ مجھ پر سبّ و شتم کرو اور مجھ سے بیزاری و برائت اختیارکرو۔جو بھی مجھ پر سبّ و شتم کرنا چاہے اس میں کوئی مانع نہیں ہے،لیکن مجھ سے برائت اختیار نہ کرنا کیونکہ میرا دین اسلام ہے۔

ابوعبدالرحمن سلمی کہتے ہیں:لوگ ایک دوسرے سے ملے اور انہوں نے ایک دوسرے کی مذمت کی اور شیعہ آپس میں ایک دوسرے سے گفتگو کرنے میں مشغول ہو گئے، اشراف اور بزرگ افراد آپس میں شورہ کرنے میں مصروف ہو گئے اور پھر وہ امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے پاس آئے اور انہوں نے کہا:یاامیر المؤمنین ؛آپ کسی شخص کو معین کریں اور اس کے ساتھ ایک لشکر بھیج دیں تا کہ اسے سبق سکھا سکیں،اور اس کے بعد بھی آپ جو حکم دیں گے ہم اس کی اطاعت کریں گے اور آپ کی خوشنودی کے برخلاف کوئی فعل انجام نہیں دیں گے۔

حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

میں نے اس مرد کے پیچھے ایک شخص کو بھیجا ہے اور وہ واپس نہیں آئے گا مگر یہ کہ ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو مار دے اور اسے اس ملک سے باہر نکال دے،اب تم لوگ استقامت کا مظاہرہ کرو اور میری باتوں کو سنو اور خود کو شامیوں سے جنگ کرنے کے لئے تیار کرو۔

اسی دوران سعید بن قیس ہمدانی اٹھے اور انہوں نے کہا:یا امیرالمؤمنین علی علیہ السلام ؛خدا کی قسم؛اگر آپ ہمیں قسطنطنیہ یا روم کی طرف پیدل بھی بھیج دیں اور ہمیں کوئی تنخواہ اور کوئی فائدہ بھی نہ دیں پھر بھی میں اور میری قوم آپ کی مخالفت نہیں کرے گی۔

حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

تم سچ کہہ رہے ہو،خدا تمہیں جزاء خیر عطا فرمائے۔

اس کے بعد زیاد بن خصفہ اور وعلۃ بن مروع اٹھے اور انہوں نے کہا:یا امیرالمؤمنین علی علیہ السلام ؛ہم آپ کے شیعہ ہیں اور آپ کا حکم مانتے ہیں اور آپ کے ساتھ ہماری کوئی مخالفت نہیں ہے۔

فرمایا: ہاں؛ تم سچ کہہ رہے ہو اور اب خود کو شام جانے کے لئے تیار کرو۔

لوگوں نے اپنی اطاعت کا اعلان کیا اور آپ نے فرمایا:کسی ایسے شخص کے بارے میں بتاؤ جو عراق سرحدوں کی طرف سے لوگوں کو جنگ کی دعوت دے۔

سعید بن قیس نے کہا:خدا کی قسم؛ عربوں کے اس جنگی اور کے لئے ایسے شخص کے بارے میں بتاتا ہوں جو مکمل طور پر آپ کا دفاع کرے گا اور آپ کے دشمنوں سے سختی سے پیش آئے گا۔

حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا: وہ شخص کون ہے؟

کہا: معقل بن قیس ریاحی۔

آپ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے اسے بلایا اور اور کوفہ کی سرحد کی طرف بھیجا اور ابھی تک وہ واپس نہیں آیا تھا کہ امیرالمؤمنین علی علیہ السلام شہید ہو گئے۔[1]

----

[1]۔ الغارات و شرح اعلام آن: ۳۳۳

"مروج ا لذہب" سے منقول امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشن گوئی

معاویہ نے اپنے دوستوں میں سے کسی کو کوفہ بھیجا تھا تاکہ مروان اسے وہاں پہنچائے ۔ اس بارے میں لوگوں نے بہت زیادہ باتیں کیں یہاں تک کہ امیرالمؤمنین علی علیہ السلام تک یہ بات پہنچی اور آپ نے اپنی ایک نشست میں فرمایا:

تم لوگ معاویہ کی موت کے بارے میں بہت باتیں کر رہے ہو ؛ خدا کی قسم وہ تب تک نہیں مرے گا جب تک میری سلطنت میں بھی تصرف نہ کر لے ۔ جگر خور کا یہ بیٹا تم سے یہ سننا چاہتا ہے اور اس نے کسی کو بھیجا ہے تاکہ وہ اپنی موت کی خبر پھیلائے اور اپنے مستقبل کے بارے میں میرے نظریہ کو یقین سے جان لے؟

پھر آپ نے بہت سے کلمات ارشاد فرمائے اور پھر معاویہ اور اس کی نسل میں سے یزید و مروان اور اس کے بیٹوں کا تذکرہ کیا اور پھر حجاج اور ان سے ہونے والے تشدد کو بیان فرمایا۔

لوگ رونے لگے اور ان کے گریہ وزاری کی آوازیں اور زیادہ ہو گئیں اور ان میں سے ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا: اے امیرالمؤمنین علی علیہ السلام ! آپ نے بہت بڑے حادثات کے بارے میں بتایا ہے ، آپ کو خدا کی قسم؛کیا یہ سب واقع ہوں گے؟

امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا:خدا کی قسم؛یہ سب واقع ہوں گے اور مجھ سے جھوٹ نہیں بتایا گیا اور میں بھی جھوٹ نہیں بولتا۔

بعض لوگوں نے کہا: اے امیرالمؤمنین علی علیہ السلام ؛ یہ سب کب واقع ہو گا؟فرمایا:جب یہ رنگین ہو جائے۔ اور پھر آپ نے اپنا ایک ہاتھ اپنی ڈاڑھی مبارک اور دوسرا ہاتھ سر اقدس پر رکھا اور لوگوں نے بہت گریہ کیا، پھر آپ نے فرمایا:

اب مت رو کیونکہ تمہیں میرے بعد بہت رونا ہے؟

اس کے بعد کوفہ کے اکثر لوگوں نے مخفی طور پر معاویہ کو اپنے بارے میں خط لکھا اوروہ اس کی حوصلہ افزائی کا وسیلہ بنے!

چند دن ہی گذرے تے یہ سانحہ (شہادت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام) رونما ہوا۔[1]

----

[1]۔ مروج الذہب: ج۲ص۷۷۷

جنگ صفین میں جناب عمار یاسر کی شہادت کے بارے میں رسول اکرم(ص) کی پیشن گوئی

جناب عمار یاسر کی شہادت کے بارے میں رسول اکرم(ص) کی پیشگوئی اور اس کے اثرات کو بیان کرنے سے پہلے ہم جناب عمار یاسر کی عظمت کے بارے میں چند مطالب ذکر کرتے ہیں:

جناب عمار یاسر نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تھی اور آپ جنگ بدر، احد، خندق اور بیعت رضوان میں رسول اکرم(ص) کے ہمراہ تھے اور آپ نے اسلام کا دفاع کیا اور خدا کی راہ میں جہاد کیا اور مشرکوں سے جنگ کی۔ رسول اکرم(ص)، جناب عمار کے متعلق بات کرتے تھے اور فرماتے تھے:

صحیح راستہ عمار سے سیکھو اور ان کی پیروی کرو۔

خالد بن ولید کہتا ہے: میرے اور عمار کے درمیان گفتگو ہوئی اور میں نے ان کے ساتھ غصہ سے بات کی، عمار رسول خدا(ص) کے پاس گئے اور میری شکایت کی، خالد بھی گیا اور اس نے بھی شکایت کی اور عمار کے بارے میں سخت کلمات کہے، پیغمبر اکرم(ص) خاموش ہو گئے اور آپ نے کچھ نہیں کیا۔ اسی دوران عمار بن یاسر رونے لگے۔ عمار نے کہا: یا رسول اللہ! آپ نے خالد کی باتیں سنی، وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اس وقت رسول خدا(ص) نے اپنا سر اٹھایا اور فرمایا:

جو بھی عمار سے دشمنی رکھے، اس نے خدا سے دشمنی کی اور جو بھی عمار کو ناراض کرے اس نے خدا کو ناراض کیا۔

خالد نے کہا: میں پیغمبر اکرم(ص) کے پاس سے اٹھ کر باہر چلا گیا اور میں نے عمار سے صلح کر لی اور ان کی رضائیت حاصل کر لی۔ [۱]

رسول اکرم(ص) مدینہ میں ابو ایوب انصاری کے گھر گئے اور اس کے ساتھ زمین خریدی، جس میں منبر اور اپنا گھر بنایا۔ [۲]

----

[۱]۔ الغارات و شرح اعلام آن: ۴۹۲

[۲]۔ السیرۃ النبویۃ: ج۴ ص۱۰۶

ابن ا حاق نے بہ بنانے (جسے مانوں نے تعمیر کیا) کے واقعہ کو بیان کرتے وئے خاص طور سے مار کا نام ذکر کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں: جب مار یاسر داخل وئے تو ان کے کندھوں پر بہت زیادہ اینٹیں رکھی وئی تھیں۔

انہوں ے کہا: یا رسول اللہ! مجھے مارڈالا؛ یہ جو چیز خود نہیں اٹھا سکتے وہ میرے کندھوں پر ر دیتے ہیں۔

ام سلمہ - پیغمبر اکرم(ص) کی زوجہ - کہتی ہیں: میں نے دیکھا ، رسول خدا(ص) نے اپنے ہاتھوں سے ان کے سر سے بوجھ اتارا جب ، ان کے گھنگھریالے بال تھے .....اور فرمایا: یہ تمہیں قتل نہیں کریں گے؛ بلکہ ایک باغی گروہ (سرکش اور ظالم) تمہیں قتل کرے گا۔[1]

یہ ہے رسول اکرم(ص) کا وہ مشہور فرمان جو آپ نے اپنے اس صحابی کے بارے میں ارشاد فرمایا ، جس نے فداکاری میں اپنی جان سے بھی دریغ نہ کیا۔ اس مرحلہ کا دقیق مطالعہ ہم پیغمبر اکرم(ص) کا اپنے صحابی کے بارے میں بیان کئے گئے فرمان سے نزدیک وں اور ان کی شخصیت کی مکمل طور پر معرفت حاصل کریں ، ان میں سے یہ ہے:

ان کے بےنظیر کردار و رفتار،روشن نقش اور ب سے بڑھ کر رسول اکرم(ص) سے ان کا مضبوط تعلق ہے۔ اس بارے میں زہری کی روایت کی بنیاد پر جس زمین پر مار نے گھر بنایا تھا،وہ زمین انہیں رسول خدا نے عطا کی تھی۔[2]

جب مانوں کے درمیان عقیدے کی بنیاد پر اخوت و بھائی چارہ کا اعلان وا تو اس وقع پر انصار میں سے ایک جلیل القدر صحابی،جناب حذیفہ بن یمان کو مار کا بھائی قرار دیا گیا۔[3][4]

----

[1]۔ السیرۃ النبویۃ:ج۲ص۱۰۲

[2]۔ الطبقات الکبری:ج۳ص۲۵۰

[3]۔ الطبقات الکبری:ج۳ ص ۲۵۰

[4]۔رفتار شناسی امام علی علیہ السلام در آئینہ تاریخ: ۱۹۶

اس بناء پر رسول خدا(ص) کے صحابیوں میں سے عمار یاسر ایک نمایاں چہرہ ہے جنہیں مانوں میں بہت زیادہ محبوبیت حاصل ہے۔

رسول خدا(ص) نے جناب عمار یاسر کے مانی، شہرت، محبوبیت اور تمام خصوصیت کی وجہ سے لوگوں میں عمار کی شہادت کی کیفیت کے بارے میں پیشگوئی بیان فرمائی تا کہ اس کے ذریعہ تمام مان حق و باطل کو ایک دوسرے سے تشخیص دے سکیں اور یہ جان لیں کہ جس گروہ میں بھی عمار ہوں گے وہ راہ ہدایت پر ہو گا اور دوسرا گروہ گمراہی و ضلالت کی راہ پر گامزن ہو گا۔

جناب عمار کی ایک خصوصیت آپ کی خطابت تھی ۔ آپ اپنے خطاب کی طاقت سے حقائق کو واضح کرتے تھے اور دلیل و برہان کے ذریعہ افراد کی رہنمائی کرتے تھے۔ حق کی حمایت کی راہ میں انہیں کوئی خوف و ملال نہیں تھا اور وہ کسی سے بھی خوفزدہ نہیں ہوتے تھے۔ وہ اپنے کلام کی تأثیر سے لوگوں کی رہنمائی کرتے تھے۔

ابن ابی الحدید نے نصر بن مزاحم سے جناب عمار یاسر کی رہنمائی کے واقعہ کو اس طرح سے بیان کیا ہے:

جنگ صفین میں جناب عمار یاسر کی رہنمائی

نصر بن مزاحم کہتے ہیں: یحییٰ بن یعلی نے صباح مزنی سے اور انہوں نے حارث بن حصن سے، زید بن ابی رجاء سے اورانہوںنے اسماء بن حکیم فزاری سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے:

ہم جنگ صفین میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے ساتھ اور عمار یاسر کے پرچم تلے تھے۔ ظہر کے وقت ہم نے سرخ چادر سے اپنے لئے سایہ فراہم کیا ہوا تھا ۔ صفوں کے پیچھے سے گزرنے والا ایک شخص کہ جیسے وہ انہیں شمار کر رہا ہو، وہ آ گے آیا اور میرے پاس آ کر اس نے پوچھا: تم میں سے عمار یاسر کون ہے؟

عمار نے کہا: میں عمار ہوں۔

اس نے پوچھا: وہی کہ جس کا دشمن ابویقظان ہے؟

کہا: ہاں

اس شخص نے کہا: میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں کیا سب کے سامنے کہوں یا تنہائی میں؟

عمار نے کہا: تم جس طرح چاہو کہہ سکتے ہو۔

اس نے کہا: میں سب کے سامنے کہتا ہوں۔

عمار نے کہا: کہو۔ ہم جس چیز پر ہیں اس کی وجہ سے میں اپنے خاندان سے نکل آیا ہوں اور مجھے اس گروہ کے گمراہ ہونے میں بھی کوئی شک نہیں ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ باطل پر ہیں اور کل رات تک میں اسی حال میں تھا لیکن کل رات میں نے خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ آگے آئی اور اس نے اذان کہی اور اس نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے اور محمد(ص) خدا کے رسول ہیں اور اذان کے ساتھ نماز قائم ہو گئی، ان کے مؤذن نے بھی ایسے ہی کیا اور نماز کی صفیں کھڑی ہو گئیں، ہم نے ایک ساتھ نماز ادا کی اور ایک ساتھ قرآن کی تلاوت کی اور ایک ساتھ دعا پڑھی۔ کل رات سے میں شک میں مبتلا ہوں اور میں نے کس حال میں رات گذاری ہے یہ خدا ہی جانتا ہے کہ مجھ پر کیا گذری۔ جب رات سے صبح ہوئی تو میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی خدمت میں گیا اور یہ سارا واقعہ آنحضرت سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم نے عمار یاسر کو دیکھا ہے؟

میں نے کہا: نہیں۔

فرمایا: ان سے ملو اور دیکھو کہ وہ کیا کہتے ہیں اور ان کے فرمان کی پیروی کرو۔ لہذا اس کام کے لئے میں آپ کے پاس آیا ہوں؟ عمار نے اس سے کہا: کیا تم اس شخص کو جانتے ہو جو میرے سامنے سیاہ رنگ کا پرچم پکڑے کھڑا ہے؟ وہ عمرو عاص کا پرچم ہے اور میں نے پیغمبر اکرم(ص) کے ساتھ اس سے تین بار مقابلہ کیا ہے اور جنگ کی ہے اور یہ چوتھی مرتبہ ہے اور پہلے کی بنسبت اس بار نہ صرف بہتر ہے بلکہ یہ ان سب سے زیادہ بدتر اور تباہ کرنے والا ہے۔ کیا تم نے خود جنگ بدر، احد اور حنین[1] میں شرکت کی یا تمہارے باپ نے شرکت کی کہ جس نے تمہیں یہ بتایا ہو؟

----

[1] ۔ حالانکہ متن اور "وقعة صفین" میں یونہی ہے لیکن حنین کی بجائے احزاب صحیح ہے کیونکہ جنگ حنین میں عمروعاص ظاہری طور پر مسلمان ہو چکا تھا۔ وہ فتح خیبر کے سال مسلمان ہوا تھا۔

اس نے کہا: نہیں۔

مار نے کہا:ہمارا مقام اور پرچم وہی مقام اور وہی پرچم ہے جو رسول خدا(ص) کا جنگ بدر،احد اور حنین میں تھا اور اس گروہ کا پرچم وہی احزاب کے مشرکوں کا پرچم ہے۔ کیا تم وہ لشکر اور اس میںموجود افراد کو دیکھ رہے ہو؟خدا کی قسم؛میں یہ پسند کرتا ہوں کہ ان سب کااور معاویہ کے ساتھ مل کر ہمارے علم سے جنگ کرنے کے لئے آنے والوں اور ہم سے الگ ہونے والوں (جن کے ہم معتقد تھے اور ہم ایک ہی جسم تھے)کا سر کاٹ دوں اور ان کے ٹکڑے ٹکڑے کردوں۔خدا کی قسم؛ان سب کا خون بہانا چڑیا کا خون بہانے سے بھی زیادہ حلال ہے۔کیا تم چڑیا کا خون بہانا حرام سمجھتے ہو۔

اس نے کہا:نہیں؛ بلکہ یہ حلال ہے۔

مار نے کہا:اسی طرح ان کا خون بھی حلال ہے۔کیامیں نے تمہارے لئے یہ مسئلہ واضح کر دیا۔

اس نے کہا:جی ہاں۔

مار نے کہا:اب جسے چاہتے ہو منتخب کر لو۔

وہ شخص واپس لوٹ گیا، مار یاسر نے دوبارہ اسے بلایا اور کہا:بیشک بہت جلد ممکن ہے کہ یہ اپنی تلواروں سے تم پر ایسا وار کریں کہ تمہارے باطل کے پیروکار بھی شک و تردید کا شکار ہو جائیں اور کہیں:اگر یہ حق پر نہ ہوتے تو ہم پر کبھی کامیاب نہ ہوتے۔

خدا کی قسم؛یہ لوگ مکھی کی آنکھ کو آلود کرنے والے تنکے کے برابر بھی حق پر نہیں ہیں۔اور خدا کی قسم!اگر ہم اپنی تلواروں سے ان پر ایسا وار کریں کہ انہیں ہجر[2] کے صحراؤں تک بھگا دیں ۔اور ضرور یہ جان لو کہ ہم حق پر ہیں اور یہ باطل پر۔[3]

----

[۲] ۔ ہجر؛بحرین کی وہی سرزمین ہے کہ جہاں کی کھجوریں زیادہ اور اچھی ہونے کے لحاظ سے مشہور ہیں ۔ ترجمہ "تقویم البلدان:۱۳۷"

[۳]۔ جلوہ تاریخ در شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید:ج۳ص۱۳۵

جنگ صفین میں عمار یاسر کا خطاب اور عمرو عاص پر اعتراض

قابل توجہ ہے ۔ امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے لشکر کے سپہ سالار مار یاسو ۔ رف اپنے کلام سے عراق کی فوج کی رہنمائی کرتے تھے بلکہ اپنی پوری ات ائی کے سات شام کے لشکر اور مرو عاص جیسے افراد سے سے خطاب کرتے تھے اور انہیں ان کے شرمناک انجام سے خبردار کرتے تھے۔

ابن ابی الحدید کھڑے وئے نصر بن مزاحم منقری سے نقل کرتے ہیں:

جنگ صفین میں مار یاس ر کھڑے وئے اور کہا اے خدا کے بندو! میرے سات مل کر اس قوم سے جنگ کرنے کے لئے کھڑے و جاؤ کا یہ خیال ہے ۔ وہ ایسے ظالم ش کے خون کا مطالبہ کر رہے ہیں ۔ جو خود ظلم و ستم کرتا تھا۔ بیشک اسے اچھے لوگوں نے قتل کیا ہے ۔ جو اسے ظلم و ستم اور تجاوز کرنے سے منع کرتے تھے اور اسے نیکی کا حکم دیتے تھے۔یہ لوگ (اگر دنیا کے بدلے ان کا دین چلا بھی جائے تو یہ پھر بھی اس کو کوئی اہمیت نہ دیتے) ہم پر اعتراض کرتے۔ہیں اور کہتے ہیں: کیوں اسے قتل کیا؟

ہم نے کہا: دین میں پیدا کی گئی اس کی بدعتوں کی وجہ سے اسے قتل کیا ہے۔

وہ کہتے ہیں: اس نے کوئی بدعت ایجاد نہیں کی تھی اور اس کی یہ وجہ ہے ۔ اس نے ان کے ہاتھوں میں دنیا دے دی تھی ؛ ۔ جیسے یہ رف کھاتے اور چرتے ہیں اور اگر پہاڑ بھی آپس میں ایک دوسرے سے ٹکرا کے بکھر جائیں تو یہ اسے بھی کوئی اہمیت نہیں دیں گے۔

خدا کی قسم! میں سوچ بھی نہیں سکتا ۔ یہ خون کا مطالبہ کر رہے ہیں لیکن اس قوم نے دنیا داری کا مزہ چکھا ہے اور اس کو شیریں پایا ہے۔ جب ۔ یہ جانتے ہیں ۔ اگر صاحب ح ان کے اوپر حاکم و جائے تو جو یہ کھاتے اور چرتے ہیں، اس کے اور ان کے درمیان رکاوٹ ایجاد کر دے۔

اس قوم کا اسلام میں سے کو واسطہ نہیں ہے ۔ جس کی وجہ سے یہ حکومت کے حقدار وں۔انہوں نے اپنے پیروکاروں کو

دھو ۔ دیا ہے اور انہیں رفیسبز باغ دکھاتے ہیں ۔ وہ کہیںہمارا پیشوا مظلوم مارا گیا ہے تا ۔ اس وجہ سے یہ جابر بادشاہ بن جائیں ۔ اور یہ ایسا دھو ۔ ہے ۔ جس کی پناہ میں یہ وہاں تک پہنچ گئے ہیں ۔ جہاں تم دیکھ رہے ہو۔اگر یہ دھو ۔ و فریب نہ ہوتا تو کوئی ایک شخص بھی ان کی بیعت نہ کرتا۔

خدایا! اگر تو ہماری مدد کرے ۔ تو ہمیشہ ہماری مدد کرتا ہے اور اگر تو انہیں حکومت دے تو بندوں میں ان کی پیدا کی گئی بدعتوں کی وجہ سے (آخرت) میں انہیں دردناک عذاب دے۔

پھر عمار چلے جب ۔ آپ کے ساتھی بھی آپ کے ہمراہ تھے اور جب آپ عمرو عاص کے قریب پہنچے تو اس سے کہا:اے عمرو؛تم نے مصر(کی حکومت) کے لئے اپنا دین بیچ دیا؟بدبختی تمہارے ساتھ ہو ۔ تم تب سے اسلام سے عیب لینے کے لئے پرتول رہے تھے۔

عمار یاسرنے پھر بیان کیا:پروردگارا؛تو خود جانتا ہے ۔ ۔ اگر میں یہ جان لوں ۔تیری رضا و خوشنودی اس میں ہے ۔ میں اس دریا میں کود جاؤں،تو میں کود جاؤں گا۔

خدایا! توجانتا ہے ۔ اگر میں یہ جان لوں ۔تیری رضا اس میں ہے ۔ میں اپنی تلوار کی نوک اپنے پیٹ پر رکھ کے اس پر ٹیک لگا لوں ۔ وہ میری پشت سے باہر نکل آئے ، تو میں ایسا ہی کروں گا۔

پروردگارا؛تو نے مجھے جو کچھ سکھایا اسی کے مطابق میں یہ جانتا ہوں ۔ آج اس گروہ کے خلاف جہاد کرنے سے بہتر کوئی اور کام نہیں ہے ۔ جسے میں انجام دوں اور اگر میں یہ جان لوں ۔ کوئی دوسرا کام تیری رضائیت کا باعث ہے تو میں وہی انجام دوں گا۔

نصر کہتے ہیں: عمروبن سعید نے شعبی سے میرے لئے روایت کیا ہے ۔ اس نے کہا ہے:

جناب عمار بن یاسرنے عبداللہ بن عمرو عاص کو آواز دی اور کہا:تم نے اپنا دین دنیا کے بدلے بیچ دیا اور وہ بھی خدا و اسلام کے دشمن (معاویہ) کے کہنے پر ، اور تم نے اپنے باپ کی ہوا و ہوس کے لئے تباہی اختیار کر لی ہے۔

اس نے کہا: ایسا نہیں ہے ۔ میںشہید مظلوم عثمان کا خون کا تقاضا رہا وں!

مار نے کہا:ہرگز ایسا نہیں ہے۔میں تمہارے بارے میں جو ۔جانتا وں اس کی رو سے میں گواہی دیتا وں ۔ تم اپنے کسی بھی کام سے خدا کی رضائیت نہیں چاہتے اور جان لو ۔ اگر آج تم قتل ۔ بھی وئے تو کل مر جاؤ گے،اور دیکھ لو ۔ جب خدا اپنے بندوں کو ان کے نیت کے اعتبار سے اجر دے گا تو تمہاری کیا نیت و گی؟[1]

جس طرح ہم یہ بیان کریں گے ۔ سنی علماء جیسے سیوطی نے اپنی کتابوں میں وضاحت کی ہے ۔جناب مار یاسر کی شہادت کے بارے میں رسول خدا(ص) کی پیشنگوئیاں متواتر احادیث میں سے ہیں۔یعنی اس حدیث کے روای اس قدر زیادہ ہیں ۔ ان کا اس روایت کو نقل کرنے میں جھوٹ پرا جماع اور ان کے بارے میں یہ کہنا ۔ انہوں نے جھوٹ بولا ہے، یہ حال ہے۔

قابل توجہ یہ ہے ۔ یہ حدیث حتی ۔ مرو عاص بلکہ معاویہ سے بھی نقل وئی ہے!! اگرچہ انہوں نے خود یہ روایت نقل کی ہے لیکن اس کے باوجود انہوں نے اس پر اعتنا نہیں کی اور اس کے برخلاف ل کیا ہے!

اس حدیث سے آگاہ ونے کے باوجودان کاحضرت رسول اکرم(ص) کے فرمان کے بر خلاف ل کرنا آنحضرت کی خلافت وجانشینی کے سئلہ میں ان کی رسول خدا(ص) کی مخالفت کی دلیل ہے۔

مار کے قتل کے بارے میں شبث بن رُبعی کا معاویہ سے کلام

شبث بن رُبعی نے جنگ صفین میں معاویہ سے اپنی ملاقات کے اہم اور قابل توجہ واقعہ کے بارے میںنقل کیا ہے ۔ وہ کس صورت میں جناب مار کے قتل سے دستبردار ونے کو تیار نہیں تھا۔ ابن اثیر نے یہ واقعہ اپنی کتاب میں یوں بیان کیا ہے: شبث بن رُبعی نے معاویہ سے کہا: کیا تم مار بن یاسر کو قتل کرنا پسند کرتے و؟

معاویہ نے کہا: کون سی چیزمجھے اس کام سے روک سکتی ہے؟! اگر سمیہ کا بیٹا میرے ہاتھ آئے تو میں اسے عثمان کے غلام کے سامنے قتل کردوں۔

----

[1] ۔ جلوہ تاریخ در شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج۳ ص۱۳۱

شبث نے کہا:اس خدا کی قسم ، جس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے؛تمہاری یہ خواہش پوری نہیں و گی مگر یہ۔ ۔ بہت سے سر تن سے جدا و جائیں اور زمین آسمان کے ارے تم پر تنگ و جائیں۔

معاویہ نے کہا:اگر ایسا وا تو تم پر زیادہ تنگ و جائیں گے۔[1]

اس نکتہ کی طرف توجہ کرنے سے ، معاویہ نے بھی پیغمبر اکرم(ص) کی متواتر روایت۔ ، رسول خدا(ص) نے فرمایا: مار کو ظالم و ستمگر گروہ قتل کرے گا"۔کونقل کیا ہے۔جب شبث بن ربعی نے کہا:کیا تمعمار بن یاسر کو قتل کرنا پسند کرتے و؟تومعاویہ نے کہا:کون سی چیز مجھے اس کام سے روک سکتی ہے؟!اس سے رسول خدا(ص) کے فرمان کے سامنے معاویہ کی واضح و آشکار مخالفت ثابت ہو جاتی ہے۔

جنگ صفین میں مار کے قتل کے بارے میں معاویہ کا شبث بن ربعی کوجواب دینے میں اہم نکتہ وجود ہے ۔ معاویہ نے حتی رسول خدا(ص) کے فرمان اور مار کے قاتلوں کے بارے میں آنحضرت کی پیشنگوئی کو بھی کوئی اہمیت نہیں دی۔

جناب مار کی عظمت، درخشاں رکارنامہ اورنمایاں چہرہ ب کے نزدیک ثابت ہے لیکن معاویہ نے اپنے ناپاک مقاصد تک پہنچنے اور حکومت و طاقت کے حصول کے لئے ان کا خون بہایا اور خود کو جہنم کی طرف روانہ کیا۔

جناب مار کی شخصیت اتنی جلیل القدر اور اہمیت کی حامل ہے حتی ، ان کے زمانے میں ب سے زیادہ ظالم اور خونخوار شخص یعنی حجاج بن یوسف ثقفی بھی معتقد تھا:اگردنیا کے ب لوگ مار کو قتل کرنے میں شریک وں تو ب کے ب جہنم میں جائیں گے۔

ابن اثیر جو ، علماء اہلسنت میں سے ہیں، یہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

بعض کہتے ہیں: ابوالغازیہ ، جس نے مار کو قتل کیا تھا،وہ حجاج بن یوسف ثقفی کے زمانے تک زندہ تھا۔وہ ایک دن حجاج کے پاس گیا۔حجاج نے اس کا احترام کیا اور پوچھا:تم نے سمیہ کے بیٹے (مار) کو قتل کیا ہے؟اس نے کہا:ہاں۔

----

[1]۔ تاریخ کامل ابن اثیر:ج۵ ص۱۸۶۹

حجاج نے کہا:جو کوئی بھی روز قیامت کسی بزرگ شخص کو دیکھنا چاہے تو اس شخص کو دیکھے کہ اس نے سمیہ کے بیٹے کو قتل کیا ہے!

اس دوران ابوالغازیہ نے حجاج سے پانی تقاضا کیا۔لیکن حجاج نے وہ پانی نہ کیا۔

ابوالغازیہ نے کہا:ان کے لئے دنیا ہموار کر رہے ہیں اور ہمیں اس میں سے ایک پانی بھی نہیں دیتے اور پھر گمان کرتے ہیں کہ ہم روز قیامت بزرگوار ہوں گے!

حجاج نے کہا:خدا کی قسم؛جس کے دانت احد کے پہاڑ،اس کی ران ورِقام کے پہاڑ اور اس کا گروہ مدینہ وربذہ کس طرح ہو،وہ قیامت کے دن بزرگوار بن جائے گا! خدا کی قسم کہ اگر روئے زمین کے تمام لوگ عمار کے خون میں شریک ہوتے تو سب کے سب جہنم میں جاتے۔

عبدالرحمن سلمی کہتے ہیں:جب عمار قتل ہو گئے تو میں معاویہ کی فوج میں گیا کہ دیکھوں عمار کے قتل سے ان میں بھی اسی طرح شور مچا ہوا ہے کہ جس طرح ہم میں شور بپا تھا؟

معاویہ کے سپاہیوں کے ساتھ ہمارا یہ حال تھا کہ جب بھی جنگ کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی تھی تو وہ ہمارے ساتھ گفتگو کرتے تھے اور ہم ان کے ساتھ گفتگو کرتے تھے۔میں نے دیکھا کہ معاویہ، عمرو عاص،ابواعور اور عبداللہ بن عمرو گفتگو میں مصروف تھے۔ میں نے اپنا گھوڑا ان کی طرف دوڑایا تا کہ ان کی کسی بات سے محروم نہ رہ جاؤں۔ عبداللہ بن عمرو بن عاص نے اپنے باپ سے کہا:بابا جان؛آپ نے اس شخص کو اس دن قتل کیا ہے ،کیا آپ جانتے ہیں پیغمبر اکرم(ص) نے کیا فرمایا تھا؟اس نے کہا: کیا فرمایا تھا؟

کہا:کیا اس طرح نہیں تھا کہ جب مسجد نبوی تعمیر کی جا رہی تھی تو لوگ ہر دفعہ ایک اینٹ اٹھاتے تھے اور عمار ہر بار دو اینٹیں اٹھاتے تھے اور انہوں نے اس کام میں اتنی کوشش کی کہ بے ہوش ہو گئے۔پیغمبر اکرم(ص) ان کی بالین کے پاس آئے اور

ان کے چہرے سے گردو خاک صاف کی اور فرمایا:

اے سمیہ کے بیٹے؛ شاباش ہے تجھ پر، دوسرے ہر مرتبہ ایک اینٹ اٹھاتے ہیں اور تو ہر بار دو اینٹیں اٹھاتا ہے؛ لیکن ان سب کے باوجود ظالموں کا لشکر تمہیں قتل کر دے گا۔

عمرو عاص نے معاویہ سے کہا: دیکھ رہے ہو میرا بیٹا عبداللہ کیا کہہ رہا ہے؟

معاویہ نے پوچھا: کیا کہہ رہا ہے؟

عمرو نے اس سے بھی یہی واقعہ بیان کیا۔معاویہ نے کہا: کیا ہم نے اسے قتل کیا ہے؟! اسے اس نے قتل تک پہنچایا ہے جو اسے اس جنگ میں لے کر آیا!! شامی اپنے خیموں سے باہر آئے اور سب نے کہا: بیشک عمار کو اس نے قتل تک پہنچایا ہے جو اسے اس جنگ میں لے کر آیا!!

میں نہیں جانتا تھا کہ کون زیادہ حیرت زدہ ہیں، وہ یا یہ؟[1]

عمار کے بارے میں آپ ظالم اور خونخوار حجاج بن یوسف کے قول سے بھی آگاہ ہوئے۔ عبداللہ بن عمرو عاص کہ جو معاویہ کے لشکر کے رہنماؤں میں سے تھا،اس کا بھی عمار یاسر کے قتل کے بارے میں ایسا عقیدہ تھا۔اب اس واقعہ کی طرف توجہ کریں:

جناب عمار کے قتل ہوجانے کے بعد دو افراد میں عمار کے لباس اور لوازمات (جو میدان جنگ میں عمار کے پاس تھے) کے بارے میں جنگ و نزاع ہو گیا،وہ دونوں عبداللہ بن عاص کے پاس آئے تا کہ وہ ان کا اختلاف برطرف کرے۔

عبداللہ نے کہا:وای ہو تم پر!میرے پاس سے دور ہو جاؤ،رسول خدا(ص) نے فرمایا تھا:

قریش کو عمار سے کیا کام؟ عمار انہیں جنت کی طرف دعوت دے رہے ہیں اور وہ اسے آگ کی طرف دعوت دے رہے ہیں، ان کا قاتل اور ان کے لباس و لوازمات لے جانے والے جہنمی ہیں۔[2]

----

[۱]۔ تاریخ کامل ابن اثیر:ج۵ص۱۸۹۵

[۲]۔ الغارات و شرح اعلام آن: ۵۱۴

جناب عمار کی شہادت کے بارے میں متواتر حدیث

جناب عمار کی شہادت کے بارے میں روایات تواتر کی حد تک ہیں اور کئی اہلسنت علماء نے اس کی تصریح کی ہے ۔ ابوبکر، عمر، عثمان، عائشہ، معاویہ، عمرو عاص، حجاج اور اہلسنت کے دوسرے بے شمار سے بزرگوں اور بزرگوں نے یہ روایت نقل کی ہے۔اسی طرح بخاری اور مسلم جیسے افراد نے یہ روایت اپنی صحاح میں ذکر کی ہے۔ اب ہم ان کے چند نمونے بیان کرتے ہیں:

بخاری نے اپنی صحیح میں عکرمہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا:ابن عباس نے مجھے اور اپنے بیٹے علی سے کہا:ابوسعید کے پاس جاؤ اور اس کی احادیث سنو۔

عکرمہ کہتے ہیں:ہم ابوسعید کے پاس گئے جب کہ وہ اپنے باغ میںباغبانی میں مصروف تھا۔ابوسعید نے ہمیں دیکھنے کے بعد اپنی عباء اٹھائی اور ایک کونے میں بیٹھ گیا۔

باتوں باتوں میں حضرت رسول اکرم(ص) کی مسجد کی تعمیر کی بات آئی تو ابوسعید نے کہا: ہم ہر بار ایک اینٹ اٹھا کر لے جاتے تھے لیکن عمار دو اینٹیں اٹھاتے تھے،اس دوران پیغمبر اکرم(ص) متوجہ ہوئے تو آپ نے ان کے کپڑوں کی خاک جھاڑی اور فرمایا:

عمار کو ظالم وستمگر گروہ قتل کرے گا؛ عمار انہوں جنت کی طرف دعوت دیں گے لیکن "فِئة باغیہ" (یعنی باغی گروہ) انہیں جہنم کی طرف دعوت دیں گے۔

اس روایت کو مسلم،طبرانی، ترمذی، حاکم، احمد بن حنبل اور دوسروں نے روایت کیا ہے اور جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو متواتر روایات میں سے قرار دیا ہے۔

سیوطی کہتے ہیں: شیخین نے یہ روایت ابوسعید سے، مسلم نے ابوقتادہ سے ،ام سلمہ اور ابوالیسر سے،احمد نے عمار سے ،ان کے بیٹے اور عمرو بن حزم اورخزیمہ ذوالشہادتین سے،طبرانی نے عثمان سے،انس اور ابوہریرہ سے،حاکم نے حذیفہ اور ابن مسعود ،رفاعی نے ابورافع سے،ابن عساکر نے جابر بن عبداللہ سے اور جابر بن سمرہ ،ابن عباس،معاویہ،زید بن اوفی،ابوالیسر کعب بن عمرو، زیاد کعب بن

ماک،ابوامامہ، عائشہ اور ابن ابی شیبہ نے مرو بن عاص اور اس کے بیٹے عبداللہ نے نقل کی ہے۔

شافعی کہتے ہیں: صحابیوں میں سے سیہ یائیس افراد ہیں جنہوں نے یہ حدیث روایت کی ہے اور ان میں حزیمہ۔ بھی شامل ہیں ، جو صحابیوں کی جگہشمار کئے جاتے ہیں۔

حافظ ابن عبدالبر کہتے ہیں: متواتر رویات میں ہے ، رسول خا(ص) نے فرمایا:

ظالموں اور ستمگروں کا گروہ (فئہ باغیہ) مار کو قتل کرے گا۔

یہ وضوع اخبار غیبیہ میں سے ہے ، حقیقت میں آنحضرت کی نبوت کی نشانیوں میں سے ہے اور یہ حدیث صحیح ترین روایات میں سے ہے۔

ابن دحیہ کہتے ہیں:کسی نے بھی اس حدیث پر کوئی اشکال و اعتراض نہیں کیا اور اگر یہ حدیث صحیح نہ وتی تو معاویہ اسے رد کر دیتا اور اس کا انکار کر دیتا ۔

ابن حر کا کہنا ہے:اس روایت کو اصحاب کے ایک گروہ نے نقل کیا ہے اور ان کے نام ذکر کرنے کیلئے بہت کہا ہے:اس حدیث میں- ، جو اخبار غیبیہ میں سے شمار کی جاتی ہے-واضح طور پر نبوت کی نشانیاں وجود ہیں اور یہ مار کے لئے بھی بہت بڑی فضیلت ہے۔ ب جانتے ہیں ، مار جنگ صفین میں قتل وئے،اور مار صفین میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی وج میں تھے اور معاویہ کے طرفداروں نے آپ کو قتل کیا۔اس روایت سے یہ ثابت ہوتا ہے ، معاویہ"باغی"تھا جو لوگوں کو جہنم کی طرف دعوت دیتا تھا اور جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلائے وہ لعنت کا حقدار ہے اور قیامت کے دن بے یارومددگار اور عذاب میں گرفتار و گا اور کالے چہرے کے ساتھ محشور وگا۔قرآن مجید میں ذکر وا ہے:

(وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَدْعُونَ لَى النَّارِ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا يُنصَرُونَ ، وَأَتْبَعْنَاهُمْ فِيْ هَذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ هُم مِّنَ الْمَقْبُوحِيْنَ)[1]

----

[۱]۔ سورہ قصص ،آیت:۴۱ اور ۴۲

اور ہم نے ان لوگوں کوجہنم کی طرف دعوت دینے والا پیشوا قرار د ے دیا ہے اور قیامت کے دن ان کی کوئی مدد نہیں کی جائے گی ۔اور دنیا میں بھی ہم نے ان کے پیچھے لعنت کو لگادیا ہے اور قیامت کے دن بھی ان کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کے چہرے بگاڑ دیئے جائیں گے ۔

اس آیت میں"مقبوح"سے مرادوہ ہے ، جو خیر سے دور ہو۔

معاویہ نے صفین کے دن مکر و فریب کیا تا ، اس حدیث کے مضمون سے اپنا دامن بچاکے اور اس پر اس کے صحابی کوئی اعتراض و اشکال نہ کریں،لہذا اس نے کہا:

میں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اسے اس نے قتل کیا ، جس نے انہیں ان کے گھر سے باہر نکالا اور جو انہیں اس جنگ میں لے کر آئے!اس فریب اور دھوکہ سے اس نے اپنے ساتھیوں کی بغاوت سے نجات حاصل کی۔

حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے اس کے رد میں فرمایا:

اگر یہی بات ہے تو پھر اس بناء پر سید الشہداء حمزہ کے قاتل رسول خدا (ص) ہوں گے کیوں کہ وہ انہیں گھر سے باہرلے کر آئے اور انہیں جنگ احد میں شریک کیا اور آخرکار قتل ہو گئے۔

اس کلام کے بعد معاویہ لاجواب ہو گیا اور اس کاکوئی جواب نہ دے سکا۔

معاویہ جو کہ بہت چالاک ، مکار اور دھوکہ باز تھا،اس نے دوسری مرتبہ پھرحدیث کا دوسرا معنی کیا اور کہا:جی ہاں؛فرقہ باغیہ ہم ہی ہیں ، جنہوں نے عثمان کے خوان کا بدلہ لینے کے لئے قیام کیا۔

معاویہ نے باغیہ کو"بغای"سے لیا ، جس کے معنی طلب کرنا ہے اور اس طرح اس نے دوسری مرتبہ اپنے ساتھیوں کو قانع کیا ۔ لیکن معاویہ نے دونوں معنی میں خطا کی ہے ۔ پہلا معنی تو واضح ہے اور اسے رد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور دوسرے معنی میں اگر"باغیہ" کے معنی "طلب کرنے والا" ہو تو اس کا کوئی ربط نہیں ہے کیونکہ حضرت رسول اکرم(ص) نے

فرمایا:" مار انہیں جنت کی طرف عوت دیتے ہیں اور وہ مار کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں"۔ اور یہ واضح ہے کہ یہاں"باغیہ"مذ وم بغی کے معنی میں ہے ، جس سے خدا نے منع کیا ہے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے: (وَيَنْهَى عَنِ الْفَحْشَاء وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ [1]اس"بغی"کا طلب کے معنی کے ساتھ کوئی ربط نہیں ہے۔

پھر وہ کہتا ہے:میرے نزدیک یہ لم ہے ، معاویہ اپنی منصوص فہم و فرا ت (دھاء) سے یہ جانتا تھا کہ یہ تاویلیں مکمل طور پر بے ربط ہیں اور ان کا حدیث سے کوئی ارتباط نہیں ہے کیونکہ یہ معنی اس قدر فاسدہے ، حتی عام افراد بھی اس کے غلط اور بے ربط ونے سے واقف ہیں۔ نروی تھا ، جناب مار کی شہادت کے بعد معاویہ ظلم و ستم سے ہاتھ اٹھا لیتا اور مخالفت سے دستبردار ہو جاتا لیکن اس کی ا نی خباثت اور ذاتی شقاوت نے اسے مجبور کیا ، اپنی مکاری وعیاری سے اپنے ساتھیوں کو دھو ہ دے ، اور دنیا اور حکومت حاصل کرنے کے لئے یہ ا ل تاویلیں پیش کرے۔

معاویہ اپنے گماشتوں کو را نی رکھنے اور ان سے حقا ٔ چھپانے کے لئے ایسے نار وا مطالب بیان کرتا ، افتراء و بہتان کے ذریعہ لوگوں کو را نی رکھتا اور لوگوں کو دوزخ کی طرف دعوت دیتا تھااور خدا سے جنگ کرتا تھا۔

جناب مار کے قتل و جانے کے بعد کسی کو کوئی شبہ نہیں ونا چاہئے ، معاویہ "فِئۃ باغیہ"کا پیشوا ہے ؛عبداللہ بن مر بہت زیادہ افسوس کرتا تھا ، میں نے کیوں معاویہ سے جنگ نہیں کی۔ابوحنیفہ نے عطاء بن ابی رباح سے روایت کی ہے ، عبداللہ بن مر کہتا تھا:مجھے بہت افسوس ہے ، میں نے کیوں "فِئۃ باغیہ"سے جنگ نہیں کی۔

ابن عبدالبر نے ایک گروہ سے روایت کی ہے ، عبداللہ بن مر نے وفات کے وقت کہا: مجھے بہت افسوس ہے کہ علی بن ابیطالب علیہما السلام کے ساتھ مل کر "فِئۃ باغیہ" سے جنگ کیوں نہیں ۔اس روایت کو حاکم نے صحیح سند سے نقل کیا ہے۔

بیہقی نے ابن مر سے روایت کی ہے ، اس نے کہا:مجھے افسوس ہے ، میں نے فرقہ باغیہ سے جنگ کیوں نہیں کی کیونکہ خداوند متعال نے فرمایا ہے:

----

[1]۔ سورہ نحل،آیت:۹۰

(فَاِن بَغَتْ ِ حْدَاهُمَا عَلَی الْأُخْرَی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتَّی تَفِیْءَ ِا لَی أَمْرِ اللَّهِ)[۱]

اگر ایک دوسرے پر ظلم کرے تو ب مل کر اس سے جنگ کرو جو زیادتی کرنے والا گروہ ہے یہاں تک ہ وہ بھی حکم خدا کی طرف واپس آجائے ۔

حاکم کہتا ہے:اس بارے میں بہت زیادہ روایات نقل وئی ہیں اور بزرگ تابعین کے ایک گروہ نے یہ روایت عبداللہ بن مر سے روایت کی ہیں کہ[۲] کتاب "اعلام نصر مبین در داوری میان اہل صفین" میں اس روایت (ہ ستمگر گروہ مار کا قاتل ہے) کو اسناد کو دوسری طرح ذکر کیا ہے۔

لم نے محمدبن مثّنی سے روایت کی ہے اور اس نے بشار سے اور ان دونوں نے کہا ہے: محمد بن جز نے تبعہ سے اور اس نے ابو مہ سے روایت کی ہے ہ اس نے کہا: میں نے ابونضرہ سے نا ہ ابوسعید خدری نے روایت کی ہے ہ اس نے کہا: مجھے اس نے خبر دی ہ جو م سے بہتر تھا ہ جب مار خندق کھود رہے تھے تو رسول خدا(ص) اپنا دست مبارک ان کے سر پر پھیرتے تھے اور فرماتے تھے:

ابن سمیہ کے لئے افسوس! ہ اسے ستمگر گروہ قتل کرے گا۔[۳]

اسی طرح یہ روایت اسحاق بن ابراہیم، اسحاق بن منصور ، محمود بن غیلان اور محمد بن قدامہ کی سند سے بھی نقل وئی ہے اور ب نے کہا ہے: نضر بن شُمّیل نے ابو مہ سے اسی سلسلہ سند سے ہمارے لئے روایت کی ہے مگر یہ ہ حدیث کی سند میں نضر بھی آیا ہے ہ اس نے کہا: مجھے اس نے خبر دی ہے ہ جو م سے بہتر ہے یعنی ابوقتادہ نے کہا: خالد بن حارث نے بھی کہا ہے ہ میں نے یعنی ابوقتادہ کو دیکھا ہے۔

----

[۱]۔ سورہ حجرات، آیت:۹

[۲]۔ معاویہ۔ تاریخ:۴۲

[۳]۔ صحیح لم بہ شرح نووی، کتاب الفتن: ج۱۸ص۳۰

لم نے کہا ہے ۔ محمد بن مرو جبلہ نے محمد بن ج ن ر[۱] اور انہوں نے عقبۃ بن مکرم العمی اور انہوں نے ا-وبکر ب-ن ۔ افع سے عقبی کے قول کو ہمارے لئے روایت کیا اور ابوبکر نے کہا:غندر[۲] نے ہ یں۔خبر دی ہے اور انہوں نے کہا ہے:شعبہ نے ہ یں۔خبر دی ہے اور انہوں نے الحذاء(حذاء)سے۔ ا ہے اور انہوں نے سعید بن ابی الحسن اور انہوں نے اپنی ۔ا ں اور انہ-وں نے ام سمہ سے۔ ا ۔ رسول خدا(ص) نے مار سے فرمایا:تجھے ستمگر گروہ قتل کرے گا۔[۳]

صحیح لم میں یہ روایت دوسرے سل لہ سے وجود ہے ۔ سعید نے اپنے بھائی حسن بصری اور اس نے اپنی ماں خی-رہ اور اس نے زوجہ پیغمبر اکرم(ص) ام سمہ سے نقل کیا ہے۔ حدیث متواتر ہے۔طبرانی نے اسے معجم الکبیر[۴] میں نق-ل کی-ا-ہے اور اس کی اصلی ت-اب دوسو تیس حصوں میں میرے۔پاس وجود ہے اور وہ دنیا (اسلام) کی ب سے بڑی س-ند ہے۔ م-یں نے وہ تم-ام اصفہان میں پڑھی اور یہ وضوع اپنی ت-اب میں بھی ذکر کیا ۔ جس کا ام میں نے "علم ا لشہور"رکھا۔

۔طبرانی نے یہ حدیث معاویہ کے قول، مرو عاص ،اس کے بیٹے عبداللہ اور اصحاب پیغمبر (ص) کے ایک دوسرے گ-روہ سے نقل کی ہے۔ ابوعبدالملک مروان بن عبدالعزیز نے کہا:فقیہ مرث عالم ابو مران وسی بن عبدا رحمن بن ابی تلید نے ا-و مر ب-ن عبدالبر سے نقل کیا ہے ۔ انہوں کنے ت-اب"استیعاب"میں مار کے حالات زندگی میں پڑھا ہے ۔:پیغمبر اک-رم(ص) سے مت-واتر روایتیں نقل وئی ہیں ۔ جن میں فرمایا: مار کو ستمگر اور ظالم گروہ قتل کرے گا،اور یہ روایت صحیح ترین روایات میں سے ہے۔[۵]

----

[۱]۔ صحیح لم: ج۱۸ص۴۱

[۲]۔ صحیح لم: ج۱۸ص۴۱

[۳]۔ صحیح لم بہ شرح نووی، ت-اب ا لتن: ج۱۸ص۴۲

[۴]۔ معجم الکبیر:ج۱ص۳۳۰

[۵]۔ الاستیعاب في معرفة الأصحاب:ج۲ص٤٨١

ذوالنسبین (خدا ان کی تائید کرے) کہتے ہیں:اس روایت میں کس طرح اختلاف ہے؟ حالانکہ ہم نے دیکھا ہے خود معاویہ بھی اس کا انکار نہیں کر سکا اور اس نے کہا:اسے (مار) اس نے قتل کیا جو اسے میدان جنگ میں لے کر آیا۔اگر اس حدیث میں کسی شک کی گنجائش ہوتی تو معاویہ اس کا انکار کر دیتا اور اس کے نقل کرنے والے کی تکذیب کرتا یا اسے دھوکہ دیتا۔

حضرت علی علیہ السلام نے جب معاویہ کی یہ بات سنی تو یوں جواب دیا:پس رسول خدا(ص) نے حمزہ کو قتل کیا ہے کیونکہ وہ انہیں میدان جنگ میں لے کر آے تھے۔حضرت علی علیہ السلام کے اس قول کا کوئی جواب نہیں تھا اور یہ ایک ایسی حجت و دلیل تھی جس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جاسکتا تھا۔حضرت علی علیہ السلام کے اسی قول کو مشہور فقہاء نے مدنظر رکھا ہے....۔

معمرالدین مفتی الازرق ابوسعید عبداللہ بن عمر بن صفار نے میرے لئے یہ روایت کتاب "در مدرسہ شادیاخ" سے پڑھی۔اس نے کہا: کئی محدثین نے ابوالمعالی سے یہ میرے لئے روایت کی ہے۔ پیغمبر اکرم(ص) سے گذشتہ روایت میں "بؤس ابن سمیہ" بھی آیا ہے۔کلمہ "بؤس و باس" دونوں انسان کی جان اور حال کی سختی کے معنی میں ہے۔"بؤس"تنوین کے بغیر مصدر ہے جیسا کہ ہم نے "یا بؤس بن سمیہ" کی صورت میں بھی اسے روایت کیا ہے؛یعنی "وای ہو اسے پہنچنے والی بؤس اور تکلیفوں کی شدت پر"یہ عمار کے لئے باب ترحم سے کہا گیا ہے جو اس کے آئندہ کے امور میں سے تھا۔کیونکہ پیغمبر خدا (ص) وحی کی مدد سے جانتے تھے کہ آئندہ زمانے میں لوگوں کے ساتھ کیا ہو گا۔آپ نے (ابن سمیہ کہنے سے)ایمان کی وجہ سے ان پر اور ان کے ماں باپ پر ٹوٹنے والے مصائب اور مشکلات کو بیان کیا ہے۔ کیونکہ یہ روایت پیغمبر خدا(ص) کے معجزوں اور روایات میں سے ہے کہ آنحضرت نے واقعات کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ان کے بارے میں بتایا ہے اور آپ کا یہ فرمانا: "الفئۃ الباغیۃ" اس سے مراد ایک جماعت اور فرقہ ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے:"فلیت راسہ و فاوتہ"جب میں نے انہیں دو حصہ کر دیا۔ پروردگار عالم فرماتا ہے:(فَمَا لَكُمْ فِى الْمُنٰافِقِيْنَ فِئَتَـيْنِ)[1] یعنی دو فرقے۔یعنی اس بارے میں آپ نے دوگروہوں سے شدید اختلاف کیا۔ اور"الباغیہ"یعنی ظالم و ستمگر، کیونکہ "بغی" ظالم کے معنی میں لیا گیا ہے اور اس کا اصل حسد ہے۔

----

[1]۔ سورہ نساء، آیت: ۸۸

رس ل خدا(ص) کی حدیث نقل کرتےوقت صحابہ ۔یاٰبعین کے حالات

" صحیح بخاری" میں خالد الحزاء سے اور انہوں نے عکرمہ سے، انھوںنے ابن عباس اور ان کے بیٹے علیسے روایت کی ہے: یہ دونوں ابوسعید (خدری) کے۔پاس گئے ۔ اس سے اس بارے میں حدیث سنیں ۔ اس وقت وہ ایک دیوار تعمیر کر رہا تھا، اس نے اپنی عبا اٹھائی اسے اکٹھاکیا اور گفتگو شروع کی یہاں تک ۔ ر نبوی کی تعمیر کی بات چلی تو اس نے کہا:

ہم ر کی اینٹیں ایک ایک کر کے اٹھا رہے تھے جب ۔ مار دو دو اینٹیں اٹھاتے تھے ۔پس رسول خدا(ص) نے انہیں دیکھا تو ان کے چہرے کی دھول کو صاف کیا جب ۔ آپ فرما رہے تھے:افسوس و مار کے لئے!یہ انہیں جنت کی طرف دعوت دیں گے اوروہ انہیں جہنم کی طرف بلائیں گے۔

ابوسعید خدری نے کہا: مار نے کہا: خدا کی قسم! اس گروہ سے پناہ مانگتا وں۔

کتاب " صحیح بخاری" میں ایک دوسرے طریقہ سے بھی یہ حدیث ذکر وئی ہے۔[1]

جناب عمار یاسر کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی پیشن ئیں کے اثرات

جناب مار یاسر کی شہادت ، ان کے اور جس گروہ میں وہ وں ،اس کے پر ونے کے بارے میں رسول اکرم(ص) کی پیشگوئی کو اس قدر شہرت ملی ۔ یہ جنگ صفین میں شام کے لشکرپر بہت اثرانداز وئی ۔یہاں تک ۔ جنگ صفین میں بعید نہیں تھا ۔ ایک بڑی تبدیلی رونما و جائے اور ان کی راہ میں مانع و جائے۔یاشامی معاویہ کے اطراف سے منتشر و کر امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے لشکر سے ملحق و جاتے!لیکن معاویہ اور مرو عاص کی مکاریاں اور شامیوں کی سادہ لوحی سبب بنی ۔ انہوں نے اسی طرح اپنے باطل راستہ کو جاری رکھا۔

ہم نے جو کہا وہ ایک ایسی حقیقت ہے جس کی بعض اہلسنت بزرگوں جیسے ابن ابی الحدید نے بھی تصریح کی ہے۔

اب ہم ان کی عبارت نقل کرتے ہیں اور پھر ہم اس کا تجزیہ و تحلیل کریں گے:

----

[1]۔ اعلام نصر مبین ، در داوری میان اہل صفین: ٦٦

ابن ابی الحدید معتزلی نے اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ میں کہا ہے: ایک دن امیر المؤمنین علی علیہ السلام (جنگ صفین کے دوران) قبیلۂ ہمدان کے چند لوگوں، حمیر اور چند قحطیوں کے درمیان کھڑے تھے۔اسی دوران شامیوں میں سے ایک شخص نے بلند آواز سے کہا:کون ابونوح حمیری کی طرف میری رہنمائی کرے گا؟

ایک شخص نے اس سے کہا:وہ یہیں ہیں، تمہیں کیا چاہئے؟

اس وقت ایک شامی شخص نے جوامام علی علیہ السلام کے محاذ کے نزدیک تھا،اس نے اپنا نقاب ہٹایاتو پتہ چلا کہ وہ ذوالکلاع حمیری ہے کہ جس کے ساتھ اس کی قوم کا ایک گروہ بھی تھا۔

ذوالکلاع حمیری نے ابونوح حمیری (جو اس کا چچا زاد بھائی تھا) سے کہا: میرے ساتھ آؤ۔

اس نے پوچھا: کہاں آؤں؟

اس نے کہا:اس صف سے باہر چلے جائیں۔

پوچھا:تمہیں کیا کام ہے؟

اس نے کہا: مجھے تمہاری ضرورت ہے...بالآخر ذوالکلاع نے اپنے چچا کے بیٹے ابونوح سے عہد و پیمان کیا کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا۔ ابونوح ، ذوالکلاع کے ساتھ جنگ کی صفوں سے باہر نکل آئے اور پھر ذوالکلاع نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ تم سے رسول خدا(ص) کی ایک حدیث کے بارے میں پوچھوں اور وہ حدیث یہ ہے:

عمروعاص نے عمر کی خلافت کے زمانے میں کئی مرتبہ کہا ہے اور اب بھی میں نے اس سے پوچھا ہے،اور اس نے پھرپھر بھی یہی کہا اور وہ کہتا ہے:میں نے رسول خدا(ص) سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا:

شام اور عراق کے لوگ جنگ کریں گے ،امام برحق ان لشکروں میں سے کسی ایک لشکر میں ہوں گے اور عمار یاسر بھی انھی کے ساتھ ہوں گے۔

ابونوح نے کہا:جی ہاں؛یہ صحیح ہے۔خدا کی قسم ؛ عمار یاسر ہمارے درمیان ہیں۔

ذوالکلاع نے کہا: تمہیں خدا کی قسم دیتا وں؛کیا مار ہمارے ساتھ جنگ کرنے میں سنجیدہ ہیں؟

ابونوح نے کہا:ہاں،رب کعبہ کی قسم؛وہ تمہارے ساتھ جنگ کرنے میں مجھ سے زیادہ سنجیدہ ہیں جب کہ میں یہ پسند کرتا وں کہ کاش تم سب ایک ہی جسم وتے اور میں اس ایک جسم کو قتل کر دیتا اور دوسرں کو قتل کرنے سے پہلے تمہیں قتل کرتا ،باوجود اس کے کہ تو میرے چچا کا بیٹا ہے!

ذوالکلاع نے کہا:افسوس ہے تم پر!میرے بارے میں تمہاری ایسی خواہش کیوں ہے؟حالانکہ خدا کی قسم! میں تمہیں اور اپنے رشتہ کو کبھی نہیں بھولا اور تم میرے قریبی رشتہ دار و اور تمہیں قتل کرنے سے مجھے کبھی بھی خوشی نہیں و گی۔

ابونوح نے کہا: خداوند نے اسلام کے ذریعہ بہت سے قریبی رشتوں کو ختم کر دیا ہے اور بہت سے دور کے رشتوں کو قریب کر دیا ہے۔میں تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کا قاتل وں،کیونکہ ہم حق پر ہیں اور تم باطل پر۔

ذوالکلاع نے کہا: کیا تم میرے ساتھ شام کے لشکر میں آسکتے و اور میں ان سے تمہاری حفاظت کروں گا اور تم میری پناہ میں و گے تا کہ عمرو عاص سے ملیں اور اسے مار کے احوال اور ہمارے خلاف جنگ میں ان کی سنجیدہ کوششوں سے آگاہ کریں؟شاید اس طرح ان دونوں لشکروں کے درمیان صلح قائم و جائے؟

پھر ابن ابی الحدید کہتے ہیں: حیرت کی بات ہے جو قوم مار کے وجود کی وجہ سے اپنے کام میں شک میں مبتلا و گئی لیکن امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے وتے وئے بھی وہ اس شک و تردید کا شکار نہیں وئے اور یہ استدلال کرتے ہیںچونکہ مار عراقیوں کے ساتھ ہیں پس حق انہی کے ساتھ ہے لیکن انہوں نے امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے بلند مقام و مرتبہ کا کوئی خیال نہیں کیا،اور وہ مار کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کے اس فرمان"تجھے سرکش اور ظالم و ستمگر گروہ قتل کرے گا" سے تو ڈرتے ہیں اور اس سے پرہیز کرتے ہیں لیکن انہیں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے بارے رسول خدا(ص) کی اس حدیث "خدایا!تو سے دوست رکھ جو اسے(علی علیہ السلام) کو دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو اس سے دشمنی رکھے" اور اسی طرح دوسری حدیث کہ جس میں آپ نے فرمایا:" مؤمن کے سوا کوئیتم سے محبت نہیں کرے گا اور منافق کے علاوہ کوئی تجھ سے دشمنی نہیں کرے گا"سے کوئی خوف نہیں تھا!

یہ وضوع ہیں اس نتیجہ تک پہنچتا ہے ۔ قریش کے تمام افراد ابتداء ہی سے امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے نام، آپ کے فضائل کا ذکر اور آپ کی خصائص حسنہ چھپانے کے لئے کوشاں رہے یہاں تک ۔ آنحضرت کی بہت کم فضیلتوں کے علاوہ ۔ باقی ب لوگوں کے سینہ سے محو و گئیں۔

بہرحال،ذوالکلاع اور اس کے چچا کا بیٹا ابونوح مرو عاص کی طرف روانہ وئے اور انہوں نے اسے معاویہ کے خیمہ میں دیکھا جب ۔ مرو عاص کا بیٹا عبداللہ لوگوں کو جنگ کی ترغیب و تشویق دلا رہا تھا۔

جونہی ذوالکلاع نے مرو عاص کو دیکھا تو کہا:اے ابوعبداللہ!کیا تم چاہتے و ۔ ایک خیرخواہ اور عقلمند شخص تمہیں عمار یاسر کے بارے میں بتائے اور جھوٹ نہ بولے؟

مرو نے کہا: وہ شخص کون ہے؟

کہا: وہ میرے چچا کا بیٹا ہے اور کوفہ کے لوگوں میں سے ہے۔

جب وہ ایک دوسرے کے پاس آئے تو مرو عاص نے ابونوح سے کہا:میں تمہارے چہرے پر ابوتراب(علی علیہ السلام) کے نشان دیکھ رہا وں۔

ابونوح نے کہا: ہاں؛ پیغمبر اکرم(ص) اور آپ کے اصحاب کے چہرے کی نورانیت میرے چہرے پر ہے حالانکہ تمہارے چہرے پر ابوجہل اور فرعون کے چہرے کی سیاہی وتیرگی کے نشان ہیں۔

اسی وقت مرو عاص کے ساتھیوں میں سے ایک شخص اٹھا ۔ وہ ابونوح پر حملہ کرے ،لیکن ذوالکلاع اس کی راہ میں حائل و گیا۔

آخر کا مروعاص نے پوچھا: اے ابونوح؛تجھے خدا کی قسم ۔ جھوٹ نہ بولنا؛کیا عمار یاسر تم لوگوں کے درمیان ہیں؟ ابونوح نے کہا:میں تمہیں تب تک نہیں بتاؤں گا ۔ جب تک تم یہ نہ بتاؤ ۔ تم نے کس لئے صرف عمار کے بارے میں پوچھا حالانکہ پیغمبر اکرم(ص) کے دیگر اصحاب بھی ہمارے ساتھ ہیں اور ب تمہارے خلاف جنگ لڑ رہے ہیں؟

مرو نے کہا:چونکہ میں نے پیغمبر اکرم(ص) سے۔ ا ہے ، آپ نے فرمایا:

بیشک مار کو ظالم و ستمگر گروہ قتل کرے گااور مارہرگز ح سے۔ ہرا نہیں وں گے اور(جہنم کی) آگ مار کو چھو بھی نہیں کے گی۔

ابونوح نے کہا: "لااله الاَّاللّٰه"، "اللّٰه أكبر"! اور پھر فرمایا:خدا کی قسم؛وہ ہمارے درمیان ہیں اور تمہارے خلاف جنگ کر نے میں مصروف ہیں۔

مرو عاص نے کہا:اے ابونوح؛ تجھے خدائے واحد کی قسم! کیا وہ ہمارے ساتھ جنگ کرنے میں سنجیدہ ہیں؟

کہا: ہاں، خدائے واحد کی قسم!حتی ، انہوں(مار یاسر) نے جنگ ج ل میں مجھ سے کہا:ہم بصرہ کے لوگوں پر کامیاب وں گے،اور وہ کل بھی کہہ رہے تھے:اگر معاویہ کا لشکر ہم پر ایسا وار کرے اور ہمیں ہجر کے نخلی ، یک پیچھے ڈھکیل تو پھر بھی ہم یہ جانتے ہیں ، ہم ح پر ہیں اور وہ با ل پر ہیں اور ہمارے قتل ونے والے افراد جنت میں اور ان کے مارے جانے والے افراد جہنم میں جائیں گے۔

مرو نے کہا:کیا تم مار سے میری ملاقات کروا سکتے و؟

کہا:ہاں۔

اس طرح مرو عاص،اس کے دوبیٹے،معاویہ کا بھائی عتبہ،ذوالکلاع،ابوا عور سمی،حوشب اور ولید بن عقبہ سوار وئے تا ، مار سے ملاقات کر سکیں۔دوسری طرف ابونوح،شرجیلبن ذوالکلاع (جو معاویہ کے سپاہیوں سے بچانے کے لئے ابونوح کے محافظ تھے) کے ساتھ مار کے پاس جانے کے لئے وانہ وئے۔

اسی دوران مار یاسر،مالک اشترہاشم،بدیل بن ورقاء کے دوبیٹے، خالد بن معمر،عبداللہ بن حجل اور عبداللہ بن عباس کے ساتھ ایک جگہ بیٹھے وئے تھے۔

ابونوح نے اپنے چچاکے بیٹے ذوالکلاع کا سارا ماجرا مار سے بیان کیا۔ مار نے کہا:اس(مرو عاص)نے سچ کہا ہے اوراس نے یہ

وجہ بات (حدیث پیغمبر اکرم(ص)) سنی ہے ،یہ اس کے لئے نقصان دہ ہے اور اس میں اس کے لئے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

ابونوح نے کہا: اب مرو عاص آپ سے ملنا چاہتا ہے۔

مار یاسر نے اپنے ساتھیوں سے کہا:سوار وجاؤ،وہ اپنے گھوڑوں پر سوار وگئے اور ملاقات کے مقام کی طرف روانہ و گئے۔

بالآخر رسول خدا(ص) کے بزرگ صحابی جناب مار اپنے بارہ ساتھیوں کے ساتھ معین جگہ پہنچے اور انہوں نے مرو عاص سے ملاقات کی جب کہ اس کے ساتھ بھی اس کے تقریباً اتنے ہی ساتھی تھے۔اور وہ ایک دوسرے سے اتنے قریب وئے کہ ان کے گھوڑوں کی گردنیں آپس میں ملنے لگیں۔

ابن ابی الحدید کے مطابق دونوں گروہ گھوڑوں سے اتر آئے جب کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں میں تلواریں پکڑی وئی تھیں۔ مرو عاص نے کلمۂ شہادت پڑھنا شروع کیا۔

جناب مار نے اس سے کہا:خاموش و جاؤ! کہ تم نے اسے چھوڑ دیا ہے ،حلانکہ میں تم سے زیادہ اس کے لائق وں۔اگر تم لڑنا اور دشمنی کرنا چاہتے وں تو ہمارا تمہارے باطل کو ختم کر دے گا اور اگر تم بات کرنا چاہتے و تو ہم اچھی اور شائستہ باتیں کرنا تم سے بہتر جانتے ہیں۔اگر تم چاہتے و کہ تمہاری اطلاع کے لئے کوئی ایسی بات کہوں کہ جو تجھے اور ہمیں کر دے اور جو تمہیں تمہاری جگہ سے اٹھنے سے پہلے کفر سے منسوب کر دے اور تم خود بھی اس کے صحیح ونے کی گواہی دو اور اس بارے میں مجھے جھٹلا بھی نہ پاؤ؟

مرو عاص نے کہا:اے ابایقظان (مار یاسر)! میں اس مقصد سے نہیں آیا بلکہ اس لئے آیا وں کہ میں یہ دیکھوں کہ تم اس لشکر (لشکرامیر المؤمنین علی علیہ السلام) ب سے زیادہ اطاعت گذار و۔تمہیں خدا کی قسم دیتا وں کہ ان کے اسلحوں کو قتل کرنے سے روکو اور ان کے خون کی حفاظت کرو اور اس بارے میں ان کی تشویق کرو اور انہیں ترغیب دلاؤ۔کس لئے ہم سے جنگ کر رہے و؟کیا ہم ایک خدا کی عبادت نہیں کرتے؟ کیا ہم تمہارے قبیلہ کی طرف رخ کرکے نماز ادا نہیں کرتے اور

کیا اسی چیز کی دعوت نہیں دیتے ہ جس کی تم دعوت دیتے ہو،اور کیا تمہاری کتاب کی تلاوت نہیں کرتے اور کیا ہم تمہارے پیغمبر پر ایمان نہیں رکھتے؟

مار نے کہا:اس خدا کا شکر ہے ہ جس نے تمہارے منہ سے یہ باتیں جاری کیں۔ہاں؛یہ سب میرے اور میرے ساتھیوں کا ہے؛قبلہ،دین،خدا کی عبادت،پیغمبراور کتاب کا تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اس خدا کا شکر ہ جس نے تمہیں ہمارے لئے ایسا اقرار کرنے پر مجبور کیا اور تمہیں گمراہ اور گمراہ کرنے والا اندھا دل قرار دیا ہے۔

اب میں تمہیں بتاتا ہوں ہ ہم تم سے اور تیرے ساتھیوں سے کیوں جنگ کر رہے ہیں: بیشک رسول خدا(ص)نے مجھے حکم دیا ہ ناکثین(جو ل کے ہد و پیمان توڑنے والے)سے جنگ کروں لہذا میں نے ایسا ہی کیا ۔اور فرمایا:قاسطین(ظالموں اور ستمگروں) سے جنگ کروں اور تم لوگ وہی ہو۔ لیکن میں مارقین(دین سے خارج ہونے والے نہروان کے خوارج) کے بارے میں نہیں جانتا ہ کیا میں ان کے زمانے تک رہوں گا یا نہیں؟

اے دم بریدہ ابتر؛کیا تم نہیں جانتے ہ پیغمبر(ص) نے فرمایا تھا:

جس کا میں مولا ہوں علی علیہ السلام اس کے مولا ہیں۔خدایا!اسے دوست رکھ جو انہیں دوست رکھے اور اسے دشمن رکھ جو انہیں دشمن رکھے؟

میں خدا اور رسول خدا(ص) کو دوست رکھتا ہوں اور ان کے بعد امیر المؤمنین علی علیہ السلام کا دوست و محب ہوں۔

مرو نے کہا:اے ابو یقظان؛تم مجھے برا بھلا کیوں کہہ رہے ہو حلانکہ میں میں نے تمہیں بالکل برا بھلا نہیں کہا ہے؟

مار نے کہا:تم مجھے کس چیز کی وجہ سے برا بھلا کہوگے؟کیا تم یہ کہہ سکتے ہو ہ میں نے حتی ایک دن بھی خدا اور خدا کے رسول (ص)کے حکم سے منہ پھیرا؟

مرو عاص نے کہا:ان کے علاوہ تم میںبھی برائیاں اور پستیاںنہیں!

مار نے کہا:بزرگ اور محترم وہی ہے جسے خدا نے محترم قرار دیا ہے۔میں پست تھا خدا نے مجھے بزرگی عطا کی ،میں غلام تھا خدا نے مجھے آزاد کیا،میں ناتواں تھا خدا نے مجھےطاقتور کیا،میں بینوا تھا خدا نے مجھےبینائی عطا کی۔

مرو عاص نے کہا: قتل عثمان کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

مار نے کہا:اس نے تم لوگوں کے لئے تمام برائیوں کا دروازہ کھول دیا۔

مرو نے کہا:اور پھر علی (علیہ السلام) نے اسے قتل کردیا۔

مار نے کہا:خداوند نے اسے قتل کیا جو امیر المؤمنین علی علیہ السلام کا پروردگار ہے اور علی علیہ السلام اس کے ساتھ تھے۔

مرو نے کہا: تم بھی ان کے ساتھ تھے ، جب اسے قتل کیا گیا۔

مار نے کہا:ہاں؛ میں ان کے ساتھ تھا جنہوںنے اسے قتل کیا اور آج بھی ان کے ساتھ جنگ کر رہا وں۔

پھر مروعاص نے پوچھا:تم لوگوں نے عثمان کو کیوں قتل کیا؟

مار نے کہا:وہ ہمارے دین کو تبدیل کرنا چاہتا تھا لہذا ہم نے اسے قتل کردیا۔

مرو نے اپنے ساتھیوں سے خطاب کیا:کیا تم لوگ نہیں سن رہے؟یہ تمہارے امام کو قتل کرنے کا اعتراف کر رہا ہے۔

مار نے کہا:تمہاری یہ بات تم سے پہلے فرعون نے اپنی قوم سے کہی تھی:" ،کیا تم نہیں سن رہے و"۔[1]

اس وقت شامی اٹھے اور شور وغل کرتے وئے اپنے گھوڑوں پر سوار و گئے اور واپس چلے گئے۔ مار بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اپنے محاذ کی طرف واپس آگئے۔

جب اس گفتگو کی خبر معاویہ تک پہنچی تو اس نے کہا:ہاں؛اگرسیاہ غلام (مار یاسر)اعراب کو للکارے تو وہ یہ جان لے ، حتمی طور پہ نابود و جائے گا۔

جب مار عراق کے محاذ کے قریب وئے تو انہوں نے ہاشم بن عتبہ اور اپنے دوسرے ساتھیوں کے ساتھ شام کے محاذ پر حملہ کیا اور اس قدر جنگ کی ، آخرکار شہید و گئے۔

----

[۱]۔ سورہ شعراء کی ۲۵ویں آیت کا حصہ ۔ تفسیر ابوالفتوح رازی:ج ۸ ص۳۳۳ چاپ شعرانی

مؤرخین کہتے ہیں: عمار یاسر نے شہادت سے چند لمحات پہلے پیاس کی شدت کی وجہ سے پانی کا تقاضا کیااور اس دوران عمار کا غلام راشن ایک پہنچا اور دودھ پلا کر انہیں سیراب کیا۔ رسول خدا(ص) نے پہلے ہی عمار سے فرمایا تھا:

تمہاری شہادت سے پہلے تمہاری آخری غذا دودھ ہو گا۔

ابوالمعاویہ کے نیزہ سے عمار یاسر زمین پر گرے اور ابن حوی نے آپ کا سر تن سے جدا کیا تا کہ معاویہ کے پاس لیجا کر اس سے اپنا انعام وصول کرے۔

دوسری طرف ذوالکلاع عمار اور عمروعاص کی گفتگو سے رانجیدہ ہوا اور وہ اسی طرح رسول خدا(ص) کی پیشنگوئی کی فکر میں تھا لیکن عمرو عاص اسے تسلی دیتا تھااور کہتا تھا:جلد ہی تم یہ دیکھ لو گے کہ عمار، ابوتراب(علی علیہ السلام)سے الگ ہوکر ہمارے ساتھ ملحق ہوجائے گا!

ابن ابی الحدید کے قول کے مطابق جس دن عمار یاسر شہید ہوئے ،ذوالکلاع بھی امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے ساتھیوں کے ہاتھوں قتل ہو گیا،لہذا عمرو عاص معاویہ سے کہہ رہا تھا:خدا کی قسم؛میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کس کے قتل ہونے پر زیادہ خوشی مناؤں ۔ اگر عمار کے قتل ہونے کے بعد ذوالکلاع زندہ رہتا تو یقیناً وہ اپنے ساتھیوں کو ہم سے جدا کرلیتا اور علی (علیہ السلام) سے ملحق ہو جاتا اور ہمارا کام خراب کر دیتا۔

مؤرخین کہتے ہیں: چند لوگ معاویہ کے پاس آ کر کہتے تھے کہ انہوں نے عمار کو قتل کیا ہے تا کہ اس سے انعام لے سکیں۔

معاویہ نے ان سے پوچھا: عمار اپنی زندگی کے آخرین لمحات میں کیا کہہ رہے تھے؟

وہ اس کا صحیح جواب نہ دے سکے یہاں تک کہ حوی آیا اور اس نے کہا:میں نے عمار کو قتل کیا ہے۔

عمرو عاص نے اس سے کہا: عمار کی آخری بات کیا تھی؟

ابن حوی نے کہا:میں نے سنا کہ وہ کہہ رہے تھے: آج میں رسول خدا(ص) کے گرانقدر دوستوں اور ان کے گروہ سے ملاقات کروں گا۔

مرو نے کہا: سچ کہہ رہے و، تم ہی اس کے قاتل و۔ خدا کی قسم؛ تمہیں کوئی چیز بھی حاصل نہیں وئی اور تم نے ۔رف خدا کو ناراض کیا ہے۔

مؤرخین حذیفہ بن الیمان۔صاحب سر پیغمبر (ص)۔سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نے نا کہ پیغمبر خدا (ص) فرماتے تھے:

سمیہ کا بیٹا (مار یاسر) کبھی بھی دو کاموں کے درمیان مخیر نہیں و گا مگر یہ کہ وہ صحیح کام کا انتخاب کرے گا؛ اس کے ساتھ ر واور اس کی رائے پر ل کرو۔[1]

رسول اکرم (ص) کی جناب مار یاسر کے بارے میں بیان کی گئی پیشگوئیوں کو دیکھتے وئے (کہ جو بہت سے لوگوں میں پھیل چکی تھیں) مار کی شہادت کے بعد شام کے محاذ پر اختلافات پیدا و گئے اور بلا فاصلہ معاویہ (کہ جو مکار فریبی اور جھوٹا تھا) نے کہا: ہم نے مار کو قتل نہیں کیا بلکہ اس نے قتل کیا ہے کہ جو انہیں محاذ پر لے کر آئے تھے یعنی علی علیہ السلام!!

معاویہ کی یہ باتیں شام کے نادان اور جلد یقین کرلینے والے لوگوں پر اثر انداز وئیں اور جس کی وجہ سے مزید گفتگو نہ و سکی۔

اگرچہ معاویہ کے لشکر میں سے پ لوگ جیسے عبداللہ بن سوید جناب مار کی شہادت کے بعد امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے لشکر سے ملحق و گئے ۔

اس وقت معاویہ مرو عاص پر بہت ناراض وا اور اس نے کہا: تم نے شام کے لوگوں کو میرے لئے تباہ کر دیا ہے، تم نے پیغمبر (ص) سے جو پ بھی نا کیا وہ کہنا ضروری تھا؟

مرو نے کہا: مجھے علم غیب نہیں تھا کہ یہ جنگ پیش آئے گی اور مار ہمارے خلاف جنگ میں شریک و ں گے ؛ اور تم نے تو یہ باتیں خود بھی بیان کی ہیں۔

----

[1] ۔ مذکورہ حدیث کتاب "واقعہ صفین نصر" اور "الاستیعاب" ابن عبدالبر میں اسی معنی میں ذکر وئی ہے لیکن اس کے کلمات پ مختلف ہیں.

معاویہ اور مرو عاص کے درمیان پ کشیدگی کے بعد وہ دونوں ایک دوسرے سے اگ و گئے۔[1]ابن ابی الرید نے یہ واقعہ دوسری طرح بھی نقل کیا ہے جسے ہم بیان کرتے ہیں:

ابن ابی الرید کہتے ہیں:نصر نے کہا: مرو بن شمر نے ہم سے نقل کیا ہے ۔ گھوڑ سوار جنگ کے لئے باہر نکلے اورانہوں نے ایک دوسرے کے سامنے صف بستہ وگئے اور لوگ جنگ اور حملہ کے لئے تیار و گئے۔ مار ۔ جن کے جسم پر سفید زرہ تھی، انہوں نے کہا:اے لوگو؛ جنت کی طرف جانے میں جلدی کرو اور آگے بڑھو۔

لوگوں نے اتنی شدید جنگ کی ۔ سننے والوں نے اس جیسی کی جنگ کے بارے میں نہیں تھا اور قتل ہونے والوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی ۔ ہر کسی نے خیموں کی رسیاں قتل ونے والوں کے ہاتھوں یا پاؤں کے ساتھ بندھی وئیں تھیں۔اس کے بعد اشعث نے نقل کیا ہے ۔ میں نے صفین کے خیموں کو دیکھا،کوئی ایسا خیمہ نہیں تھا ۔ جس کی رسی قتل ونے والے کے ہاتھ یا پاؤں کے ساتھ نہ بندھی و۔

نصر کہتے ہیں:ابوسماک اسدی نے پانی کی ایک مشک اور لوہے کا چاقو اٹھایا اور مقتولین اور زخمیوں کے درمیان چلے گئے؛جب بھی وہ کسی زخمی کے پاس پہنچتے اور دیکھتے تھے ۔ اس میں ابھی پ سانسیں باقی ہیں تو وہ اسے بٹھاتے اور اس سے پوچھتے: امیر المؤمنین کون ہیں؟اگر وہ کہتا :علی (علیہ السلام)امیر المؤمنین ہیں تو وہ اس کے چہرے کا خون صاف کرتے اور اسے پانی پلاتے اور اگر وہ خاموش رہ جاتا تو اس کے گلے پر چاقو چلا دیتے تا ۔ وہ مر جائے اور اسے پانی بھی نہیں دیتے تھے۔

نصر کہتے ہیں: مرو بن شمر نے جابر کے قول سے ہمارے لئےروایت کی ہے ۔ اس نے کہا ہے: میں نے شعبی کہتے تھے:احنف بن قیس نے روایت کی ہے اور کہا ہے:خدا کی قسم؛میں مار بن یاسر کے ساتھ تھا ،میرے اور ان کے درمیان قبیلہ بنی الشعیراء کے رف ایک آدمی کا فاصلہ تھا،ہم آگے بڑے اور ہاشم بن عتبہ تک پہنچ گئے۔

مار نے ہاشم سے کہا:میرے ماں باپ تم پر قربان جائیں؛جلدی حملہ کرو۔

----

[1]۔ اعجاز پیغمبر اعظم(ص) در پیشگوئی از حوادث آئندہ: ۳۵۱

انہوں نے کہا:اے ابویقظان؛خدا تم پر رحمت کرے ؛تم ایسے شؑ و ہ جو جنگ میں سبکبار و اور تم نیہ یشہ جنگ کو بہت ہلکا اور سادہ سمجھا ہے لیکن میںاس پرچم کے ساتھ آگے بڑھوں اور حملہ کروں اور مجھے امید ہے ہ میں دقّت او وشمندی و چالاکی سے اپنے ہدف و مقصد تک پہنچ جاؤں گا اور اگر میں سستی کروں تو میں نابودی اور خطرے سے محفوظ نہیں رہوں گا۔

اس دن معاویہ نے مرو عاص سے کہا تھا:اے وای و تمؑ پر؛آج بھی ان کا پرچم ہاشم کے ہاتھوں میں ہے اور وہ اس سے پہلے بھی ختت اور تیزی سے حملہ کرتا تھااور اگر آج اس نے تامل سے حملہ کیا تو یہ شام کے لوگوں کے لئے ایک لمبا اور سخت دن و گا لیکن اگر اس نے اپنے ساتھیوں کے ایک گروہ کے ساتھ حملہ کیا تو مجھے امید ہے ہ ہم انہیں ایک دوسرے سے الگ کر کے ان کا محاصرہ کر سکتے و۔

جناب مار اسی طرح حملہ کرنے کے لئے ہاشم کی تشویق کر رہے تھےور ہ بالآخر انہوں نے حملہ کر دیا۔ معاویہ جو ہ بہت وشیار تھا اور دور سے ان کا حملہ دیکھ رہا تھا، اس نے اپنے پ بہادر ساتھیوں کو ان کی طرف بھیجا ہ جو بہادری اور بے باکی میں شہور تھے۔ عبداللہ بن مرو عاص بھی اسی گروہ کے ساتھ تھا اور اس دن اس کے پاس دوتلواریں تھیں ، ایک تلوار اس نے لٹکائی وئی تھی اور دوسری سے وار کر رہا تھا۔اسی دوران علی علیہ السلام کے سواروں نے عبداللہ بن مرو کو گھیر لیا ۔ مرو عاص نے چیخنا چلانا شروع کیا ہ : اے خدائے رحمن ؛ میرا بیٹا، میرا بیٹا۔

معاویہ نے کہا: صبر کرو اس کے لئے کوئی خوف نہیں ہے۔

مرو نے کہا:اے معاویہ! اگر تمہارا بیٹا یزید اس حال میں ہوتا تو کیا تم صبر کرتے؟

لیکن شام کے سپاہیوں اور ان کے بہادروں نے عبداللہ بن مرو کا ایسا دفاع کیا ہ اسے لے گئے جب ہ وہ گھوڑے پر سوار تھا (اور اسی طرح اس کے ساتھی بھی فرار و گئے اورہاشم اس معرکہ میں زخمی و گئے)۔

نصر کہتے ہیں: مر بن سعد نے ہمارے لئے بیان کیا ہے ہ مار بن یاسر اس دن قتل و گئے اور میدان جنگ میں گر گئے ۔انہوں نے جونہی مرو عاص کے پرچم کی طرف دیکھا تو کہا:خدا کی قسم!یہ وہ پرچم ہے ہ جس کے خلاف میں نے تین مرتبہ جنگ کی ہے اور اس جنگ میں بھی اس کا ہدف ان تین سے صحیح نہیں ہے اور پھر یہ اشعار پڑے:

جس طرح ہم نے پہلے بھی تم سے تنزیل قرآن کے بارے میں جنگ کی اور تم پر وار کیا اور اب ہم تاویل قرآن کے بارے میں تم سے جنگ کر رہے ہیں اور تم پر وار کر رہے ہیں؛ایسا وار کہ جو سر کو بدن اور دوست کو دوست سے جدا کردے تاکہ حق اپنے اصلی راستہ پر واپس چلا جائے۔

عمار کہ جو بہت زیادہ پیاسے تھے،انہوں نے اس دوران پانی طلب کیا۔ایک لمبے قد کی عورت ان کے پاس گئی اور میں یہ نہیں سمجھ پایا کہ اس کے پاس جو مشک تھی کیا اس میں پانی تھا یا دودھ،اس نے وہ عمار کو دیا،جیسے ہی عمار نے وہ پیا تو کہا:جنت نیزوں کے نشانوں کے نیچے ہے۔آج میں محمد(ص) کے گرانقدر دوستوں اور ان کے گروہ سے ملاقات کروں گا۔خدا کی قسم؛اگر وہ ہم پر ایسا وار کریں کہ ہمیں ہجر کے نخلستان تک پیچھے ڈھکیل دیں تو پھر بھی ہم یہ جانتے ہیں کہ ہم حق پر ہیں اور وہ باطل پر ہیں۔پھر انہوں نے حملہ کیا۔ابن حوی سکسکی اور ابوالعادیہ نے بھی ان پر حملہ کیا۔ابوالعادیہ نے عمار کو نیزہ مارا اور ابن حوی نے عمار کا سر بدن سے جدا کیا۔

ذوالکلاع نے بارہا عمرو عاص سے سنا تھا کہ وہ کہتا تھا:پیغمبر(ص) نے عمار سے فرمایا ہے:

تجھے سرکش اور ظالم وستمگر گروہ قتل کرے گا اورتم آخر میں جو چیز پیو گے وہ پانی سے ملا ہوا دودھ کا گھونٹ ہو گا۔

ذوالکلاع نے عمروعاص سے کہا:اے وای ہو تجھ پر؛ہم جو دیکھ رہے ہیں یہ کیا ہے؟

عمرو نے کہا: عمار جلد ہی ہمارے پاس آجائیں گے اور ابوتراب سے الگ ہو جائیں گے۔

یہ عمار کے قتل ہونے سے پہلے تھا اور پھر جس دن عمار شہید ہوئے اسی دن ذوالکلاع بھی مارا گیا۔

عمروعاص نے معاویہ سے کہا:خدا کی قسم؛میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کس کے قتل ہونے پر زیادہ خوشی مناؤں۔اور خدا کی قسم؛ اگر عمار کے قتل ہونے کے بعد ذوالکلاع زندہ رہتا تو وہ اپنی پوری قوم کے ساتھ علی (علیہ السلام) سے ملحق ہو جاتا اور ہمارا کام خراب کر دیتا۔

نصر کہتے ہیں: مر بن سعد نے ہمارے لئے نقل کیا ہے ہ پ لوگ معاویہ اور مرو عاص کے پاس آتے تھے اور کہتے تھے: میں نے مار کو قتل کیا ہے۔ مرو نے ان میں سے ہر ایک سے پوچھا : مار کیا کہہ رہے تھے؟وہ اس کا جواب نہیں دے پائے ۔ بالآخر ابن حوی آیا اور اس نے کہا: میں نے مار کو قتل کیا ہے؟

مرو نے اس سے کہا: مار نے آخر میں کیا بت کی تھی؟

اس نے کہا: میں نے سنا ، وہ کہہ رہے تھے: آج میں محمد (ص) کے گرانقدر دوستوں اور ان کے گروہ سے ملاقات کروں گا۔

مرو نے کہا: تم سچ کہہ رہے وتم ہی مار کے قاتل و۔ خدا کی قسم؛ تمہیں خدا کی ناراضگی کے سوا کوئی چیز حاصل نہیں وئی۔

نصر کہتے ہیں: مرو بن شمر نے ہمارے لئے اسماعیل سدی سے اورعبدخیر ہمدانی سے نقل کیا ہے ۔ انہوں نے کہا ہے: میں نے صفین کے ایک دن دیکھا ، مار بن یاسر تیر لگنے کی وجہ سے بے وش و گئے اور ظہر ،عصر،مغرب،عشاء اور صبح کی نمازیں نہ پڑھ کے ۔ پھر جب وہ وش میں آئے تو انہوں نے اپنی نمازیں قضا کیں اور ترتیب سے اپنی قضا ونے والی نمازیں پڑھنا شروع کیں اور آخری پر نماز تمام کر دی۔

نصر کہتے ہیں: مرو بن شمر نے سدی اور ابوحریث سے ہمارے لئے نقل کیا ہے ، وہ کہتے تھے: جس دن مار قتل وئے ، ان کا غلام راشد ان کے لئے دودھ کا ایک گھونٹ لے کر آیا۔ مار نے کہا: بیشک میں نے اپنے دوست رسول خدا(ص) سے سنا ہے ، آپ نے فرمایا: دنیا میں سے تمہارا آخری توشہ دودھ کا ایک گھونٹ ہے۔

نصر کہتے ہیں: مر بن شمر نے سدی سے روایت کی ہے ، اس نے کہا: جنگ صفین میں دو افراد کے درمیان اس بارے میں اختلاف و گیا ، ان میں سے کس نے مار کو قتل کیا ہے تا ، ان کا لباس اور ان کا اسلحہ لے سکیں، وہ دونوں مرو عاص کے پاس آئے۔

اس نے کہا:وای و تم پر؛میرے۔پاس سے چلے جاؤ ۔ پیغمبر(ص) نے فرمایا:

قریش کو مار سے کیا کام ۔ وہ انہیں جنت کی طرف دعوت دیتے ہیں اور وہ لوگ انہیں دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔انہیں قتل کرنے والا،ان کا لباس اور اسلحہ اتارنے والا جہنمی ہیں۔

سدی نے کہا ہے:مجھے یک خبر پہنچی ہے ۔ جب معاویہ نے یہ بات سنی تو اس نے شامیوں کو دھوکہ دینے کے لئے کہا:انہیں اس نے قتل کیا ہے ۔ جو انہیں اپنے ساتھ جنگ پر لے کر آیا!

نصر کہتا ہے: مرو نے جابر،ابوزبیر سے میرے لئے نقل کیا ہے ۔ اس نے کہا ہے:قبیلۂ جہینہ کا ایک گروہ حذیفۃ بن الیمان کے پاس آیا اور ان سے کہا:اے ابوعبداللہ،پیغمبر خدا (ص) نے خدا سے سوال کیا ۔ ان کی امت سرداں نہ رہے اور ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور انہوں نے دعا کی ۔ ان کی امت ایک دوسرے کو ہراساں نہ کرے اوران کا آپس میں اختلاف نہ ہو،اور یہ واقع نہ ہوئی۔

حذیفہ نے کہا:میں نے سنا ہے ۔ پیغمبر (ص) نے فرمایا:

سمیہ کا بیٹا(یعنی مار یاسر)ہرگز دوکاموں میں مخیر نہیں ہوں گے مگر یہ ۔ صحیح کام کا انتخاب کریں ہمیشہ ان کی رائے پر عمل کرو۔

نصر کہتے ہیں: مر بن شمر نےہمارے لئے نقل کیا ہے ۔ مار نے اس دن شامیوں کی صفوں پر حملہ کیا اور انہوں نے یوں رجز پڑھا:رب کعبہ کی قسم؛میں ہرگز اپنی جگہ سے نہیں ہلوں گا مگر یہ ۔ قتل ہو جاؤں،یا جو میں دیکھنا چاہتا ہوں ، وہ دیکھ لوں۔میں ہمیشہ اپنی پوری زندگی علی علیہ السلام، پیغمبر(ص) کے داماد، امانتدار اور عہد کی وفا کرنے والے کی پاسداری اور حمایت کروں گا۔ نصر کہتے ہیں:عبداللہ بن سوید حمیری(جو ذوالکلاع کے خاندان میں سے تھا) نے اس سے کہا:تم نے مار کے بارے میں مرو عاص سے جو حدیث سنی ہے ، وہ کیا ہے؟

ذوالکلاع نے انہیں سارا واقعہ بتایا: جیسے ہی مار یاسر قتل ہو گئے تورات کے وقت عبداللہ نکلے۔پاؤں معاویہ کے لشکر سے باہر آ گئے اور وہ صبح کو امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے لشکر کے ساتھ تھے۔

عبداللہ بن سوید اپنی زندگی میں عبادت گذار تھے اور نزدیک تھا ۔ شام کے لوگ ان کے اس کام سے مضطرب ہو کر منتشر ہو جائیں مگر یہ ۔ معاویہ نے ان سے کہا: مار کو علی (علیہ السلام) نے قتل کیا ہے؛ کیونکہ وہ انہیں اس جنگ میں لے کر آئے تھے اور انہیں اس فتنہ میں دھکیلا! اس واقعہ کے بعد معاویہ نے مرو عاص کو پیغام بھیجا ۔ تم نے شام کے لوگوں کو میرے لئے تباہ کر دیا ہے؛تم نے جو پ بھی پیغمبر(ص) سے ا کیا وہ ب لوگوں کوبتا ا ضروری تھا؟

مرو عاص نے کہا:ہاں!میں نے یہ بات کہی ہے اور میرے پاس علم غیب نہیں تھا ۔ جنگ صفین پیش آئے گی اور میں نے یہ اس وقت کہی تھی ۔ جب مار تمہارا دو ت تھا اور جو پ میں نے روایت کیا ہے تم نے خود بھی تو اسی طرح کی باتیں نقل کی ہیں۔ معاویہ ناراض ہو گیا اور اسے مرو پر غصہ آیا ،اس نے ارادہ کر لیا ۔ ا سے اپنی خیر و نیکی سے محروم کر دے۔ مرو بھی ایک متکبر اور مغرور شخص تھا ،اس نے اپنے بیٹے اور دوستوں سے کہا:اگر اس جنگ کی صورت حال واضح ہو جائے تو پھر معاویہ کے ساتھ رہنے میں کوئی خیر نہیں ہے اور میں حتمی طور پر اس سے الگ ہو جاؤں گا اور اس نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے:

"میں نے جو پ سنا تھا اسے بیان کر دیا ،اب مجھ پر ناراض ہو رہے ہو اور میری سرزنش کر رہے ہو اور حالانکہ اگر انصاف کرو تو جو پ میں نے کہا تم نے بھی تو اسی کی طرح کی باتیں کہیں۔کیا تم نے جو پ کہا تھا اس پر ثابت و استوار تھے،اور کیا تم میں کوئی لغزش نہیں تھی اور میں نے جو پ کہا اس میں مجھ میں لغزش تھی؟..."

معاویہ نے مرو عاص کے جواب میں یہ اشعار پڑھے: "اب جب ۔ جنگ نے اپنا دامن پھیلا دیا ہے اور میرے لئے یہ دشوار کام پیش آیا ہے، اور اب ساٹھ سال کے بعد مجھے ایسا دھو ۔ دے رہے ہو اور سوچتے ہو ۔ میں کڑوے اور میٹھے کے درمیان کوئی فرق نہیں رکھوں گا...." جب معاویہ کے ان اشعار کی خبر مرو کو ہوئی تو وہ معاویہ کے پاس گیا اور اس نے اس کی رضائیت حاصل کر لی اور وہ متحد ہو گئے۔[1]

----

[1] ۔ جلوہ تاریخ در شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج۴ ص۱۴

ذوالکلاع سے عمار یاسر کی گفتگو کے ۔ اہم نکات

ہم نے ذوالکلاع اور عمار یاسر کی گفتگو کے بارے میں جو مطالب بیان کئے ہیں ، ان میں اہم نکات وجود ہیں ، جن میں غور و فکر کرنا چاہئے:

ا۔ذوالکلاع نے پیغمبر اکرم(ص) کی پیشگوئی سننے کے بعد یہ تحقیق کی ، یہ حدیث آنحضرت سے صادر ہوئی ہے۔پھر اسے یقین حاصل ہو گیا ، اس نے جو سنا ہے وہ صحیح ہے اور رسول خدا(ص) کا فرمان ہے۔

چونکہ وہ معاویہ اور عمرو عاص کے دھوکہ و فریب میں آچکا تھا اور وہ انہیں صحیح طرح نہیں پہچانتا تھا ، وہ یہ سوچ رہا تھا کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے لشکر میں جناب عمار کے ہونے کی وجہ سے شاید وہ معاویہ اور عمرو عاص کو جنگ سے ڈرائے اور انہیں صلح پر مجبور کر کے۔

اس لئے اس نے اپنے چچا زاد ابونوح (جو امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے لشکر کے بہادر سپاہیوں میں سے تھے)سے تقاضا کیا ، وہ اس کے ساتھ عمرو عاص سے ملنے کے لئے چلیں تا ، شاید اس سے گفتگو کرنے سے جنگ اور خون خرابہ صلح وامن میں تبدیل ہو جائے۔لیکن وہ اس چیز سے غافل تھا ، معاویہ اور عمرو عاص کا امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے جنگ کرنا دین اسلام کی ترقی کے لئے نہیں تھا بلکہ تخت سلطنت پر بیٹھنے اور طاقت کے حصول کے لئے تھا اور عثمان کا کرتا عوام کو دھوکہ دینے کے علاوہ کچھ اور نہیں تھا۔

گمراہ سیاستدانوں کی وجہ سے خوش فہمی کا شکار ہونے میں نہ صرف یہ ، کوئی مثبت اثر نہیں ہوتا بلکہ اس میں صرف انسان کی گمراہی اور نابودی کا سامان ہوتا ہے۔

۲۔اس واقعہ میں عمرو عاص نے خود یہ اعتراف کیا ، اس نے پیغمبر اکرم(ص) سے یہ حدیث سنی ہے اور جب اسے یہ یقین ہو گیا ، جناب عمار امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے لشکر میں ہیں تو ان کے ساتھ مل جانے کے بجائے اس نے عمار سے ملاقات کرنے کی کوشش کی تا ، شاید کوئی راستہ نکل آئے اور یہ واقعہ اس کے فائدہ میں اختتام پذیر ہو یا یہ ، ذوالکلاع اور اس کے ساتھیوں میں شک و تردید ایجاد کر کے۔اس مقصد کے تحت عمرو عاص نے جناب عمار سے ملاقات کی۔

سیاستدان اپنے ہی مقاصد و اہداف کو مستحکم کرنے کے لئے دوسروں سے ملاقات کرتے، گفتگو کرتے اور بیٹھتے ہیں ۔ ۔ وہ راہ ؟ اور عوام کی خدمت کے لئے یہ ب پ کرتے ہیں۔

۳۔ذوالکلاع کے بہت زیادہ ساتھی تھے اور اگر وہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے لشکر کے ساتھ ملحق ہو جاتا تو شام کے لشکر میں رخنہ پڑ جاتا۔ مرو عاص چونکہ اس حقیقت سے آشنا تھا لہذا اس نے ایک ہی چال چلی تا کہ اس کے ذریعہ یہ واقعہ ہونے سے روک سکے۔

اس کی وہ چال اتحاد اور وحدت کا دعویٰ کرنا تھا! تا کہ دونوں لشکر کے درمیان اتحادا ور وحدت کا ایمان(اعتقاد کے لحاظ سے خدا،کعبہ اور قرآن کا ایک ہونا) بنا کر اس جنگ سے بچ سکے ، جس میں اسے شام کے محاذ پر واضح شکست نظر آرہی تھی ۔اور وہ ذوالکلاع اور اس کے ساتھیوں کو امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے لشکر سے ملنے سے روکے ، جس سے دوسرے محاذوں پر بھی ان کی شکست واضح ہو جاتی تھی۔

اس وجہ سے امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے لشکر کے سپہ سالار سے ملاقات کرتے ہیں سب سے پہلے کلمۂ "شہادتین"کے لئے زبان کھولی اور خود کو مسلمان کہا!لیکن جناب مار نے اس کے جواب میں فرمایا:خا وش ؛ تم نے اسے چھوڑ دیا ہے۔

س۔جناب مار نے مرو عاص کے جواب میں یہ کیوں کہا؟

ج:کیونکہ رسول اکرم(ص) کے اس بزرگ صحابی کی نظر میں جو بھی اپنے زمانے کے امام پر ایمان نہ رکھتا ہو تو اس نے خدا کی توحید اور رسول اکرم(ص) کی رسالت کی گواہی کو بھی چھوڑ دیا ہے۔اس عظیم الشان اور دلاور شخص کی نظر میں کلمۂ شہادتین کا اسی صورت میں کوئی فائدہ ہے کہ جب شہادت ثالثہ بھی کہتا ہو۔ یہ حقیقت دنیائے اسلام کے اس عظیم انسان کے کلام سے بخوبی واضح و آشکار ہوتی ہے کہ جب انہوں نے مرو عاص سے فرمایا:"خا وش ؛تم نے اسے چھوڑ دیا ہے۔

۔جناب مار جو کہ بہادر و دلاوری کے علاوہ خطابت میں بھی ماہر تھے،انہوں نے مرو عاص سے فرمایا:کیاتم چاہتے ہو کہ ایسی بات کہوں کہ جو تمہیں تمہاری جگہ سے اٹھنے سے پہلے ہی کفر سے منسوب کر دے اور تم خود بھی اسے قبول کرو؟!

اس وقت مرو عاص نے خود کو جناب مار کے کلام سے محکوم وتے وئے دیکھا تو اس نے احترام کے عنوان سے آپ کو کنیت کے ذریعہ مخاطب کیا اور کہا:اے ابویقظان!اس لشکر میں ب سے زیادہ تمہاری اطاعت وپیروی کی جاتی ہے،تمہیں خدا کی قسم دیتا وں ، ان کا اسلحہ قتل کرنے سے روکو.....تم لوگ کس لئے ہم سے جنگ کر رہے و؟ کیا ہم ایک ہی خدا کی عبادت نہیں کرتے ؟ لیکن کیا ہم آپ کے قبلہ کی طرف رخ کرکے نماز نہیں پڑھتے اور جس چیز کی تم دعوت دیتے و اسی چیز کی دعوت نہیں دیتے؟ کیا ہم تمہاری کتاب کی تلاوت نہیں کرتے اور تمہارے پیغمبر(ص) پر ایمان نہیں رکھتے؟!

اس وقع پر پیغمبر خدا(ص) کے بزرگ صحابی اور امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے یاور و دلاور نے لب کشائی کی اور خداوند کی عبادت،دین،قبلہ کتاب خدا اور پیغمبر کے بارے میں کہا ، یہ ہمارے اور ہمارے ساتھیوں کے ہیں اوران کا تم سے یا تمہارے ساتھیوں سے کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔اور پھر آپ نے ناکثین(ل میں ہد وپیمان توڑنے والے) اورقاسطین(صفین کے ظالم اور ستمگر)سے جنگ کرنے کے بارے میں رسول خدا(ص) کا فرمان بیان کیا اور پھر آپ نے امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیروی کےبارے میں رسول اکرم(ص) کا فرمان بیان کیا۔

یہاں جو نکتہ قابل غور ہے وہ یہ ہے ، : مرو عاص کتاب خدا،قبلہ،پیغمبر اور خدا کی عبادت کو اتحاد و وحدت اور جنگ سے دوری کا وسیلہ قرار دیا لیکن لشکرعراق کے اسپہ سالار نے استدلال کو رد کر دیا اور وہ قبلہ،قرآن،پیغمبر اور خدا کی عبادت کے ایک ونے کو صرف اتحاد و وحدت کا معیار قرار نہیں دیتے بلکہ کہتے ہیں:قبلہ،قرآن وغیرہ کا تم سے اور تیرے ساتھیوں سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے ، جس کے شیعہ و سنی معتقد ہی کیونکہ شیعہ ایک ایسے گروہ (نواصب)وکو بالکل مسلمان نہیں مانتے اور انہیں کافر قرار دیتے ہیں اگرچہ وہ قرآن،قبلہ،پیغمبر اور خدا پر اعتقاد کے لحاظ سے ظاہری طور پر یکساں ہیں۔

اہلسنت کے بھی مسلمانوں کے ایسے کئی فرقوں کو مسلمان نہیں سمجھتے اور انہیں رافضی قرار دیتے وئے کافر سمجھتے ہیں اگرچہ وہ خدا،پیغمبر ،قرآن اور قبلہ پر ایمان رکھتے ہیں۔اس بناء پر کس طرح قبلہ کتاب ،پیغمبر کے ایک ونے اور خدا پر اعتقاد کو عقیدہ میں اتحاد و وحدت کی دلیل سمجھ سکتے ہیں؟!

۴۔یہ ب اس ش ٰ کے بارے میں ہے ، جو خ ا،پیغمبر،قرآن اور قبلہ کا معتقد ہے لیکن اگر اس اعتقاد کی بنیاد مصلحت و سیاست۔یا دوسرے لفظوں میں نفاق کی بنیاد پر و۔جس طرح معاویہ اور مرو عاص کا ایسا ہی عقیدہ تھا۔تو پھر کس طرح اس طرح کے افراد کو خدا کے حقیقی بندوں سے متر پر سکتے ہیں؟!

۵۔قابل توجہ ہے ، پیغمبر اکرم(ص) نے اپنی پیشگوئیوں میں فرمایا ہے:لوگوں کا ایک گروہ فتنہ و امتحان میں واقع و گا اور وہ ان میں مبتلا و گا"۔اس وقع پر آنحضرت نے امیر المؤمنین علی علیہ السلام کو حکم دیا ، ایسے افراد کے ساتھ طریقۂ کار یہ ہے ، ان کے ساتھ جنگ کی جائے اگرچہ وہ کعبہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے وں،اور قرآن کو آسمانی کتاب سمجھتے وں!

ابن ابی الحدید نے اس بارے میں کہا ہے:حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے سامنے ایک ش ٰ کھڑا وا اور اس نے کہا:ہمیں فتنوں سے آگاہ فرمائیں اور کیا اس بارے میں آپ نے پیغمبر خدا(ص) سے پوچھا ہے؟

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

چونکہ خداوند متعال نے اپنا یہ قول نازل فرمایا ہے:

(الم* أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ)[1]

الم*کیا لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے ، وہ رف اس بات پر چھوڑ دیئے جائیں گے ، وہ یہ کہہ دیں ، ہم ایمان لے آئے ہیں اور ان کا امتحان نہیں و گا۔

میں سمجھ گیا ، جب تک رسول خدا(ص) ہم میں وجود ہیں تب تک ہم پر کوئی بلا نازل نہیں وگا، اس لئے میں نے رسول خدا(ص) سے عرض کیا:یہ کون سا فتنہ ہے ، جس کے بارے میں خدا نے خبر دی ہے؟

فرمایا:اے علی علیہ السلام!بیشک میرے بعد جلد ہی میری امت فتنہ میں گرفتار و جائے گی اور انہیں پرکھا جائے گا۔

----

[1]۔ سورۂ عنکبوت، آیت: ۱،۲

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فتنوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے اور اسی وجہ سے اسے امر بہ معروف اور نہی از منکر سے یاد کیا ہے اور فرمایا ہے:"تمہارے لئے کتاب خدا سے تمسک اختیار کرنا ضروری ہے" یعنی جب بھی کوئی فتنہ درپیش اور لوگ حیرانگی کے عالم میں ہوں تو تمہیں کتاب خدا سے متمسک ہونا چاہئے۔اسی لئے ایک شخص اٹھا اور اس نے آنحضرت سے فتنوں کے بارے میں سوال کیا۔

پیغمبر خدا(ص) سے نقل ہونے والی یہ حدیث(بہت سے محدثین نے اس حدیث کو حضرت علی علیہ السلام سے بھی نقل کیا ہے اور اس پر غور کرنا چاہئے)یوں ہے:

پیغمبر اکرم(ص) نے امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے فرمایا:

خداوند متعال نے تم پر فتنوں میں گرفتار لوگوں کے ساتھ جہاد کو واجب قراردیا ہے؛جس طرح مشرکوں کے ساتھ جہاد کرنا مجھ پر واجب قرار دیا تھا۔[1]

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

میں نے پیغمبر خدا(ص) سے عرض کیا:یا رسول اللہ !وہ کون سا فتنہ ہے کہ جس کی وجہ سے مجھ پر جہاد واجب کیا گیا ہے؟

فرمایا:ایک گروہ ہے کہ جو گواہی دیتا ہے کہ خدا کے علاوہ کوئی پروردگار نہیں ہے اور میں خدا کا رسول ہوں لیکن وہ میری سنت کے مخالف ہیں۔

میں نے کہا:یا رسول اللہ!کس وجہ سے ان سے جنگ کروں حالانکہ انہی عقائد کا اقرار کرتے ہیں کہ جن کے ہم معتقد ہیں؟

فرمایا:دین میں وجود میں آنے والی بدعت اور حکومت کی مخالفت کرنے کی وجہ سے۔

----

[1] ۔ اس بارے میں مزید جاننے کے لئے "کنز العمال:ج ۸ ص۲۱۵ اور فضائل الخمسۃ: ج۲ص۳۶۳ - ۳۴۹" کی طرف رجوع کریں

میں نے عرض کیا:یا رسول اللہ! آپ نے مجھے شہادت کی بشارت دی تھی اب خدا سے دعا کریں کہ میری شہادت کے بارے میں عجلت کرے۔

فرمایا:اس صورت میں کون عہد و پیمان توڑنے والوں، تباہی پھیلانے والوں اور دین سے خارج ہونے والوں سے جنگ کرے گا؟ بیشک میں نے تمہیں شہادت کی بشارت دیدی ہے اور تم جلد ہی شہید ہو جاؤ گے،تمہارے سر پر ضربت لگائی جائے گا اور تمہاری ڈاڑھی تمہارے خون سے خضاب ہو گی۔اس وقت پر آپ کا صبر کیسا ہو گا؟

میں نے کہا:یا رسول اللہ!یہ تو صبر کا نہیں بلکہ شکر کا مقام ہے۔

فرمایا:ہاں!تم نے صحیح کہا ہے۔ جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ آپ کے ساتھ جنگ کی جائے گا۔

میں نےعرض کیا:یا رسول اللہ!کاش آپ میرے لئے یہ اور واضح فرما دیں۔

فرمایا:میرے بعد میری امت فتنوں اور امتحانوں میں گرفتار ہو جائے گی،وہ قرآن کی تاویل اور اپنی رائے کے مطابق عمل کرے گی۔برائیوں کو اچھائی اور رشوت کو ہدیہ اور سود کو بیع کے نام پر حلال شمار کرے گی۔قرآن کے معانی میں تحریف کرے گی اور گمراہی غالب ہو گا۔

(اور پھر ایسا ہو گا) پہلے اپنے گھر میں بیٹھ جاؤ یہاں تک کہ تمہیں حکومت مل جائے اور جب تمہیں حکومت ملے تو تمہارے خلاف سینوں میں آگ بھڑک اٹھے گی اورحالات تمہارے برخلاف ہو جائیں گے؛اس وقت پر تم تاویل قرآن کے سلسلہ میں جنگ کرو گے جس طرح تنزیل کے سلسلہ میں جنگ کی تھی اور ان کی یہ دوسری حالت ان کی پہلی حالت سے کم نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا:یا رسول اللہ! آپ کے بعد جو فتنوں سے دچار ہونگے،ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کروں اور انہیں کس مقام پر رکھوں؟کیا فتنہ کے مقام پر،یا دین سے منحرف ہو جانے والوں کے مقام پر؟

فرمایا:انہیں مقام فتنہ میں رکھو کہ وہ ششدر ہو جائیں گے یہاں تک کہ انہیں عدل و انصاف اپنی گرفت میں لے۔

میں نے کہا؛اے رسول خدا(ص)؛ کیا ہماری طرف سے عدل انہیں اپنی آغوش میں لے گا۔یا کسی اور کی طرف سے؟

فرمایا:ہماری طرف سے ۔ جو ہم سے ہی شروع ہوا تھا اور ہم پر ہیختمہو گا،خداوند شرک کے بعد ہمارے وسیلہ سے دلوں میں الفت قرار دے گا۔ میں نے عرض کیا:خدا کی ان نعمتوں پر خدا کا شکر ۔ جو اس نے ہمیں عطا فرمائی ہیں۔[1]

اس روایت پرغور و فکرکریں ۔ جسے شیعہ و سنّی علماء نے نقل کیا ہے اور جس نےبے شمار افراد کے اعتقادی نظریہ کو بدل کر رکھ دیا ہے۔اس روایت کا دو مرتبہ مطالعہ کریں اور اس کے مطالب پر غورکریں اور اپنے لئے ہدایت کے دریچہ کھولیں۔

۶۔مذکورہ واقعہ کی رو سے۔جناب عمار خود کو ان لوگوں کے ساتھ سمجھتے تھے ۔ جو عثمان کے قتل میں شریک ہوئے ۔اس روایت کی بناء پر عثمان کو قتل کرنے میں۔جناب عمار کا ہاتھ تھا۔اس صورت میں ان روایات کے مطابق (۔ جو رسول اکرم(ص) سے عمار کی مدح اور ان کی برحق ہونے کے بارے میں وارد ہوئی ہیں)عثمان کے قتل کی وجہ سے۔جناب عمار کی سرزنش نہیں کی جاسکتی اور عثمان کے کڑتے کو قتل عمار کے لئے حربہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔بلکہ عمار کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی رائے اس سے بھی واضح ہے۔

۷۔ اگرچہ عمار کے کاموں اور شخصیت کی وجہ سے معاویہ توہین کے عنوان سے انہیں سیاہ غلام کا نام دیتا تھا لیکن وہ جانتا تھا کہ لوگوں میں ان کی شخصیت اتنی اہم ہے ۔ وہ اپنے خطاب سے لشکر کو حرکت اور ان کی مخالفت پر ابھار سکتے ہیں۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے ۔ سیاستدان اپنے مخالفوں کو کس حد تک حقیر سمجھتے ہیں اور انہیں کمتر شمار کرتے ہیں۔ معاویہ کا یہ رویہ عمار کو حقیر سمجھنے اور ان کی شخصیت کوکمتر شمار کرنے کے لئے تھا ۔ وہ شام کے لوگوں کے درمیان فتنہ پیدا کریں اور انہیں ان کی رہنمائی سے دور رکھیں۔

۸۔ چونکہ عمرو عاص ، عمار کوسیاہ غلام نہیں کہہ سکتا تھااور ان کی شخصیت کو کمترشمار نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے ایک دوسری چال چلی اور

----

[1]۔ جلوہ تاریخ در شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج۴ ص۳۲۳

جب ذوالکلاع ،مار اور مرو عاص کی گفتگو سے مطمئن ہو گیا تو مرو عاص نے اس سے کہا: مار جلد ہی ان سے الگ ہو کر ہم سے ملحق ہو جائے گا! اس ل سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ سیاستدان اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لئے ہر قسم کا حربہ اختیار کر سکتے ہیں اور ہر قسم کا جھوٹ بول سکتے ہیں۔

۹۔ چونکہ ذوالکلاع نے عام لوگوں کی طرح (کہ جنہوں نے سیاستدانوں کے جھوٹے وعدوں سے دھوکا کھایا تھا)اپنی راہ کو جاری رکھا ۔اگر وہ فہم و فراست رکھتا اور چالاک ہوتا (کہ ہر مؤمن کو ایسا ہونا چاہئے) تو اس نے جو روایت سنی تھی ،اس کی بناء پر مار کے راستہ کو منتخب کر لیتا۔اور اس محال فرض کی بناء پر اگر مار دوسرے لشکر سے منسلک ہو جاتے تو وہ بھی مار کے منسلک ہو جانے کے بعد یہی کام انجام دیتے۔لیکن مرو عاص کے ذریعہ فریفتہ ہو جانے کی وجہ سے اس نے باطل راہ میں اپنی جان گنوا دی۔حالانکہ وہ باطل کے خلاف چند گھنٹوں کی مقاومت کرکے جاویدانی حیات حاصل کر سکتا تھا۔وہ بیچارہ یہ نہیں جانتا تھا کہ مرو عاص اس کے قتل ہوجانے کی وجہ سے کتنا خوش ہو گا۔چونکہ جس دن جناب مار شہید ہو گئے اسی دن ذوالکلاع بھی قتل ہو گیا اور مرو عاص نے معاویہ سے کہا:خدا کی قسم! میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے کس کے قتل ہونے پر زیادہ خوشی مناؤں۔

۱۰۔ اجتماعی شخصیت کے مالک افراد کو یہ جان لینا چاہئے کہ ان پر لوگوں کی نگاہیں ٹکی ہوتی ہیں کیونکہ لوگوں میں ان کی شخصیت مؤثر ہوتی ہے۔لوگ ان کے کردار و رفتار میں غور و فکر کرتے ہیں اور ان کی پیروی کرتے ہیں۔

اس بناء پر کہیں باطل راستہ کو منتخب کریں تو نہ صرف وہ خود گمراہ ہوتے ہیں بلکہ اپنی شخصیت کے مطابق لوگوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔اگر دو باطل راستوں یا حق و باطل میں سے کسی ایک کے انتخاب کے دوران باطل راستہ کو منتخب کریں تو پھر لوگ انہیں کے رائے اور عقیدے کی وجہ سے باطل راستے کو ہی انتخاب کر لیتے ہیں اور انہیں قیامت کے دن اس کا جواب دینا ہو گا۔

مرو عاص چونکہ یہ جانتا تھا کہ ذوالکلاع اجتماعی شخصیت کا مالک تھااور وہ شام کے لشکرمیں سے بہت سے افراد کو امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے لشکر کی طرف کھینچ سکتا ہے،اس لئے مرو عاص نے معاویہ سے کہا:اگرذوالکلاع، مار کے قتل ہونے کے بعد زندہ ہوتا تو مجھے یقین تھا کہ وہ اپنے تمام ساتھیوں کے ساتھ ہم سے جدا ہو کر ان سے ملحق ہو جاتا اور ہمارا کام خراب کر دیتا۔

۱۱۔رسول خدا(ص) کی پیشنگوئیوں کی وجہ سے نہ صرف ذوالکلاع جانتا تھا بلکہ شام کے لشکر میں سے بھی بہت سے بے شمار افراد ان سے آگاہ تھے۔اس لئے جناب عمار کی شہادت کے بعد ان میں اختلاف پیدا ہو گیالیکن معاویہ نے فوراً مکاری سے کام لیا اور یہ بات پھیلا دی کہ عمار کو اس نے قتل کیا ہے جو اسے میدان جنگ میں لے کر آیا تھا! جلد شام کی زود باور عوام پر اس کی باتیں اثر انداز ہوئیں جس نے ان کی چہ میگوئیوں کو راستہ روک لیا۔

پوری تاریخ میں باطل کے مقابلہ میں حق کی ظاہری شکست کی دو وجوہات ہیں:

الف:بے دین سیاستدانوں کی مکاریاں اور ان کا مکر و فریب۔

ب:عوام الناس کا جلدی یقین کر لینا کہ وہ جو کچھ بھی سنیں اسے فوراً مان لینا اور جھوٹے لوگوں کی پروپیگنڈوں سے اثر لینا ہے۔جس کے نتیجہ میں وہ خیانت کرنے والے سیاستدانوں کی پشت پناہی کرتے ہیں۔

۱۲۔حقیقت چاہے سخت اور تلخ ہو پھر بھی وہ ایک گروہ (اگرچہ کم)کے لئے راستہ کھول دیتی ہے اور ان کی ہدایت کرتی ہے اور انہیں عام لوگوں سے الگ کر دیتی ہے۔

صفین میں بھی بہت عام لوگوں نے معاویہ اور عمرو عاص کی فریب کاریوں سے دھوکہ کھایالیکن پھر بھی معاویہ کے لشکر میں سے متعدد لوگ جناب عمار کی شہادت کے بعد امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے لشکر سے ملحق ہو گئے کہ جن میں عبداللہ بن سوید بھی شامل ہیں۔

ان لوگوں کا امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے لشکر سے ملحق ہو جانا اس بات کا سبب بنا کہ معاویہ غصہ سے بھڑک اٹھا اور اس نے عمرو عاص کو کہلوا بھیجا کہ تم نے شام کے لوگوں کو میرے لئے تباہ کر دیا ہے ۔کیا تم نے جو کچھ بھی پیغمبر(ص) سے سنا تھا، وہ سب کہنا ضروری تھا؟

۱۳۔عمرو عاص نے معاویہ کے اعتراض کا جواب دیا اور وہ بھی ایک دوسرے سے اس طرح ناراض ہو گئے جس طرح سیاستدان اپنے گناہ اور غلطیاں دوسروں پر تھونپ دیتے ہیں ۔عمرو عاص نے کنارہ کشی اختیار کرنے کا ارادہ کر لیالیکن چونکہ سیاستدان جانتے

ہیں ۔ انہیں نیا کے حصول اور اپنے مقاصد تک پہنچنے کے لئے آپس میں بنا کر رکھنی پڑتی ہے،اس لئے انہوں نے آپس کے تعلقات صحیح کر لئے،اور حق کے مقابلہ باطل کا پرچم لہرا دیا اور جنگ کے شعلہ روشن کر دیئے۔

۱۴۔ایک اہم مطلب ۔ جس کی طرف سب کو توجہ کرنی چاہئے اور وہ یہ ہے ۔ تاریخ تاریخ کو دہراتی ہے۔اور یہ جان لینا چاہئے ۔ یہ نکتہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے اور امت کی اعتقادی حیات اسی سے وابستہ ہے۔

ہم سب کو یہ جاننا چاہئے ۔ بہت سے ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں ۔ جنہوں نے تاریخ کے صفحات کو بھر دیا ہے اور یہ واقعات پھر سے نئی اور نئے رنگ و روپ میں رونما ہوتے ہیں۔اگر ہمیں تاریخ کے مطالعہ ۔ تاریخی و اعتقادی واقعات سے آشنا ہوکر عمرو عاص کی مکاریوں اور ابو موسی اشعری کی پستی سے دو چار ہوتا ہے تو ہمیں ہوشیار رہنا چاہئے ۔ کہیں ہم بھی انہی کی صف میں کھڑے نہ ہو جائیں!!

ابو موسی اشعری اور عمرو عاص ایک ساتھ متحد ہو گئے ۔ امیر المؤمنین علی علیہ السلام کو معزول کر سکیں لیکن عمرو عاص نے ابو موسی اشعری کو دھوکہ دے کر معاویہ کو منتخب کر لیا ،اب ہم شیعہ عقائد و شعائر کو چھوڑ کر تشیع کو پامال نہ کریں تاکہ یوں عمرو عاص اور معاویہ کے پیروکاروں کی صف میں کھڑے ہو جائیں!

اگر اتحاد اور وحدت کی خاطر ضروری ہے ۔ شیعہ اپنے پاک عقائد و شعائر سے دستبردار ہو جائیں تو پھر آج تک سنی اپنے کس مخصوص شعائر سے دستبردار ہوئے ہیں؟

کیا ایسا اتحاد ابو موسی اور عمرو عاص کے اتحاد کی طرح نہیں ہے؟اگر ایسا نہیں ہے تو پھر صرف شیعہ ہی اپنے پاک عقائد سے کیوں ہاتھ اٹھا لیں؟

جی ہاں!اگر ہم اس وقت نہیں تھے ۔ جب صفین میں جنگ کے شعلہ بھڑک رہے تھے تا ۔ ہم اس میں شریک ہو کر امیر المؤمنین علی علیہ السلام پر اپنی جان قربان کریں،تو ہمیں اس زمانے میں کوشش کرنی چاہئے ۔ ہم ابو موسی اور عمرو عاص کی راہ پر نہ چلیں۔

اس بناء پر بندگان صالح کو ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہئے اور یہ جان لینا چاہئے کہ سیاسی اتحاد و وحدت ایک چیز ہے اور اعتقادی وحدت دوسری چیز ہے۔ ان دونوں کو تشخیص دینے والے افراد کو انہیں آپس میں نہیں ملانا چاہئے اور انہیں اپنے عقائد کا پاک گوہر ناپاک ہاتھوں میں نہیں بیچنا چاہئے۔

جب کبھی اتحاد و وحدت کی بات آئے تو اس سے سیاسی وحدت مراد ہونی چاہئے اور اگر اس کی ضرورت ہو تو ان دوگروہوں کے درمیان کس طرح اتحاد و وحدت ہو سکتا ہے کہ جن کے امام دو طرح کے ہوں؟ لیکن کیا یہ ایسا نہیں ہے مقام امامت کے علاوہ بھی دو مختلف اقوام کے افراد کہ جن کے دو الگ الگ صدر ہو،کیا یہ ممکن ہے کہ قانون کے لحاظ سے ان میں اتحاد و وحدت ہو؟

اگر دشمن دوممالک پر حملہ کرے تو سیاسی وحدت سے اپنا دفاع تو کر سکتے ہیں اور دشمن سے جنگ کے لئے ایک ساتھ متحد ہو سکتے ہیں۔

اس بناء پر جب دو ملکوں کا قانون کے لحاظ سے رفتار و کردار یکساں نہیں ہو سکتا اور ان میں وحدت نہیں ہو سکتی (کیونکہ وہ دو مختلف عقیدے کے قانون بنانے والوں کے تابع ہیں)تو پھر کس طرح دو امتیں عقیدہ و رفتار کے لحاظ سے یکساں اور متحد ہو سکتی ہیں کہ جو کئی ممالک سے زیادہ ہیں؟

جی ہاں!قرآن تو ایک ہے لیکن اسے سمجھنے میں اختلاف ہے۔قبلہ ایک ہے لیکن اس کی طرف نماز پڑھنے کا طریقہ یکساں نہیں ہے۔رسول خدا(ص) ایک ہے لیکن سب ان کے فرامین کو نہیں سنتے بلکہ غدیر میں آپ کے اہم ترین فرامین ،حدیث منزلت اور اہلبیت اطہار علیہم السلام کے بارے میں فرمودات کو چھوڑ دیاگیا۔بلکہ رسول اکرم(ص) کی حدیثوں کو تدوین کرنے اور لکھنے سے روکنے کا حکم دیا گیا اس سے بھی بڑھ کر معاویہ نے تو اپنے بارے میں جھوٹی روایت گھڑنے کا حکم دیا اور ان کی نسبت آنحضرت کی طرف دی۔لہذاکس طرح عقیدے کے لحاظ سے اتحاد و وحدت کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے؟

اس بناء پر اتحاد و وحدت کے مسئلہ میں غور کریں کہ کیا ہم عمرو عاص کی راہ پر چل رہے ہیں،یا ہم عقیدے کے لحاظ سے جناب عمار کے ساتھ ہیں اور اس راہ پر چل رہے ہیں کہ جس کا اختتام جنت پر ہوتا ہے؟

۱۵۔جنگ صفین کے واقعہ میں عرب کے مشہور و معروف افراد جیسے ذوالکلاع ، عابد و زاہد افراد جیسے عبداللہ بن سوید اور عام معاشرے کے افراد جیسے ذوالکلاع کے پیروکاروں کا یہ عقیدہ تھا کہ رسول خدا(ص) کی پیشگوئی کی وجہ سے ایسے لشکر میں ہونا چاہئے کہ جس میں عمار ہوں۔کیونکہ آنحضرت کے فرمان کے مطابق کسی بھی لشکر میں عمار کا وجود اس گروہ کے حق اور راط مستقیم پر ہونے کا معیار ہے۔

اس بناء پروہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام اورآنحضرت کی فوج کو اسی صورت میں حق پر سمجھتے تھے کہ جب عمار ان کے ساتھ ہوں۔نہ کہ انہیں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی عظمت اور شخصیت کی کوئی معرفت نہیں تھی۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اگرچہ کئی سال سے معاویہ نے شام کی حکومت پر غاصبانہ قبضہ کیا تھااور وہ وہاں کے لوگوں پر حکومت کر رہا تھالیکن اس نے کبھی بھی امیر المؤمنین علی علیہ السلام اور خاندان اطہار علیہم السلام کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی بے شمار حدیثوں میں سے کسی حدیث کا کوئی تذکرہ نہیں کیا اور انہیں خاندان پیغمبر اکرم (ص) (جو دین کے ارکان ہیں)کی کوئی معرفت نہیں تھی۔

پس اگر معاویہ نماز اور روزہ وغیرہ کے بارے میںتبلیغات کرتا تھا تو وہ اپنی حکومت و سلطنت کو استوار کرنے کے لئے ایسا کرتا تھانہ یہ کہ اس کا دین اسلام پر کوئی عقیدہ تھا۔اس وجہ سےجہاں بھی کوئی دینی حکم اس کے نقصان میں ہوتا تو یا اسے بالکل بیان نہیں کرتا تھا اوریا پھرلوگوں کے لئے برعکس بیان کرتا تھا۔ اس لئے وہ خاندان وحی علیہم السلام کی تعریف کرنے کی بجائے ان کی مذمت کے لئے کوشاں رہتا تھا اور یہ خود اس حقیقت کی دلیل ہے کہ معاویہ ایک سیاسی حکمران تھا نہ کہ مذہبی حکمران۔

اگر معاویہ اور عمرو عاص خداورسول،کتاب اور قبلہ کے معتقد ہوتے تو وہ ان لوگوں سے جنگ نہ کرتے کہ جن لوگوں کابھی یہ عقیدہ تھا۔پس جنگ سے پہلے جب امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے انہیںکتاب خدا کی دعوت دی تو انہوں نے کیوں قبول نہیں کیا؟

انہوں نے کیوں خود جنگ کا آغاز کیا؟لیکن کیا اس زمانے میں دوخدا،دو پیغمبر،دو کتابیں اور دو قبلہ تھے کہ جو انہوں نے جنگ کا آغاز کر دیا اور جب انہیں شکست کے آثار نظر آ نے لگے تو ان کا خدا، رسول،کتاب ا ور قبلہ ایک ہو گئے؟!

اگر معاویہ اور عمرو عاص کا حقیقت میں خدا،رسول،کتاب اور قبلہ پر ایمان تھا اور وہ خود کو اس لحاظ سے عراق کے لوگوں اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے لشکر کے ساتھ متحد سمجھتے تھے اور ایک دوسرے کے خلاف جنگ کرنے کو اتحاد و وحدت کے برخلاف سمجھتے تھے تو پھر جنگ صفین کے بعد معاویہ کے ساتھیوں نے کیوں کئی مرتبہ عراق پر شب خون مارا اور بے شمار مسلمانوں کو ایک ساتھ قتل کیا؟!

معاویہ کے حکم پر بسر بن ارطاۃ کی لشکر کشی کا واقعہ کہ جسے شیعہ و سنی علماء نے اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے،کیا اس کی لشکر کشی اور نہتے لوگوں کو قتل کرنا اتحاد و وحدت کے منافی نہیں تھا؟

اسی طرح معاویہ کے حکم پر ہی عمرو عاص کا مصر پر حملہ کرنا ،اس ملک پر لشکر کشی کرنا ، مظلوم لوگوں کو امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے دوستی کے جرم میں قتل کرنا اور محمد بن ابی بکر کو شہید کرنااور اسی طرح ان کے بے جان جسم کو گدے کی کھال میں رکھ کر جلا دینا کیا یہی اتحاد و وحدت کے معنی میں تھا؟

اگر معاویہ"خال المؤمنین "تھا!چونکہ وہ ام حبیبہ کا بھائی تھا تو پھر محمد بن ابی بکر بھی خال المؤمنین تھے؛چونکہ وہ بھی عائشہ کے بھائی اور ابوبکر کے بیٹے تھے۔کیا خال المؤمنین کا خال المؤمنین!سے جنگ کرنا اور پھر محمد بن ابی بکر کے جسم کو گدھے کی کھال میں رکھ کر جلا دینا!کیا یہ معاویہ کے ان لوگوں کے ساتھ اتحاد و وحدت کی دلیل تھی کہ جو خدا،قبلہ اور قرآن کو مانتے تھے؟!

۱۶۔یہ بہت ہی قابل توجہ اور قابل غور نکتہ ہے:اس روایت میں رسول خدا(ص)نے واضح طور پر فرمایا:

پوری تاریخ کے دوران یہ فتنہ لوگوں کے گلے پڑے گا یہاں تک کہ الٰہی عادلانہ حکومت قائم ہو جائے اور معاشرہ عدل و انصاف سے بھر جائے۔

اس بناء پر جیسا کہ ہم نے کہا انحرافی افکار اورعقائد کن افکار صرف معاویہ اور عمروعاص کے زمانے سے ہی مخصوص نہیں ہیں بلکہ یہ امام عصر عجل اللہ فرجہ الشریف کے ظہور تک جاری رہیں گے؛جیسا کہ پیغمبر خدا(ص) نے بھی اس کی وضاحت فرمائی ہے۔

اس بناء پر وشیار رہیں اور گمراہ کرنے والے اس طرح کے افکار کے راستہ پہ نہ چلیں یہاں تک کہ پوری دنیا پر امام مہدی عجل اللہ فرجہ الشریف کی عادلانہ و ہدایت کرنے والی حکومت قائم وجائے۔

جب خاندان وحی علیہم السلام کی عادلانہ عالمی حکومت پوری دنیا کو تسخیر کرلے گی تو فتنہ اور فتنہ برپا کرنے والوں کو صفحۂ ہستی سے مٹا دے گی اوردنیا والوں کے دلوں میں الفت و محبت پیدا و گی،پھر حقیقی اتحاد و وحدت قائمہوگی اور ان میں کسی طرح کا کوئی کینہ اور حسد نہیں و گا ۔ جس طرح عدالت کی ابتداء بھی اسی خاندان سے وئی تھی اور اس کے اختتام بھی خاندان وحی علیہم السلام کے ذخیرۂ الٰہی حضرت بقیۃ اللہ الاعظم عجل اللہ فرجہ الشریف کے دست قدرت سے و گا۔

جناب اویس قرنی کے بارے میں رسول اکرم(ص)کی پیشین گوئی اور جنگ صفین میں آپ کی شرکت

جناب اویس قرانی کا شمار زاہدوں اور بزرگ تابعین میں سے تا ہے کہ جنہوں نے جنگ صفین میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے ہم رکاب جنگ کی۔

عبدالرحمن سے ایک روایت میں نقل وا ہے :جنگ صفین میں شام کے لشکر میں سے ایک شخص باہر آیا اور اس نے عراق کے لشکر کی طرف رخ کر کے کہا:کیا اویس قرنی تم لوگوں میں ہیں؟

ہم نے اس سے کہا:ہاں۔

شامی شخص نے کہا:میں نے رسول خدا(ص) سے سنا تھا کہ آپ نے فرمایا:

"خیر التابعین اویس القرنی" بہترین تابعی اویس قرنی ہیں۔ وہ یہ کہہ کر شام کے لشکر سے خارج و گیا اور ہمارے پاس آ کر ہم سے ملحق و گیا۔ اصبغ بن نباتہ سے روایت وئی ہے کہ انہوں نے کہا:میں صفین میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے ساتھ تھا کہ ننانوے افراد نے آنحضرت کی بیعت کی اور آنحضرت نے فرمایا:

سوواں شخص کہاں ہے؟ کہ رسول خدا(ص) نے مجھے خبر دی تھی کہ اس دن سو افرادمیری بیعت کریں گے؟

ا بغ کہتے ہیں: اسی وقت ایک شخص آگے آیا ۔ جس نے دو اونی لباس زیب تن ہوئے تھے اور دو تلواریں حمائل ہوئیں تھیں، اس نے کہا: اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں تا ۔ آپ کی بیعت کروں۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا: کس لئے میری بیعت کرنا چاہتے ہو؟

اس نے عرض کیا: تا ۔ میں اپنی جان آپ پر قربان کر سکوں۔

فرمایا: تم کون ہو؟ عرض کیا: میں اویس قرنی ہوں۔

اس کے بعد انہوں نے آنحضرت کی بیعت کی اور آنحضرت کے سامنے اس طرح سے جنگ کی ۔ آخر کار شہید ہو گئے اور ان کا جنازہ پیادوں کے درمیان ملا۔

"مناقب ابن شہر آشوب" میں ہے ۔ : انہوں نے دو تلواریں حمائل ہوئیں تھیں اور وہ دشمن پر پتھر پھینکنے کے لئے فلاخنی (غلیل کی طرح کا آلہ) بھی ساتھ لائے تھے۔

"حلیۃ الأولیاء" میں بھی ا بغ سے روایت ہوا ہے: اویس قرنی رسول اکرم(ص) کے پاس نہیں آئے ، اس کی وجہ ان کی اپنی ماں سے اطاعت تھی۔ اویس کی روش یہ تھی ۔ جب شام ہوتی تو وہ کہتے : آج رات رکوع کی رات ہے اور پھر صبح تک رکوع کرتے اور جب رات ہوتی تو اس دن کی خوراک اور پوشاک میں سے جو چیز بھی بچ جاتی ، وہ سب صدقہ دے دیتے تھے اور پھر کہتے تھے:

أَللّٰهُمَّ مَنْ مٰاتَ جُوعاً فَلاٰ تُؤٰاخِذْنِی بِهِ، وَ مَنْ مٰاتَ عُرْيٰاناً فَلاٰ تُؤٰاخِذْنِی بِهِ

خدایا؛ جو کوئی بھوکا مرجائے مجھے تو میرا اس سے مؤاخذہ نہ کرنا اور جو کوئی برہنہ مر جائے میرا اس سے بھی مؤاخذہ نہ کرنا۔

دوسری روایت میں ہے ۔ ایک دن رسول خدا(ص) نے اپنے اصحاب سے فرمایا:

أَبْشِرُوا بِرَجُلٍ مِنْ أُمَّتِ يُقٰالُ لَهُ: أُوَيْسُ الْقَرَنِی؛ فَإنَّهُ يَشْفَعُ لِمِثْلِ رَبِيْعَةِ وَمُضَر

میں تمہیں اپنی امت کے ایک شخص کے بارے میں بشارت دیتا ہوں ، جسے اویس قرنی کہتے ہیں ۔ اور جو (قیامت کے دن) ربیعہ اور مضر جیسے دو قبیلوں (بہت زیادہ آبادی والے قبائل) کی شفاعت کریں گے۔[1]

اس روایت کی بناء پر اویس قرنی جنگ صفین میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی خدمت میں تھے اور انہوں نے آنحضرت کی بیعت کی ہے۔ لیکن ہم جو دوسری روایت نقل کر رہے ہیں، اس میں آپ نے جنگ صفین سے پہلے ہی کوفہ میں آنحضرت کی بیعت کی تھی۔

جنگ صفین میں جناب اویس قرنی کی شہادت

جنگ صفین میں رسول اکرم(ص) کے کئی بزرگ اصحاب شریک ہوئے اور انہوں نے امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے پرچم تلے اکٹھے ہو کر معاویہ اوراس کے گماشتوں سے جنگ کی اور جام شہادت نوش کیا۔

امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے لشکر میں صحابیوں کے علاوہ تابعین کی بھی بڑی تعداد موجود تھی اور انہوں نے مولائے کائنات علیہ السلام کا دفاع کرتے ہوئے معاویہ اور شام کے لشکر سے جنگ کی۔

ان بزرگوں میں سے ایک ایسا شخص ہے جس نے خود سازی کی اور جس کا دل ولاء پیغمبر اور آل پیغمبر صلوات اللہ علیہم اجمعین سے سرشار تھا، اور وہ اویس قرنی ہیں۔

جناب اویس قرنی ایک مشہور شخصیت ہیں اگرچہ انہوں نے رسول خدا(ص) کو نہیں دیکھا تھالیکن پھر بھی وہ آنحضرت کے شیدائی تھے اور یہ بزرگ آنحضرت سے بہت زیادہ الفت و محبت کرتے تھے۔ وہ امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے زمانے میں آنحضرت کے ساتھیوں کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے آنحضرت کی نصرت کے لئے کمر کس لی۔ ایک دن امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کوفہ میں لوگوں معاویہ سے جنگ (جو جنگ صفین کے نام سے مشہور ہے) کے لئے لوگوں سے بیعت لے رہے تھے ۔ کوفہ کے لوگوں میں سے ایک شخص آنحضرت کے پاس آیا اور اس نے اپنا نام "اویس قرنی" بتایا!

----

[1]۔ زندگانی امیرالمؤمنین علیہ السلام (سید ہاشم رسولی محلاتی): ۵۵۹

۔ اس وقع پر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

ایک دن پیغمبر اکرم(ص) نے مُ سے فرمایا تھا:

ان أدرک رجلاًمن أمته یقال له"اویس قرنی"، من حزب اللّٰه و رسوله ، یموت علی الشهادة یدخل ف شفاعته مثل ربیعة و مضر

بیشک تم میری امت میں سے اویس قرنی نام کے ایک شخص سے ملاقات کروگے ۔ وہ خدا اور رسول خدا (ص) کی حزب میں سے ہے، اسے شہید کیا جائے گا اور قیامت کے اس کی شفاعت سے اتنےزیادہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے جیسے ربیعہ اور مضر کے قبیلے کے لوگ ۔جناب اویس قرنی نے جنگ صفین میں شرکت کی اور شہید ہوئے۔[1]

اس روایت میں اہم نکات

رسول اکرم(ص) کی یہ پیشگوئی نہ صرف جناب اویس قرنی کی عظمت اور ان کی راہ کی حقانیت کی دلیل ہے بلکہ جنگ صفین میں جناب اویس قرنی کی شہادت (رسول خدا(ص) کی پیشگوئی میں اس بارے میں غور کرنے سے ان کی موت شہادت سے ہو گی) ان بے شمار دلیلوں میں سے ہے کہ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی راہ ہی راہ حق ہے اور صرف وہی لوگ اس راہ پر چل سکتے ہیں کہ جو آنحضرت کے فرمانبردار ہوں۔

اس روایت سے چند نکات اخذکئے جاتے ہیں کہ جنہیں ہم بیان کرتے ہیں:

۱۔جناب اویس قرنی کا امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے

بارے میں رسول خدا(ص) کا خبر دینا۔

۲۔ آپ نے جناب اویس قرنی کو خدا اور رسول خدا(ص) کی حزب میں سے قرار دیاہے جب کہ وہ مکان کے اعتبار سے آنحضرت کے نزدیک نہیں تھے۔اس بناء پر مکان کے لحاظ سے دوری اور نزدیکی لیاقت اور عدم لیاقت کی دلیل نہیں ہے۔

----

[1]۔ اعجاز پیغمبر اعظم(ص) در پیشگوئی از حوادث آئندہ:۲۹۰

۳۔ رسول خدا(ص) کا اویس قرنی کے مستقبل کے بارے میں خبر دینا ، ان کی زندگی کا خاتمہ شہادت پر ہو گا"یموت علی الشہادۃ"۔

۴۔ حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی حقانیت اور آپ کے زیر پرچم جان دینے والے افراد شہید ہیں ۔

۵۔ اس روایت سے شفاعت کا مسئلہ بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا:

"یدخل فی شفاعتہ"۔

۶۔ شفاعت کا مسئلہ صرف معصومین علیہم السلام سے ہی مخصوص نہیں ہے بلکہ ان کے بزرگ اولیاء بھی بہت سے افراد کی شفاعت کر سکتے ہیں اگرچہ ان کی تعداد قبیلۂ ربیعہ اور مضر کی طرح زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔

۷۔ گذشتہ مطالب کے علاوہ یہ روایت ان کے لئے بہت اچھی رہنما ہے ، جو شک و تردید میں دچار ہوئے اور معاویہ کے پروپیگنڈوں کی وجہ سے راہ حق کو راہ باطل سے جدا نہ کر سکے۔کیونکہ وہ یہ سمجھ سکتے تھے ، عمار یاسر اور اویس قرنی جیسے افراد (جو جس گروہ میں بھی ہوں وہ حق پر ہو گا) کس گروہ میں ہیں تا ، ان کے وجود کے ذریعہ اس گروہ کے حق ہونے کے بارے میں جان سکیں۔

قابل توجہ ہے ، اس روایت کو جاننے والے متعددافراد معاویہ کے لشکر سے جدا ہو کر امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے لشکر سے ملحق ہو گئے ، جن میں جناب اویس قرنی بھی شامل تھے۔

جنگ صفین کے بارے میں حضرت عیسی علیہ السلام کی پیشن گوئی

ایک دوسرا اہم ترین واقعہ ، جو معاویہ اور اس کیگماشتوں کی راہ کے باطل ہونے کو واضح کر دیتا ہے ،وہ جنگ صفین کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی ہے۔ فریقین کے بزرگوں نے یہ پیشگوئی اپنی کتابوں میں نقل کی ہے اور راہب کی شہادت کا واقعہ بھی بیان کیا ہے۔

"تاریخ روضۃ الصفا" میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشگوئی کو یوں ذکر کیاگیا ہے:

امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نُخَیلہ سے لشکر کے ساتھروانہ ہوئے اور جب نماز کا وقت قریب ہوا تو آپ راستہ میں موجود بر میں تشریف لے گئے، آپ نے قصر نماز ادا کی اور وہاں سےتیزی سے گذر گئے اور دیر ابو موسی میں قیام فرمایا اور اس جگہ عصر کی نماز ادا کی اور وہاں سےروانہ ہو گئے ،فرات کے کنارے آپ نے مغرب کی نماز پڑھنے کے لئے قیام کیا ، مدائن کے خیمہ لشکر ظفر کی خیمہ گاہ سے نزدیک ہو گئے ،وہاں کے کسانوں نے مکان کی پیشکش کی لیکن قبول نہیں کی اور رات وہیں گذاری۔ پھر وہاں سےروانہ ہوئے یہاں تک کہ انوشیروان کے دارالملک تک پہنچ گئے اور اسی طرح وہاں سے بھیروانہ ہو گئے اور منزلیں اور مراحل طے کرتے ہوئے جزیرۃ العرب کی حدود میں دیر راہبی تک پہنچ گئے کہ جس پر انہوں نےمینار بنائے ہوئے تھے۔آنحضرت نے وہاں گھوڑے کی لگام کھینچی اور راہب کو آواز دی ،جب راہب نے رعبدارآواز سنی تو کمزور بدن ،زرد رنگ اور سیاہ لباس کے ساتھ خانقاہ کی چھت پر آیا۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے اس سے پوچھا:میرے ساتھی پیاسے ہیں کیاتمہارےپاس تھوڑاپانی ہے ؟

راہب نے کہا: ہاں دیر ٹھہریں ،میں خوش ذائقہ پانی کی ایک بالٹی لے کر آتا ہوں۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا: یہ پانی کافی نہیں ہے۔

راہب نے کہا: یہ پانی لاؤں کہ جو بیس افراد کے لئے کافی ہو۔

امام امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا: میرے ساتھ بہت سے لوگ ہیں۔

راہب نے جواب دیا: میرےپاس پانی کے تین برتن بھرے ہوئے ہیں ، میں سارا پانی آپ پرقربان کرتا ہوں اور جو کچھ میرےپاس ہے میں آپ کے قدموں پر نچھاور کرتا ہوں۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

اے راہب! اس مینار کے نزدیک ایک چشمہ ہے کہ جس سے بنی اسرائیل کے کچھ انبیاء سیراب ہوئے اور اب وہ چشمہ دیکھنے والوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے۔

جب راہب نے یہ بات سنی تو چھت سے نیچے آیا اور اس نے عرض کیا: میرے والد نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ اس جگہ پانی کا ایک چشمہ ہے، جو بند ہو گیا ہے، اوراسے پیغمبر یا ان کے وصی کے علاوہ کوئی بھی نہیں کھول سکتا۔

حضرت امیر کائنات علیہ السلام نے فرمایا: میں انشاء اللہ اس بند چشمہ کو ڈھونڈ لوں گا۔

راہب نے پوچھا: آپ کا نام کیا ہے؟

آپ نے فرمایا: علی بن ابیطالب (علیہما السلام)

راہب نے کہا: مجھے میرے والد سے ایک کتاب ملی ہے، جس میں آخر ازمان کے پیغمبر(ص) اور اس چشمہ کو ظاہر کرنے والے کا نام لکھا ہے اور اگر یہ اہم کام آپ کی کوششوں سے انجام پا گیا تو میں آپ کے دست مبارک پر اسلام قبول کروں گا۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام خانقاہ کے مشرق کی طرف آگے بڑے اور تقریباً بیس گز کا دائرہ کھینچا اور اس حصہ کو کھودنے کا حکم دیا، جب وہاں پر مقدار میں کھودائی کی گئی تو بہت بڑا پتھر نمودار ہوا جسے طاقتور لوگوں کے ایک گروہ کے مل کر ہٹانے کی کوشش کی لیکن اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود بھی اسیں ہلا نہ سکے۔

امیرالمؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا: اگر خداوند عزّوجل نے چاہا تو میں اس چشمہ سے یہ پتھر ہٹا دوں گا۔

راہب نے کہا: آپ تنہا یہ کام کیسے انجام دے سکتے ہیں؟ کیونکہ کئی طاقتور پہلوان مل کر بھی اس کو ہٹانے سے عاجز رہے۔ امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

اے راہب؛ ایک دن میں رسول خدا(ص) کے ساتھ سیر کر رہا تھا، اچانک آپ نے قریش کے پہلوانوں کو دیکھا، جو ایک پتھر کو اٹھا کی کوشش کر رہے تھے۔

رسول خدا(ص) نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم لوگ سوچتے ہو، طاقت یہ ہے؟ نہیں؛ بلکہ طاقت یہ ہے، جب غصہ آئے تو اس پر قابو رکھو۔

اس کے بعد جبل ابوقُبیس پر آئے تو وہاں ایک بہت بڑا پتھر ڑ ک کر زمین پر آیا، آپ نے۔ ان معجز سے بیان فرمایا: کوی ہے جو اس پتھر کو اٹھا کے؟

انہوں نے کہا: ں میں بھی اس پتھر کو اٹھانے کی طاقت نہیں ہے۔

رسول خدا(ص) نے فرمایا: میرے چچا حمزہ، عباس اور میرے چچا کے بیٹے علی (علیہم السلام) کے علاوہ ب لوگ مل کر اٹھا لیں۔

ابوجہل ملعون اس بات پر ہنسا اور اس نے کہا: یہ بچہ کون ہے ، جسے تم اپنے چچا کی ڑی میں پرو رہے و؟

پیغمبر اکرم(ص) نے ابوجہل کے مذاق اور حزہ کو دیکھا تو فرمایا: میں جو جانتا وں وہ تم نہیں جانتے۔

پھر فرمایا: اے علی؛ کلمہ "لاٰ حولَ ولا قوّۃ الاّ باللّٰہ" کہو اور اس پتھر کو اٹھاؤ۔

میں نے یہ کلمہ کہا اور اس پتھر کو آسانی سے اٹھا لیا۔

اے راب ! ہم گنج الٰہی کے خزینہ د ار اور وحی آسمانی کے وارث ہیں۔ ذبہ رحمانی زور مدد کرے گا اور یہ ہی کافی و گا۔

جب امیر المؤمنین علی علیہ السلام کا کلام تمام وا تو آپ نے اپنا پاک و پاکیزہ سینہ پتھر پر رکھا اور زور لگایا اور اس عظیم پتھر کو چشمہ سے اٹھا کر دور پھینک دیا اور اس پتھر کے نیچے سے صاف، خوش ذائقہ اور ٹھنڈا پانی نکلا جس سے لشکر کے افراد اور جانور سیراب وئے اور لوگوں کا آنحضرت کی ولایت و کرامت پر اعتقاد مزید ستحکم و گیا۔

راب نے یہ صورت حال دیکھ کر اسلام کا لباس زیب تن کر لیا اور اجازت چاہی ، اسے اس کے آبا و اجداد سے وراثت میں ملنے والا صحیفہ کیمیا اثر امام علیہ السلام کی خدمت میں پیش کرے۔ کہ تاب سریانی زبان میں لکھی وئی تھی اس کے خلاصہ کا ترجمہ یہ ہے:

شمعون نے سیح علیہ السلام سے روایت کی ہے ، انہوں نے فرمایا:

میرے بعد باری تعالی ایسا پیغمبر(ص) مبعوث کرے گا جو خاتم الانبیاء اور خاتم ال و گا۔

خوش اخلاق و گا،تند کلامی نہیں کرے ،گا بازاروں میں آواز اونچی نہیںکرے گا،برائی کا جواب برائی سے نہیں دے گا بلکہ عفو و مہربانی فرمائے گااوراپنے کرم سے درگذر کرے گا ،ان کی امت مخفی و اعلانیہ جہر سے خدا کی حمد و ثناء میں مشغول رہے گی۔

جب وہ اس دار فانی سے جائیں گے تو ان کے بعد اختلاف کے بعد اتفاق کرے اور عرصہ کے بعد پھر ان کے درمیان اختلاف پیدا و گا اور ان کی امت میں سے ایک اہل شرق کو ساتھ لے کر اہل مغرب سے جنگ کے لئے اس دریا کے کنارے سے گذرے گا جو صورت اور سیرت کے لحاظ سے دوسروں سے زیادہ پیغمبر اکرم(ص) سے نزدیک و گا اور اس کا حکم انصاف اور سچائی پر مبنی و گا۔وہ مہم امور میں سستی نہیں کرے گا ،رشوت نہیں لے گا،دنیا کے زرق برق اس کی نظر میں را سے بھی زیادہ بے قیمت وں گے اور اس کی طینت میں وت پیاسے کے حلق میں پانی جانے سے بھی زیادہ آسان ہے اور تنہائی میں خداوند سے و گااور علانیہ طور پر سچائی اور عدالت سے کام لے گا۔جو بھی ان کے زمانے کو درک کرے گا ،وہ ان کی اطاعت و پیروی کرے کیونکہ ان کی خوشنودی خدا وند متعال کی رضائیت کا باعث ہے۔ جب امیر المؤمنین علی علیہ السلام کو اس صحیفہ کے مضمون کے بارے میں علم واتو آپ نے خدائے واجب الوجود کی حمد و ثنا کے لے اپنے لب کھولے اور کہا: میں کس طرح اس نعمت کو شکر ادا کروں جس نے ہمارے تذکرہ کو باقی رکھا اور ہمیں محروم نہیں چھوڑا۔راہب نے کہا:یا امیر المؤمنین !میں آپ کی خدمت سے ہرگز جدا نہیں وں گا اور نعمت و نقمت ہر حال میں پوری زندگی آپ کی خدمت میں ر وں گا اور دنیامیں مجھے جو بھی زحمت اور مصیبت ملے اسے دل و جان سے قبول کروں گا۔حبۃ العربی کہتے ہیں:وہ جوان امیر المؤمنین علی علیہ السلام کا مصاحب تھا یہاں تک وہ جنگ صفین میں شہید و گیا اور امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے ان پر نماز ادا کی اور فرمایا: یہ ہم اہلبیت میں سے ہیں۔[1]

----

[1]۔ تاریخ روضۃ الصفا: ج۴ ص۱۹۴۶، نصر بن مزام منقری نے اس کا حصہ "وقعۃ صفین" میں ذکر کیا ہے۔

اس پیشگوئی میں جو اہم ترین نکتہ وجود ہے ، وہ یہ ہے ۔ معاویہ کے لشکر کو اہل مغرب سے تعبیر کیا گیا ہے ، ممکن ہے ۔ یہ صفین کی جنگ میں معاویہ کے روم کے بادشاہ کے ساتھ تعلقات کے لئے قرینہ ہو انشاء اللہ ۔ اس بارے میں مناسب موقع پر بحث کریں گے۔

حکمیت کے بارے میں رسول خدا(ص) کی پیشگوئی

جنگ صفین اور حکمیت کے مسئلہ کے بارے میں رسول اکرم(ص) کی پیشگوئیاں اس قدر واضح و روشن ہیں ۔ اگر مسلمان ان کے بارے میں تھوڑا سا بھی غور کریں تو وہ بخوبی متوجہ ہو جائیں گے ۔ معاویہ نے جنگ صفین میں رسول خدا(ص) کے حکم کے برخلاف عمل کیا۔

اس حقیقت کو مزید واضح کرنے کے لئے اصل واقعہ ذکر کرتے ہیں اور پھر اس کے بارے میں ہم اہم نکات بیان کریں گے:

جنگ بنی قریظہ اور اس کے بھیانک انجام کے بعد (۔ جس کا سبب حیّ بن اخطب یہودی تھا) ہجرت کے پانچویں سال میں مدینہ میں خبر پہنچی ۔ ۔ ڈاکوؤں نے مدینہ کے شمال اور "دومۃ[1] الجندل" کے علاقہ میں قافلوں کے لئے رستہ بن گئے ہیں اور وہ لوگوں کا مال لوٹ رہے ہیں۔

پیغمبر اکرم(ص) ایک ہزار اصحاب کے ساتھ ۲۵ ربیع الاوّل ۵ ھ کو مدینہ سے دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوئے۔

جب ڈاکوؤں نے لشکر اسلام کو دیکھا تو وہ سب بھاگ گئے لیکن ان کا بہت مال و مویشی مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔"دومۃ الجندل" میں توقف کے دوران رسول خدا(ص) نے اپنے اصحاب (۔ جن میں ابوموسیٰ اشعری بھی وجود تھا) کی طرف دیکھ کر فرمایا: میرے بعد یہاں میرے اصحاب میں سے دو افراد فیصلہ کے لئے بیٹھیں گے ، ان کا فیصلہ ظلم و ستم کی وجہ سے ہو گا ۔ جس طرح بنی اسرائیل کے دو افراد نے بھی یہاں ظلم و ستم سے فیصلہ کیا تھا۔

----

[1]۔ دومۃ یا دوما ،حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بیٹے کا نام تھا۔

رسول خدا(ص) کی یہ پیشگوئی سن ۵ہجری میں تھی اور تیس سال کے بعد یہ واقعہ رونما ہوا کیونکہ جنگ صفین میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام کو حکمیت قبول کرنے پر مجبور کیا گیا ۔ امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے لشکر میں سے ابو موسی اشعری کو منتخب کیا گیا لیکن امام علیہ السلام اس کو منتخب کرنے پر راضی نہیں تھے جب کہ معاویہ کا نمائندہ عمرو عاص تھا۔

یہ دو افراد "دومۃ الجندل" کی سرزمین پر فیصلہ کے لئے بیٹھے۔ اس فیصلہ میں ابو موسی اشعری اگرچہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام کا نمائندہ تھا لیکن پھر بھی اس نے خیانت کی اور اس نے آنحضرت کو سند خلافت (جو آنحضرت کا مسلّم حق تھا) سے معزول کر دیالیکن عمرو عاص نے اپنی آسائشوں کے ولی یعنی معاویہ کی خلافت کا حکم دیا۔

جیسا کہ ابن ابی الحدید اور تمام اہلسنت دانشوروں نے لکھا ہے کہ حکمیت کے بارے میں رسول خدا(ص) کی پیشنگوئی اس واقعہ کے رونما ہونے سے تیس سال پہلے تھی تا کہ سب کے لئے یہ ثابت ہو جائے کہ حکمیت کے واقعہ سے امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے ساتھ ظلم ہوا اور معاویہ نے ظلم و ستم سے ناحق خلافت پر غاصبانہ طریقہ سے قبضہ کیا۔

حکمیت کے بارے میں رسول خدا(ص)کی دوسری پیشگوئی

ابن ابی الحدید نے نصر بن مزاحم سے نقل کیا ہے: جب عمرو عاص اور ابو موسی اشعری کے درمیان صلح نامہ لکھنا شروع ہوا تو اس میں یوں لکھا گیا:

یہ وہ عہد ہے جس پر علی امیرالمؤمنین (علیہ السلام) اور معاویہ بن ابی سفیان نے موافقت کی.....

معاویہ نے کہا: کتنا برا شخص بن جاؤں گا کہ جب میں یہ اقرار کروں کہ وہ (علی علیہ السلام) امیر المؤمنین ہیں......

جب عہد نامہ امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فرمایا! کہ "امیر المؤمنین" کا عنوان مٹا دیا جائے اور پھر فرمایا: جب حدیبیہ کا صلح نامہ لکھا جا رہا تھا تو پیغمبر اکرم(ص) نے مجھ سے فرمایا! تھا:یا علی!تمہارے لئے بھی ایسا ہی فیصلہ کیا جائے گا۔[1]

----

[۱]۔ اعجاز پیغمبر اعظم(ص) در پیشگوئی از حوادث آئندہ: ۱۷۸

اب ہم حکمّیت کے بارے میں رسول خدا(ص) کی دوسری پیشگوئی کا اصل واقعہ بیان کرتے ہیں:

پیغمبر اکرم(ص) نے بیبون ہ یک حدیبیہ کے مقام پر قیام کیااس مدت کے دوران پیغمبر(ص) کے سفیر مکہ بھی جاتے تھے تا ہ شرکین کو مرہ کی ادائیگی کے لئے رانی کر سکیں اور شرکین کے سفیر حدیبیہ آتے تھے تا ہ رسول خدا(ص) کو مکہ میں داخل ونے سے روک سکیں۔

آخرکار شرکین اس نتیجہ پر پہنچے ہ وہ پیغمبر خدا(ص) کے ساتھ صلح نامہ پر دستخط کریں تا ہ اس سال مانوں کو مکہ میں داخل ونے سے روکا جائے اور اس کے بدلے میں آئندہ سالتیون ہ یک رف مرہ انجام دینے کے لئے مکہ میں آئیں۔

شرکین کے سربرا وں میں سے دو افراد سہیل بن مر اور حفص بن احنف معاہدہ کے لئے مکہ سے وانہ وئے۔ان دونوں سے پہلے حفص کا بیٹا مِکرز پیش قراول کے طور پر وجود تھا۔پیغمبر(ص) نے دور سے مِکرز کو دیکھا تو اپنے اصحاب سے فرمایا:

کوئی بھی اس کے ساتھ گفتگو نہ کرے ہ یہ پیمان شکن اور فاجر شخص ہے۔

لہٰذا اصحاب میں سے کسی نے بھی اس کے ساتھ گفتگو نہیں کی۔ اورجب آپ نے سہیل بن مرو کو دیکھا تو فرمایا:''سہل امرنا''یعنی ہمارے لئے کام آسان و گیا۔

ابتدائی گفتگو کے بعد یہ طے پایا ہ صلح نامہ لکھا جائے۔ امیر المؤمنین علی علیہ السلام رسول خدا(ص) کے ساتھ تشریف فرما تھے،اور قلم و کاغذ بھی آپ کے ہی دست مبارک میں تھے،سہل اور حفص بھی دو زانو و کر بیٹھے وئے تھے اور رسول خدا(ص) کے باقی اصحاب خیمہ کے اردگرد وجود تھے اور لکھنے کا سارا ل دیکھ رہے تھے۔

پیغمبر خدا(ص) نے امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کو حکم دیا :

لکھو: بسم اللہ الرحمن الرحیم

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے لکھنا شروع کیا تو سہیل نے جلدی سے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور لکھنے سے روک دیا اور کہا: ٹھریں؛ یہ رحمن و رحیم کیا ہے؟ میں کسی رحمن و رحیم کو نہیں جانتا! بلکہ آپ لکھو: بسمک اللّٰھمّ۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے رسول خدا(ص) کی طرف دیکھا، آنحضرت نے یصبرو تحمل کے ساتھ فرمایا:

یا علی ! لکھو: بسمک اللّٰھمّ۔

اس کے بعد پیغمبر خدا(ص) نے فرمایا: لکھو: یہ معاہدہ محمد رسول اللہ کے ساتھ صلح نامہ ہے۔

پھر سہیل نے جلدی سے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور کہا:اے محمد! اگر ہم تمہیں خدا کا رسول مانتے تو یہ سارے اختلافات نہ ہوتے! اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھو۔

مانوں میں سے ہر کوئی آپس میں گفتگو کرنے لگا لیکن امیر المؤمنین علی علیہ السلام پیغمبر خدا(ص) کے حکم کے منتظر تھے ۔ آنحضرت نے فرمایا:

یا علی؛"محمد رسول اللہ "کی بجائے" محمد بن عبداللہ" لکھو۔

بہرحال اس طرح لکھا گیا اور رہی۔ بار سہیل لکھنے کے وقت کسی مطلب پر اعتراض کرتا تھا۔

جب امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے"محمد رسول اللہ" کو مٹایا اور اس کی بجائے"محمد بن عبداللہ" لکھا تو پیغمبر اکرم(ص) نے امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے فرمایا:

یا علی!ایسا دن تمہارے لئے بھی آئے گا۔

اکتیس سال بعد (یعنی جنگ صفین کے بعد) جب امیر المؤمنین علی علیہ السلام کا نمائندہ یعنی ابو موسی اشعری اور معاویہ کا نمائندہ یعنی عمرو عاص دومۃ الجندل میں فیصلہ کے لئے بیٹھے تو تاریخ نے ایک بار پھر تاریخ کو دہرایا کیونکہ جس طرح رسول خدا(ص) نے فرمایا تھا عہد نامہ لکھتے وقت عمرو عاص نے ابو موسی سے کہا: اے شیخ ؛اگر ہم علی کو" امیرالمؤمنین " سمجھتے تو کبھی بھی اس کے ساتھ نزاع واختلاف نہ کرتے۔ جب امیر المؤمنین علی علیہ السلام تک یہ خبر پہنچی توآپ کو فوراً رسول خدا(ص) کی وہ باتیں یاد آئیں اور آپ نے فرمایا: کبھی بھی کوئی پیغمبر خدا(ص) سے زیادہ سچا نہیں ہو سکتا۔[1]

----

[1]۔ اعجاز پیغمبر اعظم(ص) در پیشگوئی از حوادث آئندہ: ۱۸۷

ایک دوسری روایت کی رو سے حکمیت کے بارے میں رسول خدا(ص) کی پیشن گوئی

ابن ابی الحدید کہتے ہیں: ابو محمد بن متویہ کتاب "الکفایة"میں لکھا ہے:

ابو موسی نے جو کام انجام دیا وہ ایک گناہ عظیم ہے اور اس کے کام کا جونقصان ہوا ، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔

امیرالمؤمنین علی علیہ السلام اپنے قنوت میں اس پر اور چند دوسرے لوگوں پر لعنت کرتے تھے اور کہتے تھے:

خدایا! پہلے معاویہ، دوسرے عمرو عاص ،تیسرے ابواعور سلمی اور چوتھے ابو موسی پر لعنت فرما۔

امیرالمؤمنین علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے ابو موسی کے بارے میں فرمایا:

پہلے اس نے علم کا رنگ اپنایا جس طرح اس کا حق تھا اور پھر اس سے الگ کر دیا گیا جیسے الگ ہونے کا حق تھا۔

ابن متویہ کہتا ہے: ابو موسی وہی ہے کہ جس نے پیغمبر خدا(ص) سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

بنی اسرائیل کے درمیان دو گمراہ منصف تھے اور جلد ہی میری امت میں بھی دو گمراہ منصف ہوں گے، جو بھی ان دونوں کی پیروی کرے وہ گمراہ ہے۔

اس سے کہا گیا: کہیں ان دو منصف میں سے ایک تم ہی نہ ہو؟

اس نے کہا: نہیں ۔یاکوئی اور بات کی کہ جس کے ایسے ہی معنی تھے، جب وہ اس مسئلہ میں گرفتار ہوا تو اس کے بارے میں کہلا جاتا تھا کہ اس نے اپنی ہی زبان سے بلا و مصیبت کو گلے لگایا ۔ جس طرح دوسروں کی توبہ کے بارے میں کوئی چیز ثابت نہیں ہے اس طرح اس کی توبہ بھی ثابت نہیں ہے۔[1]

----

[1]۔ جلوہ تاریخ در شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج۵ص۴۰۱

حکّمیت سے مربوط پیشگوئی میں اہم نکات

ان پیشگوئیوں میں اہم اور قابل توجہ نکات وجود ہیں ، جن کے بارے میں غور کرنا ضروری ہے:

۱۔رسول خدا(ص) کے فرمان سے یہ استفادہ کیا جاتا ہے ، آنحضرت تمام اصحاب کو عادل نہیں سمجھتے تھے اور آپ اپنے اصحاب کو عادل ہونے سے بری الذمہ جانتے ہے۔کیونکہ آپ نے واضح طور پر فرمایا ہے: میرے صحابیوں میں سے دو افراد انصاف کرنے کے لئے بیٹھیں گے اور ان کا فیصلہ ظلم و ستم پر مبنی ہو گا۔ اس بنا پر ان دو افراد کو نہ صرف عادل نہیں سمجھا گیا بلکہ ان کا تعارف ظالم اور ستمگر کے طور پر کروایا گیا ہے۔

۲۔ دوسرا نکتہ یہ ہے ، اس روایت کی بناء پر اہلسنت کے لئے عدالت صحابہ پر استدلال کرنے کا کوئی وجہ باقی نہیں رہتا اور ان کا دعویٰ بغیر دلیل کے ہے۔

۳۔ تیسرا نکتہ ، جس پر غور کرنا ضروری ہے ،وہ یہ ہے ، حضرت رسول اکرم(ص) نے حکمیت کی اس پیشگوئی میں دو حکَم کو باطل سمجھا ہے اور انہیں ظلم و ستم قرار دیا ہے۔اس بناء پر ابو موسی کاامیر المؤمنین علی علیہ السلام کو خلافت سے معزول کرنے کا حکم ظلم و ستم تھا اور عمرو عاص کا معاویہ کو خلافت کے منصب پر فائز کرنا بھی ظلم و ستم تھا ، جس کا نتیجہ یہ ہو گا:

الف: امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کا حق مسلّم تھا اور انہیں خلافت سے الگ کرنا ظلم و ستم ہے۔

ب: معاویہ میں خلافت کی لیاقت و صلاحیت نہیں تھی اوراسے خلیفہ بنانا بھی ظلم وستم تھا۔

پس رسول خدا(ص) کے فرمان کی بناء پر آنحضرت کے خلیفہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام ہیں اور معاویہ امیر کائنات علی علیہ السلام کے حق کا غاصب ہے ۔ حکمّیت کے واقعہ میں آنحضرت پر ظلم وستم ہوا اور آپ مظلوم واقع ہوئے۔

۴۔رسول خدا(ص) کا فرمان قرآن اور وحی الٰہی کے مطابق تھا جیسا ، خداوند عالم کا ارشاد ہے:

(وَمَا یَنطِقُ عَنِ الْهوَی * إِنْ هُوَ إِلاَّ وَحْی یُوحَی)[1]

----

[1]۔ سورہ نجم، آیت:۳،۴

"اور وہ اپنی خواہش سے کلام بھی نہیں کرتا ہے اس کا کلام وہی وحی ہے جو مسلسل نازل ہوتی رہتی ہے "۔

اس بناء پر یہ واضح ہوجاتا ہے کہ حکمیت (جن کو رسول خدا(ص) نے معین کیا) قرآن کی بنیاد پر نہیں تھی اور دونوں افراد نے اپنے ذاتی مفاد کی بناء پر حکم کیا تھا نہ کہ انہوں نے آیات قرآن اور وحی الہی سے استفادہ کیا۔

قرآن کی کون سی آیات امیر المؤمنین علی علیہ السلام کو خلافت سے معزول کرنے اور معاویہ کو مقام خلافت پر بٹھانے پر دلالت کرتی ہیں؟!

۵۔ حکمیت کا مسئلہ قرآن کی پیروی کرنے کے لئے نہیں تھا بلکہ یہ جنگ کو ختم کرنے،معاویہ اور عمرو عاص کو یقینی شکست سے بچنے کے لئے تھا۔

۶۔ اگر شکست سے بھاگنے کے لئے حکمیت کے مسئلہ کو مطرح نہیں کیا گیا تھا بلکہ اسے قرآن کے حکم کی پیروی کی وجہ سے مطرح کیا گیا تھا تو انہوں نے جنگ سے پہلے اس حکم کو کیوں قبول نہیں کیا ۔ جب امیر المؤمنین علی علیہ السلام انہیں حکم الہی کو قبول کرنے اور قرآن کی پیروی کرنے کی دعوت دے رہے تھے؟!

۷۔ حکمیت کے مسئلہ میں قرآن سے استدلال نہیں کیا گیا اور اپنے حکم کے لئے کسی بھی آیت کو عنوان قرار نہیں دیا گیاپس پھر مسلمان کس طرح معاویہ کو رسول خدا(ص) کا خلیفہ مانتے ہیں؟!

۸۔ صرف یہی نہیں کہ حکمیت کے مسئلہ کی بنیاد قرآن پر نہیں تھی بلکہ معاویہ کا امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے جنگ کرنے اور معاویہ کی آنحضرت سے مخالفت اصل میں قرآن کی مخالفت ہے۔کیونکہ عثمان کی موت سے معاویہ کو شام پر نہ ہی تو کوئی قانونی اختیار تھا اور نہ ہی اس کے پاس خلافت کا کوئی

جواز تھا۔ پس جب اس کے پاس خلافت نہیں تھی تو وہ کس طرح عثمان کے خون کا ولی ہوسکتا ہے؟!

۹۔ اس کے علاوہ عثمان کے بیٹوں کے ہوتے ہوئے معاویہ عثمان کے خون کا ولی بھی نہیں تھا تو پھر کس طرح معاویہ خود کو عثمان کے خون کا ولی کہہ رہا تھا؟ اس بناء پر معاویہ کا امیر المؤمنین علی علیہ السلام سے جنگ کرنا اور آپ کی مخالفت کرنا درحقیقت قرآن کی مخالفت تھی۔

۱۰۔ دوسرا اہم نکتہ: جس طرح حدیبیہ کے صلح نامہ سے لفظ "رسول اللہ" کو مٹادینا خلاف واقع اور حکم خدا کے برخلاف تھا اسی طرح حکمّیت کے مسئلہ میں لفظ" امیرالمؤمنین" کو مٹادینا بھی خلاف واقع اور خوشنودی پروردگار کے برخلاف ہے۔ اس بناء پر جس طرح پیغمبر اکرم(ص) "رسول اللہ" تھے اور یہ لفظ آن حضرت کے اسم مبارک کے ساتھ ہونا چاہئے اسی طرح حضرت علی علیہ السلام کے نام کے ساتھ " امیرالمؤمنین"بھی ہونا چاہئے،اور جس طرح لفظ "رسول اللہ"کو مٹادینا پیغمبر خدا(ص) پر ظلم تھا اسی طرح لفظ " امیرالمؤمنین"کو مٹادینا مولائے کائنات علی علیہ السلام پر ظلم ہے۔

۱۱۔ ایک اور اہم نکتہ: کلمہ"امیرالمؤمنین" کو مٹادینا حضرت علی علیہ السلام پر ظلم ہے کیونکہ آنحضرت سب مؤمنوں کے امیر ہیں۔اس بناء پر معاویہ کے دعوٰی کا کوئی وجہ باقی نہیں بچتا کیونکہ وہ نہ ہی تو مؤمنوں کا امیر ہے اور نہ ہی رسول(ص) کا خلیفہ ہے۔

۱۲۔ دوسرا اہم نکتہ: چونکہ معاویہ کے پاس مؤمنوں کی سربراہی و خلافت کا مقام نہیں تھا۔ایسے مقام کا دعوٰی کرنے والا انسان گمراہ اور گمراہ کرنے والا ہوتا ہے اور اس کے پیروکار یا تابعین بھی سب کے سب گمراہ ہوتے ہیں۔

۱۳۔ ایک اور اہم نکتہ:رسول خدا(ص) کی تیسری پیشنگوئی کے مطابق معاویہ نہ صرف یہ کہ گمراہ شخص ہے بلکہ اسے برسرحکومت لانے والے دونوں منصف بھی گمراہ اور ان دونوں کی پیروی کرنے والے بھی گمراہ ہیں۔ قابل توجہ یہ ہے ابو موسی اشعری نے خود یہ روایت رسول خدا(ص) سے سنی اور روایت کی ہے۔ حکمّیت کے واقعہ کے رونما ہونے اور اس کے بطلان کے بارے میں رسول خدا(ص) کی پیشنگوئیوں میں بہت زیادہ اہم نکات موجود ہیں جو سب کے لئے بخوبی یہ واضح کردیتے ہیں کہ معاویہ کو تخت خلافت پر بیٹھنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ اس نے پہلے سے تیارشدہ پروگرام ،اپنی مکاریوں اور عمرو عاص کی فریب کاریوں کی مدد سے بے شمار مسلمانوں کو راہ مستقیم سے منحرف کیا ہے۔ حکمّیت کے موضوع کے علاوہ رسول خدا(ص) کی دوسری پیشنگوئیوںسے بھی یہ واضح ہوجاتا ہے کہ معاویہ کا کردار و رفتار رسول خدا(ص) کے ارشادات و فرمودات کے برخلاف تھا۔

رسول خدا(ص) کی عائشہ کے بارے میں پیشگوئی

محمد بن مہران نے محمد بن علی بن خلف سے ، انہوں نے محمد بن کثیر سے، انہوں نے اسماعیل بن زیاد بزار سے انہوں نے ابی ادریس سے اور انہوں نے رافع (عائشہ کا آزاد کیا ہوا) سے نقل کیا ہے ۔ انہوں نے کہا ہے:

جب میں کمسن تھا اور اس کی خدمت میرے ذمہ تھی اور عام طورپر جب پیغمبر اکرم(ص) عائشہ کے گھر میں ہوتے تو میں وہاں قریب ہی رہتا۔ایک دن پیغمبر اکرم(ص) عائشہ کے گھر میں تھے،کوئی آیا اور اس نے دستک دی۔ میں گیا، دیکھا تو ایک کنیز تھی ۔ جس کے پاس ایک برتن تھا ۔ جو اوپر سے ڈھکا ہوا تھا۔ میں عائشہ کے پاس آیا اور اسے اس بارے میں بتایا۔اس نے کہا: اسے گھر میں لے آؤ۔وہ کنیز آئی اور اس نے وہ برتن عائشہ کے پاس رکھ دیا ، عائشہ نے وہ برتن پیغمبر (ص) کے پاس رکھ دیا۔ اور آپ نے اسے کھانا شروع کیا اور فرمایا:

اے کاش! امیرالمؤمنین، سالار اوصیاء ،پیشوا اور امام المتقین بھی میرے ساتھ ہوتے اور اس غذا سے تناول کرتے۔

عائشہ نے پوچھا: وہ کون ہیں؟

اسی موقع پر پھر سے دروازے پر دستک ہوئی ۔ میں گیا اور دیکھا ۔ امیرالمؤمنین علی بن ابی طالب علیہما السلام ہیں ۔ میں حضور اکرم(ص) کی خدمت میں آیا اور کہا: علی علیہ السلام گھر کے دروازے پر ہیں۔

فرمایا: انہیں اندرلے آؤ۔جیسے ہی علی علیہ السلام داخل ہوئے پیغمبر اکرم(ص) نے فرمایا:

کیا بہتر؛میں نے آپ کے آنے کی آرزو کی تھی اور اگر آپ دیر سے آتے تو میں خدا سے دعا کرتا ۔ آپ کو میرے پاس بھیج دے۔بیٹھو اور میرے ساتھ یہ غذا تناول فرماؤ۔

جب امیر المؤمنین علی علیہ السلام بیٹھے تو میں نے دیکھا ۔ پیغمبر اکرم(ص) نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا:

خداوند انہیں ہلاک کرے ۔ جوآپ سے جنگ کرے ،خداوند اس سے دشمنی رکھتا ہے ۔ آپ سے دشمنی کرے۔

عائشہ نے کہا:ان کے ساتھ کون جنگ کرے گا اور کون ان سے دشمنی رکھے گا؟

فرمایا: تو اور تیرے ساتھی۔ یہ حدیث بھی امیرالمؤمنین علی علیہ السلام سے عائشہ کی دشمنی پر دلالت کرتی ہے اور حلانکہ وہ جانتی تھی امام المتقین کون ہیں، لیکن پھر بھی اس نے پوچھا جواس کے انکار کی حکایت کرتا ہے اور پیغمبر اکرم(ص) کی نزرین بھی حکایت کرتی ہے آپ جانتے تھے عائشہ امیرالمؤمنین علی علیہ السلام سے جنگ کرے گی ۔ لہذا رسول خدا(ص) امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی فضیلت بیان کرنا چاہتے تھے اور امت کے افکارسے ہر قسم کے شبہات کو دورکرنا چاہتے تھے امیر المؤمنین علی علیہ السلام حق و صراط مستقیم پر ہیں اور آپ کا دشمن اپنی دشمنی میں باطل پر ہے۔[۱][۲] پیغمبر اکرم(ص) نے یہ روایت مطلق ارشاد فرمائی ہے اس بناء پر اس میں معاویہ اور دوسرے بھی شامل ہیں۔

مروان کے بارے میں رسول خدا(ص) کی پیشن گوئی

کتاب مناقب علی بن ابی طالب"میں لکھتے ہیں:جب مروان پیدا ہوا تو اسے رسول خدا(ص) کے پاس لے کر گئے تاکہ اس کے لئے دعا دیں؛جس طرح مان بچوں کے ساتھ یہ رسم انجام دی جاتی ہے۔ پیغمبر اکرم(ص) نے اس کے لئے یہ کام انجام نہ دیا اور اسے اپنی خیر سے محروم کردیا اور فرمایا: أتون بأزرقهم [۳] سب سے زیادہ نیلی آنکھوں والے کو میرے پاس لائے ہیں۔[۴]

کتاب "الفتن" میں مروزی نے پیغمبر اکرم(ص) کے قول سے یہ جملہ نقل کیاہے:

ابن الزرقاء هلاک عامّة اُمّتی علی یدیه و ید ذرّیّته۔[۵]

میری عام امت ابن زرقاء اور اس کی ذریت کے ہاتھوں ہلاک ہو گی۔

----

[۱] ۔ یہ روایت کشف الیقین:۱۳ اور ۱۴ ،بحارالانوار(قدیم چاپ): ۳۸ /۳۵۱ میں آئی ہے۔ اسی طرح بحار الانوار: ج ۳۸ ص۳۶۰ -۳۴۸ کی طرف رجوع فرمائیں۔

[۲]۔ نبرد جمل:۲۵۴

[۳]مناقب علی و ابی طالب:۲۹۶

[۴]۔"فرہنگ جامع"میں لکھا ہے:"ازرق"خبیث اور بدجنس دشمن کے لیے کنایہ ہے۔

[۵]۔ الفتن مروزی:۷۲

مروان کا معاویہ سے ملنا اور اس کی خباثت

جمل کے واقعہ کے بعد مروان معاویہ سے مل گیا اور اپنی پیدائشی خباثت و نجاست اور اپنے گندے عقیدے کی وجہ سے وہ امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی دشمنی میں کوشاں رہتا رہا اور آنحضرت کی وفات کے بعد اسے دو مرتبہ مدینہ کی حکومت ملی۔

ابن اثیر نے کہا ہے: یہ ہر جمعہ کے دن منبر رسول خدا(ص) پر جاتا اور مہاجرین و انصار کی موجود میں امیر المؤمنین علی علیہ السلام بہت زیادہ سب و شتم کرتا۔جب یزید بن معاویہ کو حکومت ملی تو مروان مدینہ میں تھا اور اس نے واقعہ حرہ میں مدینہ والوں کو قتل کرنے کے لئے مسلم بن عقبہ کو ورغلایا اور معاویہ بن یزید کی خلافت کے زمانے میں وہ شام میں تھا اور جب معاویہ مر گیا اور آل ابی سفیان کی حکومت ختم ہو گئی اور لوگوں نے ابن زبیر کی بیعت کر لی تو مروان نے ابن زبیر کی بیعت کرنے کا ارادہ کیا، اس نے مکہ کی طرف جانا چاہا تو بعض نے اسے منع کیا اور اس خلافت کا لالچ دلایا۔مروان جابیہ کی طرف چلا گیا جو شام اور اردن کے درمیان ہے۔ عمرو بن سعید بن العاص (جو اشدق کے نام سے مشہور تھا) نے مروان سے کہا میں لوگوں سے تمہارے لئے بیعت لیتا ہوں بشرطیکہ تمہارے بعد مجھے حکومت اور خلافت ملے ۔

مروان نے کہا: خالد بن یزید بن معاویہ کے بعد خلافت تمہاری ہے۔اشدق نے قبول کر لیا اور لوگوں کو اس کی بیعت کی طرف بلایا۔

سب سے پہلے جن لوگوں نے اس کی بیعت کی وہ اردن کے لوگ تھے جنہوں نے نہ چاہتے ہوئے بھی تلوار کے خوف سے بیعت کی۔پھر شام اور پھر دوسرے شہروں کے لوگوں نے بیعت کی۔

مروان نے اپنے کارندوں کو مختلف شہروں میں بھیجا اور خود مصر کی طرف روانہ ہو گیا اور اس نے اہل مصر کا محاصرہ کر لیا اور ان کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ انہوں نے ابن زبیر کی بیعت کو چھوڑ دیا اور مروان کی اطاعت میں کرلی۔

مروان نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو ان کا حاکم مقرر کیا اور خود شام واپس لوٹ آیا۔جب وہ شام میں داخل ہوا تو اس نے حسان بن مالک (جو قحطان کا سید و سربراہ تھا) کو بلایااور اس خوف سے کہیں اس کے بعدبداعیہ بدیات میں بغاوت و سرکشی نہ ہو جائے لہذا اس نے اسے ترغیب دلائی کہ وہ خلافت کی طمع کا خیال اپنے دل سے نکال دے۔

جب حسان نے یہ دیکھا تو وہ کھڑا ہوا اور اس نے ایک خطبہ پڑھا اور لوگوں کو مروان کے بعد عبدالملک بن مروان اور عبدالملک کے بعد عبدالعزیزمروان کی بیعت کی دعوت دی اور لوگوں نے بیعت کر لی اور مخالفت نہ کی۔

جب مروان کی بیوی اور خالد بن یزید کی ماں فاختہ کو اس کی خبر ہوئی تو اس نے مروان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا کیونکہ اس نے اپنا وعدہ توڑا تھا جب کہ اس نے وعدہ کیا تھا کہ اس کے بعد خلافت خالد بن یزید کی ہو گی۔پس اس نے دودھ میں زہر ملایا اور مروان کو دیا۔جب مروان نے اسے پیا تو اس کی زبان نے کام کرنا چھوڑ دیا اور وہ حالت احتضار میں پہنچ گیا۔

عبدالملک اور اس کے سب بیٹے اس کے پاس آئے اور مروان نے اپنی انگلی سے خالد کی ماں کی طرف اشارہ کیا یعنی اس نے مجھے قتل کیا ہے ،لیکن خالد کی ماں نے یہ بات چھپانے کے لئے کہا: میرا باپ تم پر قربان؛تم مجھے کتنا چاہتے ہو کہ مرتے وقت بھی مجھے ہی یاد کر رہے ہو اور اپنے بیٹوں کو میری بارے میں وصیت کر رہے ہو۔

دوسرے قول کے مطابق جب مروان سو رہا تھا تو خالد کی ماں نے اس کے منہ پر تکیہ رکھ دیا اور اپنی کنیز کے ساتھ اس پر بیٹھ گئی یہاں تک کہ مروان کا دم نکل گیا۔

یہ واقعہ۶۵ھ میں پیش آیا اور مروان کی تریسٹھ سال عمر تھی اوراس نے تقریباً نو مہینے خلافت کی۔اس کے بیس بھائی، آٹھ بہنیں،گیارہ بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔

فریقین کی کتابوں میں اس پر لعنت کے بارے میں روایات وارد ہوئی ہیں اور اہلسنت کی کتابوں میں اس بارے میں ایک روایت ہے کہ عائشہ نے مروان سے کہا:

میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول خدا(ص) نے تیرے باپ پر لعنت کی جب کہ تو اس کے صلب میں تھا۔

"حیاۃ الحیوان"، "تاریخ خمیس "اور "اخبار الدول" میں مستدرک حاکم سے یہ روایت نقل ہوئی ہے :عبدالرحمن بن عوف نے کہا ہے کہ جب بھی کوئی بچہ پیدا ہوتا تھا تو اسے رسول خدا(ص) کے پاس لایا جاتا کہ آنحضرت اس کے لئے دعا کریں لیکن جب آنحضرت کے پاس مروان کو لایا گیا تو آپ نے اس کے حق میں فرمایا:

هو وزغ بن الوزغ الملعون بن الملعون

یہ چھپکلی اور چھپکلی کا بیٹا ہے، یہ ملعون اور ملعون کا بیٹا ہے۔

حاکم نے بھی روایت کی ہے:

عن عمرو بن مرّة الجهن و کانت له صحبة: ان الحکم بن أبی العاص استأذن عن النبی (ص) فعرف صوته فقال: ائذنوا له، علیه و علی من یخرج من صلبه لعنة اللّٰه الاّ المؤمن منهم و قلیل ماهم، یترفهون فی الدنیا و یضیعون فی الآخرة، ذومکر و خدیعة، یعطون ف الدنیا وما لهم فی الآخرة من خلاق۔[1]

مروان کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشن گوئی

واقدی نے کہاہے کہ جب امیرالمؤمنین علی علیہ السلام جنگ جمل جیت گے تو قریش کے جوانوں کا ایک گروہ آیا اور انہوں نے آنحضرت سے امان طلب کی اور یہ کہ انہیں بیعت کرنے کی اجازت دی جائے اور اس بارے میں انہوں نے عبداللہ بن عباس کو شفیع قرار دیا۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے ان کی شفاعت قبول کی اور انہیں اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔ جب وہ آئے تو آپ نے ان سے خطاب فرمایا:

افسوس ہے تم گروہ قریش پر!کس جرم کی بناء پر تم نے مجھ سے جنگ کی؟کیا میں نے تمہارے درمیان عدل کے بغیر کبھی کوئی حکم کیا؟یا کبھی ایسا ہوا کہ تم لوگوں میں کوئی مال برابر تقسیم نہیں کیا؟یا کسی کو تم لوگوں پر برتری دی؟یا میں پیغمبر(ص) سے دور تھا؟یا میں نے اسلام کی راہ میں کم مصیبتیں برداشت کی ہیں؟

انہوں نے کہا:اے امیر المؤمنین!ہماری مثال یوسف کے بھائیوں کی طرح ہیں، ہمیں معاف فرمائیں اور ہمارے لئے استغفار کیجئے۔

----

[1] ۔ تتمّة المنتهی:۷۹

آپ نے ان میں سے ایک کی طرف دیکھ کر کہا: تم کون ہو؟

اس نے کہا: میں مخزمہ کا بیٹا ساہوں اور اپنے گناہوں اور لغزشوں کا اعتراف کرتا ہوں اور میں نے اپنے گناہوں سے توبہ کی ہے۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا:

میں نے تم لوگوں سے درگذر کی اور تم سب کو معاف کر دیا اور خدا کی قسم! اگرچہ تم لوگوں میں وہ شخص بھی وجود ہے کہ اگر چہ وہ ہمارے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر بیعت تو کرے گا لیکن پشت دکھا دے گا۔

مروان بن حکم جس نے ایک شخص کے ساتھ ٹیک لگائی ہوئی تھی، وہ آگے آیا۔ امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے پوچھا: تمہیں کیا ہوا ہے کیا تم زخمی ہو؟

کہا: جی ہاں! اے امیر المؤمنین! اور مجھے اپنی موت بھی اسی زخم میں دیکھائی دے رہی ہے۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام مسکرائے اور فرمایا:

نہیں؛ خدا کی قسم! اس زخم کا تم پر کوئی خوف نہ ہو اور جلد ہی یہ امت تجھ سے اور تیرے بیٹوں سے خون آلود دن دیکھے گی۔

مروان نے بیعت کی اور واپس لوٹ گیا۔

پھر عبدالرحمن بن حارث بن ہشام آگے آیا اور جب اس پر امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی نگاہ پڑی تو آپ نے فرمایا:

خدا کی قسم! اگرچہ تم اور تمہارا خاندان اہل صلح تھا اگرچہ تم لوگ توانگر ولیکن پھر بھی تم لوگوں سے درگذر کرتا ہوں اور یہ میرے لئے بہت پریشانی کا باعث ہے کہ میں نے تمہیں اس قوم کے ساتھ دیکھا اور میں یہ چاہتا تھا کہ تم لوگوں کے ساتھ یہ اتفاق ہو۔ پس عبدالرحمن نے کہا: وہ ہو گیا کہ جو نہیں ہونا چاہئے تھا۔ اس نے بھی بیعت کی اور واپس چلا گیا۔[1]

----

[1]۔ مبرد جلد ۱ ص:۲۴۸

مروان کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی دوسری پیشن گوئی

ابو مخنف نے عدی سے، انہوں نے ابی ہشام سے، انہوں نے بریدسے، انہوں نے عبداللہ بن مخارق سے اور انہوں نے ہاشم بن مساحق قرشی سے نقل کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہے: میرا باپ کہتا تھا: جب جنگ جمل سے لوگ بھاگ گئے تو قریش کا ایک گروہ۔ (جن میں مروان بن حکم بھی شامل تھا) اس کے پاس آیا اور ان میں سے بعض نے دوسروں سے کہا: خدا کی قسم! ہم نے اس شخص (یعنی امیر المؤمنین علی علیہ السلام) پر ظلم کیا ہے اور بغیر کسی وجہ کے ان کی بیعت کو توڑا ہے۔ اور خدا کی قسم! جب یہ ہم پر کامیاب ہو گئے تو ہم نے رسول خدا(ص) کے بعد ان سے زیادہ کوئی کریم اور بخشنے والا نہیں دیکھا۔ اب آؤ ان کے پاس چلتے ہیں اور ان سے معافی مانگتے ہیں۔ کہتے ہیں: ہم امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے گھر کے دروازے پر گئے اور اجازت طلب کی۔ آنحضرت نے اجازت دی اور جب ہم آپ کے سامنے پہنچے تو ہم میں سے ایک شخص نے کلام کرنا چاہا۔ لیکن آپ نے فرمایا: جب تک میں بات نہ کر لوں آرام سے اور خاموش رہو۔ بیشک میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں ،اگر میں سچ کہوں تو میری تصدیق کرنا اور اگرغلط بیانی سے کام لوں تو میری بات رد کرنا۔ اب میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں!کیا تم لوگ جانتے ہو۔ جب رسول خدا(ص) کی رحلت فرما گئے تو میں آنحضرت کے سب سے زیادہ قریبی تھا اور لوگوں پر حکومت کے لئے سب سے زیادہ حقدار تھا؟ انہوں نے کہا: جی ہاں! ہم جانتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: لیکن پھر بھی تم لوگوں نے مجھے چھوڑ دیا اور ابوبکر کی بیعت کر لی،میں نے برداشت کیا اور میں نہیں چاہا تھا کہ مسلمانوں میں اختلاف و انتشار پیدا ہو۔ ابوبکر نے اپنے بعد عمر کو حکومت دے دی۔میں نے پھر بھی گریز کیا اور لوگوں میں کوئی تحریک پیدا نہ کی حالانکہ میں جانتا تھا کہ اس کام کے لئے میں ہی سب سے زیادہ شائستہ ہوں اور رسول خدا(ص) کی جانشینی کے لئے میں ہی سب سے زیادہ اہل ہوں۔لیکن میں نے صبر و تحمل کا دامن نہ چھوڑا یہاں تک کہ وہ قتل ہو گیا اور اس (عمر)نے مجھے شوریٰ کا چھٹا شخص قرار دیا۔میں نے پھر بھی خلافت سے ہاتھ اٹھا لیاکیونکہ میں مسلمانوں میں تفرقہ نہیں ڈالنا چاہتا تھااور تم

لوگوں نے عثمان کی بیعت کر لی اور تم نے خود ہی اس کے خلاف بغاوت کرکے اسے قتل کر دیا تھا۔میں تو اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا ،تم لوگ خود میرے پاس آئے اور میری بیعت کی ۔ جس طرح تم لوگوں نے ابوبکر اور عمر کی بیعت کی تھی۔تم لوگوں نے ان دونوں سے تو وفاداری کی لیکن تم نے مجھ سے اپنے عہد کی وفا نہ کی ۔کس چیز کی وجہ سے تم لوگوں نے ان دونوں کی بیعت تو نہ توڑی لیکن میری بیعت توڑ دی؟

ہم نے کہا: اے امیر المؤمنین علی علیہ السلام!آپ خدا کے صالح بندے حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح بنیں کہ جو فرماتے تھے: آج تمہارے لئے کوئی ملامت نہیںہے۔خدا تمہیں معاف کردے گا ۔وہ بڑا رحم کرنے والا ہے .[1]

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا: آج تم لوگوں کے لئے کوئی سرزنش نہیں ہے اگرچہ تم لوگوں میں ایسا شخص بھی وجود ہے کہ اگر وہ اپنے ہاتھ سے میری بیعت کرے تو مجھے پشت دکھا دے گا۔ امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی مراد مروان بن حکم تھا۔[2]

مروان کے بارے میں ایک اور پیشگوئی

کتاب "الاستعاب" کے مؤلف کہتے ہیں: امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے مروان کو دیکھا تو اس سے فرمایا: وای اور افسوس !تم سے اور تمہارے بیٹوں سے امت محمد(ص)پر!؛ جب تمہارے شقیقہ کے بال سفید ہو جائیں گے۔

مروان"خیط باطل"کے نام سے مشہور تھا۔اور اسے یہ نام اس وجہ سے کہلاتا تھا کہ وہ لمبے قد کا اور کانپتاتھا۔عثمان کے گھر میں ہونے والی جنگ میں مروان کی گردن کے پیچھے ایک ضربت لگی تھی کہ وہ منہ کے بل زمین پر گرا تھا۔

جب مروان کو حکومت ملی تو اس کے بھائی عبدالرحمن بن حکم (جو شوخ شاعراور طنز باز اوروہ اچھے شعر کہتا تھا مروان کا ہم عقیدہ نہیں تھا) نے یوں شعر کہا:

----

[1]۔ سورہ یوسف،آیت:۹۲

[2]۔ نہج البلاغہ ،خطبہ ۷۳ ،شرح ابن ابی الحدید ج ل:۲۴۹

"خدا کی قسم! میں نہیں جانتا وں ۔ اس ؒ کی بیوی سے پوچھوں ۔ آخر کیا وا ہے ۔ جسے گردن کے پیچھے ضربت لگی تھی؟ خداوند اس قوم کو نابود کرے ۔ جس نے لمبے قد کے کانپنے والے ؒ کو لوگوں کا امیر بنا دیا اور وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جسے نہیں چاہتا عطا نہیں کرتا"۔ کہا گیا ہے:عبدالرحمن نے یہ شعر اس وقت کہا ۔ جب معاویہ نے مروان کو مدینہ کا حاکم بنایا تھا۔عبدالرحمن ،مروان کی بہت زیادہ مذمت کرتا تھا اور اس کی مذمت میں اس کے اوراشعار یوں ہیں:

اے مروان؛میں نے اپنا فائدہ تجھے، مرو، کانپنے والے دراز قامت مروان اور خالد کو بخش دیا۔

ماک اریب نے بھی مروان کی مذمت کی ہے اور یوں شعر کہا ہے:

"مجھے تیری جان کی قسم!مروان ہمارے اور انجام نہیں دے گا ، بلکہ جز کی بیٹی ہمارے بارے میں حکم دے گی۔اے کاش؛وہی ہماری امیر وتی ۔اور اے کاش؛اے مروان تمہارے نزدیک اس شرمگاہ وتی۔

مروان کی مذمت میں اس کے بھائی عبدالرحمن کے دوسرے اشعار یوں ہیں:ہاں؛کون ہے ۔ جو میری طرف سے میرا پیغام مروان تک پہنچائے۔ جب معاویہ کو خلافت ملی تو سب سے پہلے اس نے مروان کو مدینہ کا حاکم بنایا اور پھر مکہ اور طائف کی حکومت بھی اسی کے سپرد کردی۔پھر اسے اس حکومت سے معزول کر دیا اورسعید بن عاص کو حاکم بنا دیا۔جب یزید بن معاویہ ہلاک وگیا تو اس کا بیٹے ابولیلیٰ معاویہ بن یزید کو ۶۴ھ میں حکومت ملی ۔وہ چالیس دن تک خلیفہ رہا اور پھر مر گیا۔اس کی ماں (ام خالدبنت ابوخالد بنت ابوہاشم بن عتیبہ بن ربیعة بن عبد شمس تھی)نے اس سے کہا:اپنے بعد خلافت اپنے بھائی کو دی دو۔

معاویہ بن یزید نےوقبول نہ کیا اور کہا:یہ ممکن نہیں ہے ۔ اس کی باتوں کی تلخی میرے ذمہ و اور مٹھاس تمہارے لیئے و۔ اس وقت مروان نے خلافت کے لئے قیام کیا اوریہ شعر کہا:

میں ایسا فتنہ دیکھ رہا ونکہ جس کی دیگ ابل رہی ہے اور ابولیلیٰ کے بعد بادشاہی اسی کی ہے ۔ جو غلبہ پا جائے گا اور جیت جائے گا۔[1]

----

[1] ۔ جلوہ تاریخ در شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید:ج۳ ص۲۶۶

امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی مروان کے بارے میں "نہایۃ الأرب" سے پیشن گوئی

کتاب "نہایۃ الأرب" میں آیا ہے: مروان نے رسول خدا(ص) کو نہیں دیکھا تھا کیونکہ وہ ابھی ایک نا سمجھ بچہ تھا۔ جب وہ اپنے باپ کے ساتھ طائف چلا گیا اور پھر عثمان کی حکومت کے دوران مدینہ واپس آیا تھا۔

جب اس کا باپ مر گیا تو عثمان نے اسے اپنے کاتب کے طور پر رکھ لیا۔مروان عثمان کے افکار و رفتار پر اس طرح حاوی ہوگیا تھا کہ لوگوں کے قیام و بغاوت اور عثمان کے قتل کا اصل سبب وہی تھا۔

ابن عبدالبر نے کتاب "الاستیعاب"[1] میں نقل کیا ہے: ایک دن حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام مروان کے پاس گئے اور فرمایا:

اے وای ہو تجھ پر! تجھ سے اور تیرے بیٹوں سے امت محمد پر وای ہو،وای ہو!اس وقت کہ جب تجھے طاقت ملے گی۔

مروان کو "خیط باطل"کہتے تھے۔عثمان کے گھر جنگ کے دن اس کی گردن کے پیچھے ایک ضربت لگی تھی کہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا۔

اس کا بھائی عبدالرحمن بن حکم اس کا ہم عقیدہ نہیں تھا اور وہ شوخ طبیعت کا شاعر تھا جس نے اس کے بارے میں یوں کہا:

خدا کی قسم! میں نہیں جانتا اور جس شخص کو پس پشت ضربت ماری گئی میں اس کی بیوی سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ آخر کیا ہوا ہے،خداوند اس قوم کو رسوا کرے کہ جس نے اس بوسیدہ رسی کو حاکم بنا دیا ہے اور وہ لوگوں کا امیر بن گیا ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کر دیتا ہے۔ نقل کیا گیا ہے:جب معاویہ نے مروان کو مدینہ کا حاکم بنایا تو اس کے بھائی نے یہ شعر کہا تھا اور وہ مروان کی بہت زیادہ مذمت کرتا تھا۔[2]

----

[1]۔ الاستیعاب: ۱۳۸۸

[2]۔ نہایۃ الأرب: ج۶ص۶۹

عمرو بن سعید بن عاص کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی پیشن گوئی

معاویہ نے عمرو بن سعید بن عاص کو مکہ کا حاکم بنایا ، جو تکبر کی وجہ سے بہت مشہور تھا اور یہ وہی ظالم و جابر ہے ، رسول خدا(ص) کے منبر پر جس کے ناک سے خون بہنا شروع ہو گیا تھا۔

ابن قتیبہ اور اس کے علاوہ دوسروں نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے ، اس نے کہا:میں نے پیغمبر خدا(ص) سے سنا ہے ، آپ نے فرمایا:

میرے منبر پر بنی امیہ کے ظالموں اورجابروں میں سے ایک کے ناک سے خون جاری ہو گا اور منبر پراس کا خون گرے گا۔ابوعبیدہ نے کتاب "مثالب" میں اور ابو جعفر نے تاریخ میں روایت کی ہے ، عمرو بن سعید بن عاص جب مدینہ کا حاکم بنا تو اسے عبید اللہ بن زیاد کا خط ملا جس میں اس نے حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر دی! اس نے منبر پر سے لوگوں کے لئے خط پڑھا اور کہا:

اے محمد!یہ دن بدر میں تمہارے دن کے بدلہ میں انجام پایا ہے!اس وقت انصار کے ایک گروہ نے اس کی بات کو رد کیا۔[1]

جنگ نہروان میں ذوالثدیہ کے قتل کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی پیشن گوئی

ابراہیم بن دیزیل نے کتاب"صفین" میں اعمش کے قول سے اور اس نے زید بن وہب سے نقل کیا ہے: جب علی علیہ السلام نے خوارج کے پاؤں نیزوں کے ذریعہ اکھاڑ دیئے تو فرمایا: ذوالثدیہ کا جسم تلاش کرو اور انہوں نے اسے تلاش کرنے کی بہت کوشش کی ، وہ انہیں ایک نچلے ہموار زمین پر دوسرے مردوں کے نیچے ملا۔اسے حضرت علی علیہ السلام کے پاس لایا گیا اور اس کے سینہ پر بلی کی مونچھوں کی طرح بال نکلے ہوئے تھے ۔ آنحضرت نے تکبیر کہی اور لوگوں نے بھی خوشی سے آپ کے ساتھ مل کر تکبیر کہی۔

----

[1]۔ معاویہ و تاریخ:101

اسی طرح انہوں نے لم ضبی سے اور نہوں نے حبّۃ عرنی سے نقل کیاہے ، انہوں نے کہا:

ذوالثدیہ ایک سیاہ اور بدبُ اک شخص تھا ۔اس کے ہاتھ عورتوں کے پستان کی طرح تھے ۔جب اسے کھینچتے تھے تو بلندی کی وجہ سے اس کے دوسرے ہاتھ تک پہنچ جاتے تھے اور جب اسے چھوڑتے تھے تو اکٹھے ہو کر عورت کے پستان کی طرح بن جاتے تھے۔اس پر بلّی کی مونچھوں کی طرح بال نکلے ہوئے تھے۔جب اس کا جسم ملا تو اس کا ہاتھ کٹا ہوا تھااور اس کے ہاتھ کو نیزہ پر بلند کیا گیا۔علی علیہ السلام نے بلند آواز سے کہا:

خدا نے سچ کہا ہے اور اس کے رسول (ص) نے صحیح ابلاغ کیا ہے۔

عصر کے بعد تک آپ اور آپ کے ساتھی یہی کلمہ کہہ رہے تھے ، جب تک سورج غروب ہو گیا یا غروب ہونے کے نزدیک تھا۔

ابن دیزیل نے بھی اسی طرح روایت کی ہے ، جب ذوالثدیہ کے جسم کو تلاش کرنے میں علی علیہ السلام کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا تو فرمایا:رسول خدا(ص) کی سواری لے آؤ۔

سواری لائی گئی اور آپ اس پر سوار ہوئے لوگ آپ کے پیچھے چل پڑے۔آپ مقتولین کو دیکھ رہے تھے اور فرماتے تھے:منہ کے بل پڑے ہوئے مقتولین کو سیدھا کرو اور آپ ایک ایک کر کے مقتولین کا جائزہ لے رہے تھے یہاں تک کہ اس کا جسم ملا تو علی علیہ السلام سجدہ شکر بجا لائے۔

بہت سے گروہ نے روایت کی ہے ، جب علی علیہ السلام نے پیغمبر اکرم(ص) کی سواری طلب کی تھا ، اس پر سوار ہوں تو فرمایا: یہ سواریٔ لا تھا ، یہ رہنما ہو اور آخر کا وہ سواری منہ کے بل پڑے ایک جنازے کے پاس کھڑی ہو گئی اور پھر ذوالثدیہ کے جسم کو مردوں کے نیچے سے باہر نکال لیا گیا۔

عوام بن حوشب نے اپنے باپ سے اور انہوں نے اپنے دادا یزید بن رویم سے نقل کیا ہے ، انہوں نے کہا:علی علیہ السلام نے جنگ نہروان کے دن فرمایا:

آج ہم ہزار چار ہزارخوارج کو قتل کریں گے ۔ جن میں سے ایک ذوالثدیہ و گا۔

جب خوارج یہ جنگ ہار گئے تو علی علیہ السلام نے اس کے جسم کو تلاش کرنے کا ارادہ کیا۔میں بھی آنحضرت کے پیچھے چل پڑا اور علی علیہ السلام نے مجھے حکم دیا ۔ ان کے لئے چار ہزار تیر تراشے جائیں۔پھر وہ رسول خدا(ص) کی سواری پر سوار وئے اور مجھ سے فرمایا:مقتولین میں سے ہر ایک پر ایک تیر رکھو۔

میں اس دوران حضرت علی علیہ السلام کے آگے آگے چل رہا تھا اور وہ میرے پیچھے آ رہے تھے اور لوگ آپ کے پیچھے چل رہے تھے۔میں ہر مقتول پر ایک تیر رکھتا تھا یہاں تک ۔ میرے پاس ایک تیر ہی باقی بچا ۔میں نے آنحضرت کی طرف دیکھا تو مجھے محسوس وا ۔ جیسے آپ کا چہرہ افسردہ و اداس و۔

آپ نے فرمایا:خدا کی قسم میں جھوٹ نہیں بولتا اور مجھ سے جھوٹ نہیں کہا گیا۔

اچانک میں نے ایک نچلی جگہ سے پانی بہنے کی آواز سنی ۔

فرمایا:یہاں تلاش کرو۔

میں نے جستجو کی تو دیکھا ۔ ایک مقتول پانی میں گرا پڑا ہے۔میں نے اس کا ایک پاؤں پکڑ کر کھینچا اور کہا ۔ یہ کسی انسان کا پاؤں ہے۔حضرت علی علیہ السلام بھی جلدی سے اپنی سواری سے نیچے اترے اور دوسرے پاؤں کو ڈھونڈنا شروع کیا اور مل کر ا سے باہر نکالا اور جب اسے زمین پر رکھا تو معلوم وا ۔ وہ ذوالثدیہ کا پاؤں ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے بہت بلند آوز سے تکبیر کہی اور پھر سجدہ شکر بجا لائے اورپھر سب لوگوں نے بھی تکبیر کہی۔

بہت سے مورخین نے روایت کی ہے ۔ پیغمبر اکرم(ص) نے ایک دن اپنے اصحاب سے فرمایا:

بیشک تم میں سے ایک قرآن کی تاویل کے لئے جنگ کرے گا ۔ جس طرح میں تنزیل قرآن کے لئے جنگ کی۔

ابوبکر نے کہا:اے رسول خدا(ص) ؛کیا وہ شخص میں وں۔

فرمایا:نہیں۔

مر نے کہا: کیا میں وہ شخص ہوں؟ آنحضرت نے فرمایا: نہیں، بلکہ وہ ہے جو اپنے جوتے کو پیوند لگا رہا ہے۔

پھر علی علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔(۲)(۱)

یہ روایت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے جنگوں کے برحق ہونے اور آنحضرت سے جنگ کرنے والوں کی گمراہی کی تائید کرتی ہے۔ چاہے وہ ناکثین ہوں، قاسطین ہوں، یا پھر مارقین ہوں۔

محمد بن ابی بکر اور ان کی شہادت کے واقعہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) پیشن گوئی

جن ایام میں رسول خدا(ص) مدینہ میں تھے تو ابوبکر کو کسی ایک جنگ میں بھیجا گیا۔اس کی بیوی اسماء بنت عمیس نے خواب دیکھا کہ جیسے ابوبکر نے اپنے سر اور داڑھی کو مہندی لگائی ہو اور سفید کپڑے پہنے ہوں۔ وہ عائشہ کے پاس آئی اور اس نے اپنا خواب بیان کیا۔ عائشہ نے کہا:اگر تمہارا خواب سچا ہو تو ابوبکر قتل ہو گیا ہے۔وہ خضاب اس کا خون اور سفید کپڑے اس کا کفن ہے۔اس نے رونا شروع کر دیا اور جب عائشہ رو رہی تھی تو پیغمبر اکرم(ص) تشریف لائے اور اس سے پوچھا: تم کس لئے رو رہی ہو؟ انہوں نے کہا:اے رسول خدا(ص)!اسے کسی نے نہیں رلایا ہے ۔اسماء نے ابوبکر کے بارے میں جو خواب دیکھا ہے کہ جس کی وجہ سے عائشہ رو رہی ہے۔جب آنحضرت سے وہ خواب بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

جس طرح عائشہ نے تعبیر کی ہے ویسے نہیں ہے بلکہ ابوبکر صحیح و سالم واپس آ جائے گا۔اسماء کو دیکھ رہے ہو۔اسماء حاملہ ہو گی اور وہ ایک بیٹے کو جنم دے گی کہ جس کا نام محمدرکھا جائے گااور خدا وند اسے کافروں اور منافقوں کے لئے غضب قرار دے گا۔(۳)

----

[۱] ۔ اس حدیث اور اس میں ذکر ہونے والے منابع کے بارے میں مزید تفصیلات کے کئے کتاب "فضائل الخمسة من الصحاح الستة":ج۲ص۳۵۴-۳۴۹ تیسری چاپ بیروت ۱۳۷۳ ہجری قمری کی طرف رجوع فرمائیں۔

[۲]۔ جلوہ تاریخ در شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج۱ص۳۸۹

[۳]۔ جلوہ تاریخ در شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید: ج۳ص۲۲۷

یہ واقعہ کتاب "الغارات"میں کچھ فرق کے ساتھ نقل کیا گیا ہے ۔

ابواسحاق کہتے ہیں:جب محمد کی ماں اسماء بنت عمیس کو اپنے بیٹے کی شہادت کی خبر ملی اور اس کے ساتھ جو کچھ ہوا،وہ اس سے آگاہ ہوئی تو انہوں نے اپنے حزن کو ظاہر نہ ہونے دیا جب کہ دل میں وہ غمگین تھی۔جب وہ محراب کی طرف جا رہی تھیں تو اس کے سینہ سے خون جاری ہو گیا۔

ابواسماعیل کثیر النواء کہتے ہیں:ابوبکر کسی جنگ میں شرکت کے لئے مدینہ سے باہر گیا تو اس کی بیوی اسماء بنت عمیس نے خواب میں دیکھا کہ ابوبکر نے اپنے سر اور داڑھی کو خضاب لگایا ہے اور سفید لباس پہنا ہے۔وہ عائشہ کے پاس آئیں اور اس سے اپنا خواب بیان کیا ۔عائشہ نے کہا کہ اگر تمہارا خواب سچ ہے تو گویا ابوبکر قتل ہو گیا ہے۔خضاب خون کی علامت ہے اور اس کا سفید لباس اس کے کفن کی علامت ہے۔عائشہ روتی ہوئی رسول خدا(ص) کی خدمت میں آئی۔رسول اکرم(ص) نے پوچھا:تم کیوں رو رہی ہو؟ اس نے اسماء کاخواب بیان کیا۔رسول خدا(ص) نے فرمایا:عائشہ نے جو تعبیر کی ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ ابوبکر صحیح و سالم اسماء کے پاس واپس آ جائے گا۔اس کے بعد اسماء ایک بچے کو جنم دے گی کہ جس کا نام محمد رکھا جائے گا،خداوند اسے کافروں اور منافقوں کے لئے غضب قرار دے گا۔

یہ جوان وہی محمد بن ابی بکر ہیں کہ جو اس دن شہید ہوئے۔[1]

جیسا کہ رسول خدا نے خبر دی تھی محمد بن ابی بکر امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی خلافت کے زمانے میں آپ کے باوفا ساتھیوں اور آنحضرت کے دشمنوں کی آنکھ کا کانٹا تھے۔جنگ جمل و صفین میں آپ امیر المؤمنین علی علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے تھے اور آپ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک آنحضرت کی خدمت میں رہے۔

محمد بن ابی بکر امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی طرف سے مصر کے حاکم تھےاور کہ بالآخر معاویہ بن حدیج کے ہاتھوں شہید ہو گئے کہ جسے معاویہ بن ابی سفیان اور عمرو بن عاص نے محمد بن ابی بکر کو گرفتار کرنے کے لئے مأمور کیا تھا۔

----

[1]۔ الغارات و شرح اعلام آن:۱۵۰

معاویہ بن حدیج شریر اور بے رحم شخص تھا۔اس نے محمد بن ابی بکر کو مصر میں گرفتار کرنے کے بعد پہلے ان کی گردن جدا کی اور پھر ان کا جسم گدے کی کھال میں رکھ کر جلا دیا۔

جب محمد کی بہن عائشہ کو اس کی خبر ہوئی تو وہ بہت بے تاب ہوئی اس کے بعد وہ ہمیشہ ہر نماز کی تعقیبات میں قنوت پڑھتی تھی ۔ جس میں معاویہ بن ابی سفیان ، عمروبن عاص اور معاویہ بن حدیج پر لعنت کرتی تھے۔

جب امیر المؤمنین علی علیہ السلام کو کوفہ میں محمد بن ابی بکر کی شہادت کی خبر ہوئی تو آپ بہت غمگین ہوئے اور فرمایا:

بیشک مکہ کو تباہ کرنے والو اور ظلم و ستم کو دوست رکھنے والو اور لوگوں کو خدا کی راہ سے دور رکھنے والو اور اسلام کو جس کی طرف لے جانے والو ۔آگاہ ہو جاؤ ، محمد بن ابی بکر شہید ہو گئے ہیں ،ان پر خدا کی رحمت ہو،انہیں خدا کے نزدیک بغیر حساب لایا جائے گا۔

مدائنی کہتے ہیں: علی علیہ السلام سے کہا گیا:اے امیر المؤمنین علی علیہ السلام !آپ محمد بن ابی بکر کی شہادت پر بہت بے چین ہوئے؟

فرمایا: اس میں کیا حرج ہے ، وہ میرے ہاتھوں کا پروردہ اور تربیت یافتہ تھا اور وہ میرے بیٹوں کے لئے بھائی اور میں اس کا باپ ہوں اور وہ میرے بیٹے کی طرح ہے۔[1]

سمرۃ بن جندب کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) پیشین گوئی

شریک روایت کرتے ہیں:عبداللہ بن سعد نے حجر بن عدی سے ہمارے لئے نقل کیا ہے ، انہوں نے کہا : میں مدینہ میں آیا اور میں ابوہریرہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ۔ اس نے پوچھا:کہاں کے رہنے والے ہو؟

میں نے کہا:میں بصرہ کا رہنے والا ہوں۔

----

[1]۔ اعجاز پیغمبر اعظم(ص) در پیشگوئی از حوادث آئندہ:۳۵۱

اس نے پوچھا:سمرۃ بن جندب کا کیا حال ہے؟میں نے کہا:وہ زندہ ہے۔

اس نے کہا:کوئی اور کی لمبی عمر میرے لئے اس کی لمبی عمر سے زیادہ خوش آئند نہیں ہے۔

میں نے کہا:اس کی کیا وجہ ہے؟کہا:پیغمبر اکرم(ص) نے مجھے ،اسے اور حذیفہ بن الیمان سے فرمایا تھا:جو کوئی بھی تم میں سے دو کے بعد مرے وہ دوزخ میں ہے۔ حذیفہ ہم سے پہلے چلے گئے اور اب میری یہ خواہش ہے کہ میں سمرۃ سے پہلے مر جاؤں۔ کہتے ہیں: سمرۃ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت تک زندہ تھا۔

احمد بن بشیر ، سعربن کدام سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:امام حسین علیہ السلام کے کوفہ کی طرف روانگی کے وقت سمرۃ بن جندب عبداللہ بن زیاد کا سپہ سالار تھا اور وہ لوگوں کو امام حسین علیہ السلام کے خلاف جنگ کرنے اور قیام کے لئے ابھارتا تھا۔[1]

کربلا کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشنگوئی

حسن بن محبوب نے ثابت ثمالی اور انہوں نے سوید بن غفلہ سے نقل کیا ہے: ایک دن امیر المؤمنین علی علیہ السلام خطبہ دے رہے تھے۔ایک شخص منبر کے پاس سے اٹھا اور اس نے کہا:اے امیر المؤمنین !میں وادی القری سے گزر رہا تھا تو میں متوجہ ہوا کہ خالد بن غرفطہ مر گیا ہے۔اس کے لئے مغفرت طلب کریں۔ امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم!وہ نہیں مرا اور تب تک نہیں مرے گا یہاں تک کہ وہ گمراہ لشکر کی قیادت کرے گا جو اس کے علم کو کندھوں پر اٹھائے گا۔وہ حبیب بن حمار[2]ہیں ۔

----

[1] ۔ سمرۃ کی موت کے سال میں اختلاف ہے اور اس کے بارے میں ۵۸،۵۹ اور ۶۰ ہجری لکھا گیا ہے۔ابن عبدالبر نے کتاب الاستیعاب: ج ۲ص۷۶ میں الاصابہ کے حاشیہ میں لکھا ہے: وہ ابلتے پانی کے برتن میں گر کر جل گیا اور ابوہریرہ سے پیغمبر اکرم(ص) نے وجہ بات فرمائی تھی (کہ تم تینوں میں سے جو آخر میں مرے وہ آگ میں ہے) وہ بات صحیح ثابت ہوئی۔

[2] ۔ حالانکہ تہران کی قدیم چاپ میں بھی اس شخص کا نام یہی نام ہے لیکن ظاہراً اس کا صحیح نام جماز ہے کہ جو شیخ مفید کی کتاب "اختصاص" اور صفّار کی کتاب "بصائر الدرجات" میں آیا ہے: بحارالانوار:ج۴۱ص۲۸۹

اسی وقت ایک دوسرا شخص منبر کے قریب سے کھڑا ہوا اور اس نے کہا:اے امیر المؤمنین علی علیہ السلام ؛!میں حبیب بن حمار ہوں۔آپ کا شیعہ اور محب ہوں۔امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا:تم حبیب بن حمار ہو؟

کہا:جی ہاں۔

علی علیہ السلام نےدوبارہ پوچھا:تمہیں خدا کی قسم!کیا تم ہی حبیب بن حمار ہو؟

اس نے کہا: خدا کی قسم!جی ہاں۔

فرمایا: خدا کی قسم؛تم وہ علم کندھوں پر اٹھاؤ گے اور اس علم کے ساتھ مسجد کے اس دروازے سے داخل ہو گے۔اور آپ نے مسجد کوفہ کے باب الفیل کی طرف اشارہ کیا۔ثابت نے کہا:خدا کی قسم ؛میں تب تک نہیں مرا ، جب تک میں نے ابن زیاد کو دیکھا ، اس نے عمرو بن سعد کو امام حسین علیہ السلام سے جنگ کے لئے بھیجا۔اس نے خالد بن عرفطہ کو اپنے لشکر کا سالار بنایا اور حبیب بن حمار نے اس کا رایت اپنے کندھوں پر اٹھایا۔ باب الفیل سے مسجد میں داخل ہوا۔[1]

کربلا میں ابن زیاد کے لشکر کے سرداروں میں سے حصین بن تمیم کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشن گوئی

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے منبر پر خطبہ دیا اور اس کے ضمن میں فرمایا:

"مجھ سے پوچھو؛ اس سے پہلے کہ تم مجھے کھو دو....."

تمیم بن اسامۃ بن زہیر بن درید تمیمی نے آپ پر اعتراض کیا اور آپ کی بات کو کاٹ کر پوچھا:

میرے سر پر کتنے بال ہیں؟

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

----

[1] ۔ یہ موضوع امالی شیخ صدوق میں آیا ہے ، جو اس میں سہو سے خالی نہیں ہے، شیخ مفید نے کتاب ارشاد میں تمیم اور حصین کا نام ذکر کئے بغیر اسے ذکر کیا ہے ۔ مفید کی پیروی کرتے ہوئے۔طبرسی نے بھی اعلام الوری میں کسی کا نام ذکر نہیں کیا۔:بحار الانوار: ج۴۴ص۲۵۷

بیشک خدا کی قسم؛میں یہ جانتا ہوں اور فرض کرو کہ میں تمہیں اس کے بارے میں بتا دوں تو تمہارے پاس اس کی کیا دلیل ہو گی(تم کس طرح انہیں گنوگے) اور میں تمہیں تمہارے کھڑے ہونے اور سوال پوچھنے کی وجہ سے ایک خبر دیتا ہوں کیونکہ مجھ سے کہا گیا ہے کہ تمہارے ہر بال پر ایک فرشتہ ہے کہ جو تجھ پر لعنت کر رہا ہے اورایک شیطان تمہیں اکسا رہا ہے اور اس بات کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے گھر میں ایک شیر خوار بچہ ہے کہ جو رسول خدا(ص) کے بیٹے (امام حسین علیہ السلام) کو قتل کرے گا اور دوسروں کو بھی ان کے قتل کے لئے ابھارے گا۔

اور بعینہ ویسے ہی ہوا جیسے امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ تمیم کا ایک بیٹا تھا کہ جس کا نام حصین تھا کہ جو اس وقت شیر خوار بچہ تھا اور بالآخر یہ ابن زیاد کے لشکر کا سالاربن گیا اور ابن زیاد نے اسے عمر بن سعد کے پاس بھیج دیا اور اسے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیااور حصین سے کہا:ابن سعد کو اس کے قول سے خبردار کرے کہ ان کے کام میں تاخیر نہ کرے۔جس دن امام حسین علیہ السلام صبح کی شہادت ہوئی اس سے پہلے والی رات حصین کربلا پہنچا تھا۔[1]

پیشنگوئیوں کے وقوع پذیر ہونے کو روکنے کے لئے بُرید منصوبہ بندی

قابل توجہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے تمام منصوبوں کے ذریعہ پیشنگوئیوں کو روکنے کی کوشش کی اور انہوں نے رسول خدا(ص) اور اہلبیت اطہار علیہم السلام کی حدیثوں کو لکھنے اور تدوین کرنے سے منع کیا[2]اور اسی طرح پیشنگوئیوں کو چھپانے کے لئے ان کے ددوسرے تمام منصوبوں کے علاوہ بھی یہ لوگوں تک پہنچ گئیں اور جس طرح ہم نے بعض موارد میں ذکر کیا ہے کہ یہ پیشنگوئیاں بہت سے لوگوں کو بیدار کرنے اور انہیں راہ راست پر لانے کا باعث بنیں۔ یہ واضح سی بات ہے کہ اگر لوگ پیغمبر خدا(ص) اور آپ کے پاک خاندان علیہم السلام کے تمام فرمودات سے آگاہ ہوجائیں تو بے شمار افراد راہ راست پر آجائیں گے۔

----

[1]۔ جلوہ تاریخ در شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید:ج۵ ص۱۰

[2] ۔ احادیث کو تدوین کرنے سے روکنے کے مختلف عوامل ہیں کہ جن میں سے ایک عامل رسول خدا(ص) کی پیشنگوئیوں کو چھپانا تھا۔

بہت ہی بہترین اور قابل غور نکتہ یہ ہے کہ لوگوں میں خاندان اطہار علیہم السلام کی پیشگوئیاں پھیلنے کے بعد دشمن کو خاندان وحی علیہم السلام کی پیشگوئیوں کو روکنے کے سلسلہ میں شکست کا سامنا کرنا پڑاتو انہوں نے ان پیشگوئیوں کی مخالفت کے لئے نیا منصوبہ بنایا تا کہ شاید ان پیشگوئیوں کے اثرات کو ختم کر سکیں کہ جن کی وجہ سے لوگ ہدایت پا رہے تھے،بلکہ ان کے مثبت اثرات کومنفی اثرات میں تبدیل کر سکیں ۔ جب کہ وہ اس چیز سے غافل تھے کہ (وَ مَکَرُوا وَمَکَرَ اللّٰہ وَ اللّٰہُ خَیْرُ الْمٰاکِرِیْن) ۔ لیکن ان کے نئے منصوبے بھی ان پیشگوئیوں کے اثرات کو کم نہ کر کے بلکہ اس سے بنی امیہ اور خاندان وحی علیہم السلام کے مخالفین کو مزید رسوائی کا سامنا کرنا پڑا اور ان کی رسوائی میں سو گنا اضافہ ہوا۔

لوگوں میں پھیلنے والی پیشگوئیوں کے وقوع پذیر ہونے کو روکنے کے لئے ان کا یہ منصوبہ تھا کہ وہ ان کے برخلاف عمل کرتے تھے ۔ بنی امیہ اور دوسرے تمام دشمنوں نے یہ ارادہ کیا کہ پیشگوئیوں میں جو کچھ کہا گیا ہے اس کے برخلاف عمل کریں تا کہ وہ اپنی سوچ کے مطابق ان کے مثبت اثرات کو ختم کرکے لوگوں کو بدظن کریں اور ان کے جھوٹ ہونے کو ثابت کر سکیں!

ہم یہاں ان پیشگوئیوں کے دو نمونہ نقل کرتے ہیں کہ بنی امیہ کے ان کی مخالفت کرنے اور ان کے برخلاف عمل کرنے کا ارادہ کیا تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ ان کے اس منصوبہ کو بھی شکست کا سامنا کرنا پڑا اور اس سے نہ صرف خاندان عصمت و طہارت علیہم السلام کی عظمت مزید واضح ہو گئی بلکہ بنی امیہ اور اہلبیت علیہم السلام کے دوسرے دشمنوں کی خباثت بھی مزید آشکار ہو گئی۔

یہ پیشگوئیاں شیعوں کی دو بہت ہی باعظمت شخصیات کے بارے میں ہیں: ایک رشید ہجری اور دوسرے جناب میثم تمّار ہیں۔

اب ہم ان پیشگوئیوں کو نقل کریں گے اور پھر ان کا تجزیہ و تحلیل کریں گے:

۱۔ رشید ہجری کی شہادت اور ان سے مقابلہ کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشگوئی

کتاب "الغارات" کے مؤلف لکھتے ہیں: زیاد بن نصر حارثی کہتے ہیں: میں زیاد بن ابیہ کے پاس تھا ۔ (حضرت) علی علیہ السلام کے خاص اصحاب میں سے رُشید ہَجری کو اس کے پاس لایا گیا۔

زیاد نے ان سے پوچھا: تمہارے دوست (حضرت علی علیہ السلام) نے ہمارے اعمال کے بارے میں تم سے کیا کہا ہے؟

رُشید نے کہا: میرے آقا نے فرمایا ہے میرے ہاتھ پاؤں کاٹ کر مجھے تختۂ دار پر لٹکا دیا جائے گا۔

زیاد نے کہا: خدا کی قسم میں ان کی بات کو غلط ثابت کر دوں گا ! اسے آزاد کر دو۔

جیسے ہی رُشید نے جانا چاہا ،زیاد نے کہا: اسے واپس لے آؤ۔پھر رشید کی طرف رخ کر کے کہا:

تمہارے دوست نے تمہارے بارے میں جو کہا، مجھے تمہارے لئے اس سے بہتر کوئی چیز نظر نہیں آتی۔اگر تم زندہ رہے تو ہمیشہ میرے لئے شرّ اور بدی کی کوشش کرتے رہو گے ۔پھر اس نے حکم دیا کہ رُشید کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کاٹ دیئے جائیں۔

رشید اس حالت میں بنی امیہ اور زیاد پر لعنت (سبّ و شتم) کر رہے تھے۔ زیاد نے حکم دیا کہ رشید کو پھانسی دے دی جائے۔ جب انہیں تختۂ دار پر لے کر گئے تو رشید نے کہا: میرے ساتھ تمہارا ایک کام باقی رہ گیا ہے اور لگتا ہے کہ تم وہ کام انجام نہیں دو گے۔

زیاد نے کہا: اس کی زبان کاٹ دو۔جب زیاد کے جلادوں نے ان کی زبان باہر نکالی تا کہ اسے کاٹ دیں تو رشید نے کہا: مجھے ایک بات اور کہنے کی اجازت دے دو۔ جب انہیں اجازت دے دی گئی تو رشید نے کہا:خدا کی قسم؛ یہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی خبر کی تصدیق ہے کہ انہوں نے مجھے اس کی خبر دی تھی کہ میری زبان کاٹ دی جائے گی اور پھر ان کی زبان کاٹ دی گئی۔[۱]

----

[۱]۔ پیشگوئی ہای امیرالمؤمنین علی علیہ السلام از فتنہ ھا و حوادث آیندہ: ۱۱۶

۲-جناب میثم کی شہادت اور ان سے متعلق کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشن گوئی

کتاب "الغارات" میں محمد بن حسن میثمی نقل کرتے ہیں:

میثم تمار حضرت علی علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام تھے ۔ پہلے وہ بنی اسد کی ایک عورت کے غلام تھے امام علی علیہ السلام نے انہیں اس عورت سے خرید کر آزاد کر دیا اور ان سے پوچھا: تمہارا نام کیا ہے؟

انہوں نے کہا: سالم

امام علی علیہ السلام نے فرمایا:رسول خدا(ص) نے مجھے خبر دی ہے کہ تمہارے باپ نے عجم میں تمہارا جو نام رکھا تھا، وہ میثم تھا ۔ میثم نے کہا:جی ہاں! خدا ،اس کے رسول اور آپ امیر المؤمنین نے سچ کہا ہے اور خدا کی قسم !میرا نام وہی میثم ہے۔

امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے فرمایا:اپنے نام کی طرف لوٹ جاؤاور سالم کو چھوڑ دو اور ہم تمہاری کنیت ابو سالم رکھتے ہیں۔

احمد بن حسن کہتے ہیں : حضرت علی علیہ السلام نے انہیں علوم اور اسرار و رموز میں سے بہت سے رازوں سے آگاہ کیا تھا اور میثم ان میں سے بعض بیان بھی کرتے تھے ۔

کوفہ کے بعض لوگوں کو اس بارے میں شک و تردید تھی۔وہ امام علی علیہ السلام پر خرافات کہنے والے اور تدلیس کرنے والے کا الزام لگاتے تھے ۔یہاں تک کہ ایک دن امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے اپنے بہت سے اصحاب (کہ جن میں مخلص اور شک کرنے والے دونوں شامل تھے)کے سامنے جناب میثم سے فرمایا:اے میثم!میرے بعد تمہیں گرفتار کر لیا جائے گا اور تختہ دار پر لٹکایا جائے گا،دوسرے دن تمہارے ناک اور منہ سے خون نکلے گا کہ جس سے تمہار داڑھی رنگین ہو جائے گی، تیسرے دن تم پر گرز ماراجائے گی جس سےتمہاری شہادت ہو جائےگی۔انتظار کرو اور جہاں تمہیں صلیب پر لے جایا جائے گا ،وہ جگہ عمرو بن حریث کے گھر کے دروازے کے ساتھ ہے اور تم ان دس افراد میںسے دسویں ہو گے کہ جن کا تختہ زمین پرسب سے زیادہ نزدیک ہو گا۔میں تمہیں کھجور کا وہ درخت بھی دکھاؤں گا کہ جس پر تمہیں پھانسی دی جائے گی۔

دو دن کے بعد امام علی علیہ السلام نے میثم کو وہ درخت دکھایا، میثم اس درخت کے پاس آ کر نماز ادا کرتے تھے اور کہتے تھے ، تم جھور کے کتنے خوش نصیب درخت ہو ، میں تمہارے لئے خلق کیا گیا ہوں اور تم میرے لئے پیدا کئے گئے ہو۔

جناب میثم امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد اس درخت کے پاس آتے یہاں تک ، اس کو کاٹ دیا گیا لیکن وہ اسی طرح اس درخت کے تنے کا خیال رکھتے اور اس کے پاس رفت و آمد کرتے تھے اور اس کی طرف دیکھتے تھے۔جب بھی عمرو بن حریث کو دیکھتے تھے تو اس سے کہتے ، میں جلد ہی تمہارا ہمسایہ بن جاؤں گا۔میرے ساتھ اچھے پڑوسی کی طرح رہ کر برتاؤ کرنا۔

عمرو بن حریث کو یہ معلوم نہیں تھا ، وہ کیا کہہ رہے ہیں اس لئے وہ ان سے پوچھا ،کیا آپ یہاں ابن مسعود کا گھر خریدنا چاہتے ہیں،یا ابن حکیم کا گھر خریدنا چاہتے ہیں؟

جس سال میثم شہید ہوئے انہوں نے حج ادا کیا(۶۰ھ) وہ مدینہ میں رسول اکرم(ص) کی زوجہ جناب ام سلمہ کے پاس آئے تو جناب ام سلمہ نے ان سے پوچھا ، تم کون ہو؟ انہوں نے کہا:میں عراقی ہوں؟

ام سلمہ نے ان سے کہا:اپنا حسب و نسب بتاؤ؟

انہوں نے کہا:میں علی علیہ السلام کا آزاد کیا ہوا غلام ہوں۔

ام سلمہ نے کہا:کیا تم میثم ہو؟

کہا:ہاں میں میثم ہوں۔

جناب ام سلمہ نے کہا: سبحان اللہ؛ خدا کی قسم! میں نے بہتمرتبہ رسول خدا(ص) کو آدھی رات کے وقت حضرت علی علیہ السلام سے تمہارے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے سنا ہے۔

جناب میثم نے حضرت امام حسین بن علی علیہما السلام کے بارے میں پوچھا تو کہا ، وہ نخلستان (مدینہ)میں ہیں۔

جناب میثم نے کہا: ان سے کہیں ، میں آپ کو سلام کہنا چاہتا تھا اور ہم خدا کے سامنے آپس میں ملاقات کریں گے۔آج آپ کے دیدار کی فرصت نہیں ہے۔اور میں واپس آنا چاہتا ہوں۔

اس وقت ام سمہ نے عطر منگوائی ،عطر لایا گیا توجناب میثم نے اس سے اپنی ڈاڑھی م طر کی ۔

جناب میثم نے کہا:بیشک جلد ہی یہ داڑھی خون سے خضاب و گی۔

جناب ام سمہ نے پوچھا: کس نے تمہیں اس بارے میں خبر دی ہے؟

فرمایا:میرے آقا و ولا نے مجھے بتایا ہے۔

جناب ام سمہ نے گریہ کیا اور فرمایا:وہ رف تمہارے ہی آقا و ولا نہیں ہیں بلکہ وہ میرے اور تمام مانوں کے آقا و ولا ہیں ۔

پھر جناب میثم تمار نے انہیں الوداع کیا اور عراق واپس چلے گئے۔ جب وہ کو پہنچے تو انہیں گرفتار کرکے کر عبداللہ بن زیاد کے پاس لے گئے ۔ ابن زیاد سے کہا گیا یہ ابوتراب کی نظر میں لوگوں میں سے ب سے زیادہ برگزیدہ ہے۔

ابن زیاد نے کہا: تم لوگوں پر وای و؛یہ عجمی ش ؟!

کہا:ہاں۔

عبداللہ نے میثم سے کہا:تمہارا پروردگار کہاں ہے؟

جناب میثم نے کہا: تمہاری کین گاہ میں ہے۔

ابن زیادنے کہا: ابوتراب کے بارے میں اپنے عش و محبت کے بارے میں بتاؤ؟

جناب میثم نے کہا: کھ یک ایسے ہی تھا اور اب تم کیا چاہتے و؟

ابن زیاد نے کہا:کہتے ہیں تمہارے سات جلد ہی جو و گا ،انہوں نے تمہیں اس سے آگاہ کیا ہے؟

جناب میثم نے کہا:امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے مجھے اس کے بارے میں بتایا ہے۔

ابن زیاد نے پوچھا:میں تمہارے سات جو کروں گا،اس کے بارے میں انہوں نے کیا کہا ہے؟

جناب میثم نے کہا:انہوں نے مجھے بتایا ہے تم مجھے پھان دو گے جب میں دسواں ش وں گا میرا پھان کا تختہ ب سے چھوٹا و گا اور میں ب سے زیادہ زمین سے نزدیک وں گا۔

ابن زیاد نے کہا: میں یقیناً ابوتراب کے قول کی مخالفت کروں گا۔

میثم نے کہا: اے ابن زیاد! وای ہو تجھ پر! تم کس طرح ان کی مخالفت کر سکتے ہو حالانکہ انہوں نے رسول خدا(ص) کے قول سے اور رسول خدا(ص) نے جبرئیل اور جبرئیل نے خداوند سے یہ خبر دی ہے؟ تم کس طرح ان کی مخالفت کر سکتے ہو؟ بیشک خدا کی قسم! کوفہ میں مجھے جس جگہ پھانسی دی جائے گی میں اس کے بارے میں بھی جانتا ہوں اور وہ کہاں ہے۔ میں خدا کی وہ پہلی مخلوق ہوں کہ اسلام میں جس کے منہ پر اس طرح لگام لگائی جائے گی کہ جس طرح گھوڑے کو لگام لگائی جاتی ہے۔ اس گفتگو کے بعد ابن زیاد نے جناب میثم کو قید کر دیا اور مختار بن ابی عبید ثقفی کو بھی ان کے ساتھ قید کر دیا جب کہ وہ دونوں ابن زیاد کی قید میں تھے، جناب میثم نے مختار سے کہا: تمہیں اس شخص کی قید سے رہائی مل جائے گی اور تم امام حسین علیہ السلام کے خون کا بدلہ لینےکے لئے قیام کرو گے اور ہم جس ظالم کی قید میں ہیں تم اسے قتل کرو گے اور تم اسی پاؤں (مختار کے پاؤں کی طرف اشارہ کیا) سے اس کے چہرے اور گالوں کو چلو گے۔ انہیں دنوں میں ابن زیاد نے مختار کو قتل کرنے کے لئے زندان سے بلوایا لیکن اچانک یزید بن معاویہ کی طرف سے خط آیا جس میں ابن زیاد کو خطاب کیا گیا تھا اور اسے حکم دیا گیا تھا کہ مختار کو آزاد کر دیا جائے۔اس کی یہ وجہ تھی کہ مختار کی بہن عبداللہ بن عمر کی بیوی تھی۔اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ وہ یزید سے مختار کی شفاعت کرے ،عبداللہ نے ایسے ہی کیا اور یزید نے اس کی شفارش مان لی اور مختار کی رہائی کا فرمان لکھ دیا اور تیز رفتار سواری پر کوفہ بھیج دیا۔وہ خط اس وقت پہنچا کہ جب مختار کو قتل کرنے کے لئے باہر لایا جا رہا تھا۔اس طرح مختار کو رہا کر دیا گیا ۔ان کی رہائی کے بعد جناب میثم کو باہر لایا گیا تا کہ انہیں تختۂ دار پر لٹکا دیا جائے۔

ابن زیاد نے کہا: ابوتراب نے اس کے بارے میں جو کچھ کہا ہے، وہی کروں گا۔

اسی وقت ایک شخص نے دیکھا اور ان سے کہا: اے میثم! یہ کام تمہیں بے نیاز نہیں کرے گا (امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی دوستی تمہارے کسی کام نہیں آئی)۔

میثم مسکرائے اور کہا: میں اسی تختۂ دار کے لئے خلق ہوا ہوں اور یہ میرے لئے بنایا گیا ہے ۔ جب میثم کو تختۂ دار پر لٹکایا

گیا تو لوگ تختۂ دار کے اردگرد جمع تھے ، جو مر وبن حریث کے دروازے پر تھا۔ مرو نے کہا: میثم ہمیشہ مجھ سے کہتے تھے ، میں تمہارا پڑوسی بنوں گا ۔ مرو نے اپنی کنیز کو حکم دیا ، ہر شام میثم کے تختۂ دار کےنیچے جھاڑو لگائےاور ہپانی چھڑکے اوراگربتی جلائے۔وہ کنیز کافی دنوں تک یہ ایسا ہی کرتی رہی۔جب جناب میثم کو تختۂ دارپر باندھ دیا گیا تھا تو آپ بنی ہاشم کے فضائل اور بنی امیہ کی خباثتیں بیان کر رہے تھے ۔ابن زیاد کو اس بارے میں بتایا گیا ، اس غلام نے تو تمہیں رسوا کر دیا ہے۔

ابن زیاد نے حکم دیا ، میثم کے منہ پر لگام باندھ دی جائے ۔ میثم کے منہ پر لگام باندھ دی گئی تا ، وہ کوئی بات نہ کر سکیں اور وہ خدا کی سب سے پہلی مخلوق تھی ، اسلام کے بعد جن کے منہ پر لگام باندھی گئی۔دوسرے دن ان کے منہ اور ناک سے خون جاری ہو گیا اور جب تیسرا دن ہوا تو ان کر گرزمارا گیا جس سے ان کی شہادت واقع ہو گئی۔امام حسین علیہ السلام کے عراق پہنچنے سے دس دن پہلے ۶۰ھ میں میثم کی شہادت ہوئی۔[1]

آخر میں یہ نکتہ بھی قابل ذکر ہے ، ہم نے جو پیشنگوئیاں ذکر کی ہیں ان میں سے پیغمبر رسول خدا(ص) اور پھر حضرت امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی پیشنگوئیاں ہیں ، جو ہم نے اس کتاب کے مطالب سے مربوط ہونے کے بنا پر ذکر کی ہیں،ورنہ اہلبیت اطہار علیہم السلام کی پیشنگوئیاں بہت زیادہ ہیں ، جنہیں اکٹھا کرنے کے لئے کئی جلد کتابوں کی ضرورت ہے۔یہ خود مکتب تشیع کی حقانت کی دلیل ہے ، قرآن مجید کے حکم کے مطابق (وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ) چوں کی پیروی کا انتخاب کیا ، جو پیغمبر اکرم(ص) اور اہلبیت اطہار علیہم السلام ہے۔ قابل توجہ ہے ، بنی امیہ کے خلفاء میں سے اور اسی طرح ان سے پہلے اور ان کے بعد میں حکومت کرنے والوں میں سے کسی نے کوئی پیشنگوئی نہیں کی۔مگرجو پھ انہوں نے یہودیوں اور گذشتگان سے سنا تھااور اہلبیت اطہار علیہم السلام کے فر ودات کے بحر بیکراں کے مقابلہ میں ایک ان کی حیثیت ایک ناچیز قطرہ سے بڑھ کر نہیں ہے۔پاک اور بے غرض انسانوں کے لئے (جنہوں نے جاہلانہ تعصب کا لبادہ اتار پھینکا ہو)پیغمبر اکرم(ص) اور اہلبیت علیہم السلام کی پیشنگوئیاںراہ مستقیم کو آشکار کرتی ہیں ، جو مکتب وحی اور خدا کا حقیقی دین ہے۔

----

[1]۔ پیشگوئی ہای امیرالمؤمنین علی علیہ السلام از فتنہ ھا و حوادث آیندہ: ۱۱۲

حق کی جستجو کرنے والوں اور راہ حق کو تلاش کرنے والوں سے ہم یہی چاہتے ہیں کہ ہم نے اس کتاب میں جو پیشنگوئیاں ذکر کی ہیں انہیں پوری توجہ اور غور و فکر کے ساتھ پڑھیں تا کہ جب تک زندگی کی نعمت سے بہرہ مند ہیں تب تک ان کے لیئے راہ راست کی طرف ہماری ہدایت فرما: (اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْم) کہ ہر دن نماز میں ہم خداسے چاہتے ہیں کہ راط مستقیم واضح ہو جائے اور اسی راہ پر گامزن رہیں اور واضح سی بات ہے کہ خداوند ان سب کا یار و مددگار ہے کہ جو اس سے مدد مانگتے ہیں۔

جو افراد پیغمبر اکرم(ص) کی روایات اور فرمودات سے آشنا ہیں اور وہ یہ جانتے ہیں کہ آنحضرت(ص) نے اپنے بعد رونما ہونے والے واقعات اور اسی طرح امیر المؤمنین علی علیہ السلام ،حضرت فاطمہ زہراء علیہا السلام،آپ کے خاندان اطہار علیہم السلام اور بالخصوص سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بارے بہت زیادہ مطالب بیان فرمائے ہیں۔

اگر ہم اس کتاب میں بنی امیہ اور تمام غاصب خلفاء کے بارے میں ان پیشنگوئیوں کو ذکر کرنا چاہیں تو یہ ستّر من کاغذ کی مثنوی بن جائے گی ۔ اسی لئے ہم اتنی مقدار میں ان پیشنگوئیوں کو نقل کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں اور خداوند کریم سے ہماری یہ دعا ہے کہ محترم قارئین ان بزرگ ہستیوں کے فرامین سے بطور کامل مستفید ہوں۔

ہمیں امید ہے کہ اس کتاب کے مطالعہ سے اسلام کے دشمنوں کے گھنونے منصوبوں کے بارے آپ کے علم و آگاہی میں اضافہ ہو گا اور آپ یہ جان لیں گے بنی امیہ نے کس طرح یہود و نصاریٰ کی مدد سے اسلام کے خلاف جنگ کی۔

فہرست

انتساب..................3

حرف مترجم..................4

پیش گفتار..................6

ایک اہم نکتہ..................7

کتاب"اسرائیلیات اور اس کے اثرات"میں لکھتے ہیں:..................8

یہود و نصاریٰ پر فریفتہ ہونے کے بارے میں رسول اکرم(ص) کا سخت رویّہ..................11

بے ایمانی، یہودیوں کے وحشی کردار کا راز..................13

یہودیوں کے بارے میں "ہٹلر" کی رپورٹ..................16

اس کتاب کے بارے میں..................17

معاویہ بروز غدیر..................19

پہلا باب.......... 22

بنی امیہ کے یہودیوں سے تعلقات 22

بنی امیہ کے یہودیوں سے تعلقات 23

یہودیوں کا مسلمانوں کے درمیان انحرافی افکار پھیلانا 23

اسلام کو مٹانے کے لئے یہودیوں کی ایک اور سازش.......... 27

یہودیوں کا امویوں کی حمایت کرنا 27

"گلدزیہر"وغیرہ کے نظریات کا تجزیہ و تحلیل.......... 32

حجّاج؛ یہودی افکار پھیلانے والا 35

یہودیوں کی قوم پرستی.......... 39

امویوں کی قوم پرستی.......... 42

یہودیوں کی بے راہ روی اور ان کی اسلام سے دشمنی.......... 47

پیغمبر اکرم(ص) کو زہر دینا.......... 48

یہودی یا یہودی زادوں کے ہاتھ اسلام کے کچھ بزرگوں کی شہادت 50

یہودیوں کی سازش سے بنی امیہ کے ہاتھوں اسکندریہ کے مینار کی بربادی 54

اس شخص نے ولید سے کہا: آپ کے ملک میں اموال، جواہر اور خزانے بہت زیادہ ہیں۔.......... 56

مسلمانوں میں اختلاف ایجاد کرنے کے لئے یہودیوں کی سازش 58

دوسرا باب 64

یہودیوں کے کچھ کارکن اور ایجنٹ یا یہودیوں کے رنگ میں رنگنے والے 64

۱- سلام بن مشکم وغیرہ یہ 65

۲- ایک دوسرا گروہ.......... 70

۳- ابو ہریرہ.......... 72

۴-عبداللہ بن عمرو عاص.......... 75

عبداللہ اور اسرائیلی ثقافت 75

۵- مسروق بن اجدع ہمدانی کوفی.......... 77

"مسروق بن اجدع ہمدانی کوفی(م۶۳):[1] 77

۶- کعب الاحبار 82

کعب الاحبار اور عمر 83

کعب الاحبار کے توسط سے معاویہ کے یہودیوں سے تعلقات 86

یہودی اور تغییر قبلہ اور کعب الاحبار کا کردار 88

کعب الاحبار اور اسرائیلیات کے خلاف امیرالمؤمنین حضرت علی علیہ السلام کا موقف 90

7- وہب بن منبّہ 93

وہب بن منبّہ کے عقائد 94

تیسرا باب 95

بنی امیہ کے عیسائیوں سے تعلقات 95

بنی امیہ کے عیسائیوں سے تعلقات 96

اموی دور میں اسلامی معاشرے کے افسوسناک حالات 97

عیسائیت کے اشعار و تبلیغ کی ترویج 98

سب سے پہلے عمر نے عیسائیوں کو حکومتی ذمہ داریاں سونپیں۔ 98

تمیم داری کی ت ر گئی اور عیسائیت کی ترویج 104

عمر کے دور حکومت میں تمیم داری 108

بنی امیہ کی حکومت کا عیسائیت کی حمایت کرنا 110

اہل بیت علیہم السلام اور عراق کے لوگوں سے خار کی دشمنی 112

چوتھا باب 114

دشمنوں کے دو بنیادی حربے 114

ا۔ مسلمانوں میں ترجمہ سازی 115

اموی اور عباسی دور میں زندیقی تحریک 116

جبریّہ 116

اموی دور میں مرجئہ 119

مرجئہ ، اموی دور میں 120

بنی امیہ کے زمانے میں قدریہ، جبریہ اور مرجئہ 122

مرجئہ اور قدریہ کے بارے میں رسول اکرم(ص) کی پیشگوئی 124

معاشرے میں مرجئہ کا کردار 126

بہشتی کافر! 127

مرجئہ کی کلیسا اور عیسائیت سے ہماہنگی 129

مرجئہ کے فرقے 130

ابو حنیفہ اور مرجئہ 132

مرجئہ اور شیعہ 134

مرجئہ اور شیعہ روایات 136

امویوں کے انحرافی عقائد میں یہودیوں اور عیسائیوں کا کردار 139

عقیدتی اختلافات مسلمانوں کو برباد کرنے کا اہم ذریعہ 141

امری دور میں عقلی علوم کی ترویج اور.. 143

خارجی کتابوں کا ترجمہ.. 144

مکتبی ابحاث، حکومت کی ابقاء کا ذریعہ.. 147

۲۔ پیشن گوئیوں کو چھپانا.. 148

الف: یہودی اور پیشن گوئیوں کو چھپانا.. 148

ب:عیسائیت اور پیشن گوئیوں کو چھپانا.. 156

برطانوی بادشاہ کا مسلمان ہونا.. 157

یہ تھا اس سکہ کا واقعہ:.. 158

نتیجۂ بحث.. 161

پانچواں باب.. 162

پیشن گوئیاں.. 162

بنی امیہ کے بارے میں قرآن کی پیشن گوئی.. 166

بنی امیہ کے بارے میں قرآن کی دوسری پیشن گوئی 168

حکَم اور اس کے بیٹوں کے بارے میں قرآن کی پیشن گوئی 172

پیغمبر اکرم(ص) اور امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشن گوئیوں کا راز 175

بنی امیہ کے بارے میں رسول اکرم(ص) کی پیشن گوئیاں 177

بنی امیہ کی حکومت کے بارےمیں رسول اکرم(ص) کی پیشن گوئی 177

حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی بنی امیہ کی حکومت کے بارے میں "الغارات " سے منقول پیشن گوئی 180

بنی امیہ کی حکومت کے بارے میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی ایک اور پیشن گوئی 185

بنی امیہ کے انجام کے بارے میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشن گوئی 188

بنی امیہ کے زوال کے بارے میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی دیگر پیشن گوئی 192

بنی امیہ اور بنی العباس کے بارے میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی ایک اور پیشن گوئی 194

ابن ابی الحدید کے قول کی رو سے جنگ زاب میں مروان بن محمد کی شکست اورپھر اس کا قتل ہونا: 195

بنی امیہ اور بنی العباس کے بارے میں حضرت امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی دوسری پیشن گوئی 198

حکم کے داخل ہونے کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی پیشن گوئی اور اس پر لعنت کرنا.. 203

یہودیوں، مشرکوں اور منافقوں کے لئے حکم بن ابی العاص کا جاسوسی کرنا.. 205

معاویہ وغیرہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی پیشن گوئی.. 209

معاویہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی دوسری پیشن گوئی.. 213

معاویہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی ایک اور پیشن گوئی 226

معاویہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی ایک اور پیشن گوئی 229

معاویہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی دوسری پیشن گوئی.. 230

عبداللہ بن عمروعاص کی زبانی معاویہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی پیشن گوئی 231

معاویہ وعمروعاص کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی پیشن گوئی 234

امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی معاویہ کے بارے میں پیشن گوئی.. 235

معاویہ کے غلبہ پانے اور اس ملعون کے مظالم کی پیشن گوئی کرنا: 235

"الغارات" کی روایت کے مطابق شامیوں کی فتح کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشن گوئی.. 237

اس بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی دوسری پیشن گوئی 238

"الغارات "سے منقول امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی دوسری پیشن گوئی 239

"مروج الذہب" سے منقول امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشن گوئی 243

جنگ صفین میں جناب عمار یاسر کی شہادت کے بارے میں رسول اکرم(ص) کی پیشن گوئی 244

جنگ صفین میں جناب عمار یاسر کی رہنمائی 246

جنگ صفین میں عمار یاسر کا خطاب اور عمرو عاص پر اعتراض 249

جناب عمار کی شہادت کے بارے میں متواتر حدیث 255

رسول خدا(ص) کی حدیث نقل کرتےوقت صحابہ و تابعین کے حالات 262

جناب عمار یاسر کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی پیشن گوئیوں کے اثرات 262

ذوالکلاع سے عمار یاسر کی گفتگو کے سب اہم نکات 278

جناب اویس قرنی کے بارے میں رسول اکرم(ص)کی پیشن گوئی اور جنگ صفین میں آپ کی شرکت 291

جنگ صفین میں جناب اویس قرنی کی شہادت 293

اس روایت میں اہم نکات 294

جنگ صفین کے بارے میں حضرت عیسی علیہ السلام کی پیشن گوئی 295

حکمیت کے بارے میں رسول خدا(ص) کی پیشن گوئی 300

حکمیت کے بارے میں رسول خدا(ص)کی دوسری پیشن گوئی 301

ایک دوسری روایت کی رو سے حکمیت کے بارے میں رسول خدا(ص) کی پیشن گوئی 304

حکمیت سے مربوط پیشن گوئی میں اہم نکات 305

رسول خدا(ص) کی عائشہ کے بارے میں پیشن گوئی 308

مروان کے بارے میں رسول خدا(ص) کی پیشن گوئی 309

مروان کا معاویہ سے لگاؤ اور اس کی خباثت 310

مروان کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشن گوئی 312

مروان کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی دوسری پیشن گوئی 314

مروان کے بارے میں ایک اور پیشن گوئی 315

امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی مروان کے بارے میں "نہایۃ الارب" سے پیشن گوئی 317

عمرو بن سعید بن عاص کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) کی پیشن ئی 318

جنگ نہروان میں ذوالثدیہ کے قتل کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) پیشن ئی 318

محمد بن ابی بکر اور ان کی شہادت کے واقعہ کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) پیشن ئی 321

سمرۃ بن جندب کے بارے میں پیغمبر اکرم(ص) پیشن ئی 323

کربلاکے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشن ئی 324

کربلا میں ابن زیادکے لشکر کے سرداروں میں سے حصین بن تمیم کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشن ئی 325

ا- رشید ہجری کی شہادت اور ان سے مقابلہ کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشن ئی 328

۲- جناب میثم کی شہادت اور ان سے مقابلہ کے بارے میں امیرالمؤمنین علی علیہ السلام کی پیشن ئی 329